

URDU LITERATURE SERIES

INTIKHAB

MARASI-E-DABIR

With Introduction and Notes



انتخاب مراثی دیر

مع تہید و شرح



ALLAHAB

RAM NARAIN LAL BEN

PUBLISHERS & BOOKSELLERS

Price Rs. 1.50 nP.



اُردو لٹریچر سیریز

انتخاب

مرکزی اردو کتب خانہ

اردو ہال - حیدر گڑھ

حیدر آباد-۱

از

مراثی میرزا دبیر

پبلشرز

رام نرائن لال بینی مادھو

۲- کٹرہ روڈ - الہ آباد

قیمت ۸ روپے

۱۹۶۲ء

باراقل

۳۹۳
۳۱۶ ۸۹۱۵
۷ - ۷

فہرست

مرثیہ میرزا دبیر

صفحہ	نمبر
۲۱	۱۔ پیدا شعاعِ مہر کی مقراض جب ہوئی
۵۰	۲۔ گلگونہ رخسارِ فلک گرد ہے رن کی
۷۵	۳۔ جب سرنگوں ہوا غلیم کہکشانِ شب
۱۰۴	۴۔ پرچم ہے کس علم کا شعاعِ آفتاب کی
۱۵۱	۵۔ کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
۱۶۷	۶۔ بانو کے شیرِ خوار کو ہفتم سے پیاس ہے
۱۷۹	۷۔ جب شامیوں میں صبح کی نوبت کا غل ہوا
۲۰۵	۸۔ دستِ خدا کا قوتِ بازو حسین ہے

(کوہ نور پرنٹنگ ورکس الہ آباد ۱۳۷۵ء)

مرزا دبیر کے کلام کی خصوصیات

مرزا سلامت علی دبیر ۱۸۳۸ء میں دہلی میں پیدا ہوئے بچپن ہی میں اپنے والد مرزا غلام حسین کے ہمراہ لکھنؤ آئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ چونکہ دبیر کو شروع ہی سے شعر و شاعری سے دلچسپی تھی اور مرثیہ سے گہرا لگاؤ تھا لہذا اس وقت کے مشہور مرثیہ گو میر تقی میر کے شاگرد ہوئے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی ذہانت اور طباعی کی بدولت اس وقت کے تمام مرثیہ گو شعراء سے سبقت لے گئے۔

یہاں دبیر کے کلام کی خصوصیات اختصار کے ساتھ لکھی جاتی ہیں:-
(۱) دبیر کی زبان اور ان کا انداز بیان بہت پُر شکوہ اور باوقار ہے۔ رونے اور رُلانے کے لئے انھوں نے جو زبان و انداز بیان اختیار کیا وہ عوام کے لئے نہیں بلکہ ایک مخصوص طبقہ کے لئے تھا۔ مرزا دبیر فخر و مباہات۔ معرکہ جنگ اور رجز وغیرہ جیسے مضامین جن میں پُر زور خیالات کی ضرورت ہوتی ہے، میں بہت آگے ہیں۔

(۲) دبیر نے زبان کی صفائی۔ بندش کی چستی اور شعر کے تمام ظاہری محاسن میں بہت زور طبع صرف کیا ہے۔

(۳) دبیر نے اپنے مرثیوں میں عام مقبول انداز کے بجائے ایک ایسا انداز اختیار کیا جس میں سوز و گداز کے ساتھ ساتھ جوش و خروش بھی ملے گا۔

(۴) دبیر کے بیشتر کلام میں مضمون بندی۔ خیال آفرینی۔ مبالغہ اور تخیل کی بندی پائی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں شبلی "موازنہ انیس و دبیر" میں لکھتے ہیں۔ "مختصر یہ کہ خیال آفرینی، دقت پسندی، جدت استعارات، اختراع تشبیہات، شاعرانہ استدلال، شدت مبالغہ میں ان کا جواب نہیں، لیکن اس زور کو وہ شہحال نہیں سکتے، اس وجہ سے کہیں خامی ہو جاتی ہے، کہیں تعقید اور اغلاق ہو جاتا ہے۔ تشبیہات کہیں پھبتیاں بن جاتی ہیں اور کہیں محض فرضی خیال رہ جاتی ہیں۔ تاہم اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ جہاں ان کا کلام فصاحت و بلاغت کے پر بھی پورا اتر جاتا ہے، نہایت بلند رتبہ ہو جاتا ہے۔"

چنانچہ اس سلسلہ میں ایک مثال ملاحظہ ہو،

پیدا شمع ہر کی مقراض جب ہوئی پنہاں درازی پر طاؤس شب ہوئی
اور قطع زلف یلیٰ زہرہ لقب ہوئی مجنوں صفت قبائے سحر چاک سب ہوئی
فکر رفتہ تمہی چرخ ہنرمند کے لئے
دن چار ٹکڑے ہو گیا پیوند کے لئے
یوسف غریب چاہ یہ ناگہاں ہوا یعنی غروب ماہ تجلی نشاں ہوا
یونس دہان ماہی شب سے عیاں ہوا یعنی طلوع تیر مشرق ستاں ہوا
فرعون شب سے سرکہ آرا تھا آفتاب
دن تھا کلیم اور ید بیضا تھا آفتاب
نکلا انق سے عابد روشن ضمیر صبح محراب آسماں ہوئی جلوہ پذیر صبح
کھولا سپیدی نے جو مصلیٰ پر صبح ہر سجدہ گاہ بن گیا مہر ضمیر صبح

کرتی تھی شب غروب کا سجدہ و دود کو

سیارے ہفت عضو بنے تھے سجود کو

ظلمت جہاں جہاں تھی وہاں نور ہو گیا پھر شک شب جہاں سے کا نور ہو گیا
گویا کہ رنگ آئینہ سے دور ہو گیا باطل رسالہ شب دیکھو ہو گیا
کیا بخت روخنائی تھی قدرت کے خامہ میں

مضمون تھا آفتاب کا دردوں کے نامہ میں

(۵) ہر جگہ جدت و ندرت کا خیال رکھا گیا ہے۔ ایک ہی قسم کے خیالات

نئے نئے انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔

(۶) دبیر کے کلام میں نئی نئی بندشوں۔ ترکیبوں اور تشبیہات و استعارات

کی فراوانی ملے گی۔ تشبیہات و استعارات کے علاوہ اور دوسری صنعتوں کا بھی استعمال
کیا گیا ہے مثلاً حسن التعلیل۔ مراعاة النظر اور ایہام وغیرہ۔ مثال کے طور پر یہ
تن پر کمانیں سہم کے چسپیدہ ہو گئیں تینیں سمٹ کے قبضوں میں پوشیدہ ہو گئیں

بارش تھی آب تیغ کی برسات سے فزوں بدلی تھی فوج شام کی رنگت گھٹا تھا خون

احمد مدینہ علم کا دربو تراب ہے اس باب میں حدیث رسالت آج ہے

اس نام کے لیتے ہی طبیعت کا بڑھادور شیریں سخن کا مہری عالم میں ہوا شور

(۷) دبیر کا کلام رکبک اور مبتذل مضامین سے خالی ہے اور اخلاقی مضامین

کثرت سے مل جائیں گے۔

(۸) حقیقت نگاری۔ جذبات نگاری اور جوش ان کے کلام میں

نمایاں ہے۔

(۹) دبیر نے جہاں معنی آفرینی اور باریک بینی پر زیادہ توجہ کی ہے وہاں ان کے کلام میں ایک قسم کی پیچیدگی پیدا ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے عربی و فارسی کے نامانوس الفاظ اور فقروں کے استعمال سے کلام میں تعقید کا عیب آگیا ہے مثلاً

کیا شاہ بیت ابروئے اکبر کی ہوشنا یکتا مطالعہ میں ہے یہ مطلع رسا
بیت القصیدہ خم ابروئے مصطفیٰ کیا بیت بخشی ان سے کرے ماہ نو بھلا
پیش نگہ یہ بیت ہے اٹھارہ سال سے
آتی ہے بوئے شیر دہان ہلال سے

ترنگہ چشم نیام اوج پر آیا اور صاف ہر اک فرد بشر کو نظر آیا
خط کھینچنے کو کلک دواست ظفر آیا یا دوڑ کے ظلمت کی گلی سے خضر آیا
داں شور تھا پیدا مہ نو سے پہ نو ہے
یاں غل تھا جدا شمع سے یہ شمع کی نو ہے

انیس اور دبیر۔ تقابلی مطالعہ :-

یہاں ان دونوں شعراء کی خصوصیات اس طرح سے بیان کی جائیں گی کہ دونوں کے کلام کا مخصوص رنگ بآسانی ذہن نشین ہو جائے۔
(۱) انیس کے کلام میں سادگی۔ اصلیت اور جوش پایا جاتا ہے۔ وہ جو کچھ

کہنا چاہتے ہیں سیدھے سادے اور موثر انداز میں بڑی بے تکلفی کے ساتھ کہہ جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کے کلام سے ہر خاص و عام یکساں طور پر مستفید ہو سکتا ہے۔ برخلاف اس کے دبیر کا کلام بڑا پُر تکلف اور پُر تصنع ہے انھوں نے شعر کے فن پر بہت زور دیا ہے۔ صنائع بدائع۔ دور انداز کار تشبیہات واستعارات۔ مضمون آفرینی۔ تخیل کی بلندی اور مبالغہ ان کے کلام میں بہت ہے اور اسی وجہ سے ان کے کلام میں ظاہری چمک دمک ضرور ہے مگر معنوی حسن بڑی طرح مجروح ہو گیا ہے۔ علمیت و قابلیت کے زعم نے کلام کو اوق بنا دیا ہے جسے صرف خواص ہی سمجھ سکتے ہیں۔

(۲) میر انیس دبیر کی طرح مضمون بندی و خیال آفرینی میں زیادہ زور نہیں صرف کرتے بلکہ وہ ہمیشہ کلام کو موثر بنانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ انیس کے مرثیوں میں منظر نگاری۔ جذبات نگاری۔ واقعہ نگاری۔ رزم و بزم اور فخر و مباہلات سب ہی کچھ ہے لیکن کوئی چیز غیر فطری نہیں معلوم ہوتی۔ اس کے علاوہ چونکہ انیس جو کچھ بیان کرتے ہیں اس کا براہ راست ان کے دل و دماغ پر بھی اثر ہوتا ہے لہذا بیان بھی موثر ہو جاتا ہے۔ دبیر کے یہاں اس چیز کی کمی کا احساس ہوتا ہے کیونکہ وہ مضمون آفرینی۔ جدت اور مبالغہ میں زیادہ زور طبع صرف کرتے ہیں۔

(۳) انیس کے یہاں آمد زیادہ ہے اور دبیر کے یہاں آورد۔

(۴) انیس کی شاعری دہلوی رنگ کی ہے اور دبیر کی لکھنوی رنگ کی۔

اسی سلسلہ میں مصنف "آب حیات" محمد حسین آزاد کے خیالات یوں ہیں:-

"میر انیس صاحب صفائی کلام۔ لطف زبان۔ چاشنی محاورہ۔ خوبی بندش۔

حسن اسلوب۔ مناسبت مقام۔ طرز ادا اور سلسلہ کی ترتیب میں جواب نہیں رکھتے

اور یہی رعایتیں ان کی کم گوئی کا سبب تھیں۔ مرزا دبیر صاحب شوکت الفاظہ مضامین کی آمد۔ اس میں جا بجا غم انگیز اشارے۔ درد خیز کلمات۔ المناک اور دلگداز انداز جو مرثیہ کی غرض اصلی ہے ان وصفوں میں بادشاہ تھے۔ صاحب ”یادگار انیس“ بھی کچھ ایسا ہی خیال رکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔۔۔

”دونوں استادوں کی روش جدا گانہ ہے۔ میرا انیس کا کلام فصیح اور شیریں ہے اور مرزا دبیر کا دقیق و طبع۔ شیرینی اور نمک دونوں کی بنی آدم کو احتیاج ہے اور وہ ایک کو دوسرے پر من گھڑا الوجوہ ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ البتہ میرا انیس صاحب کو مرزا صاحب پر یہ فوقیت حاصل ہے کہ ان کے کلام کی تاثیر اور تازگی عرصہ تک زندہ رہے گی اور مرزا دبیر کی شوکت الفاظ و بلند پروازی مٹ جائے گی۔ مرزا دبیر نے جو صنائع برائع اپنے کلام معجز نظام میں صرف کئے ان کے سمجھنے والے بہت کم باقی ہیں اور مشرقی علوم سے بے توجہی کا یہی عالم رہا تو چند ہی روز میں شاید کوئی شخص ان صنائع سے لطف اٹھانے والا ہندوستان میں تلاش کرنے سے بھی نہ ملے گا۔“

ناظر کا کوروی ”مطالعہ انیس“ میں فرماتے ہیں:-

”میرا انیس کے دور میں دوسرے مرثیہ گو شعرا بھی تھے، لیکن ایک مرزا دبیر کے علاوہ کسی کو کوئی جانتا بھی نہیں۔ مرزا دبیر کے کلام میں ایسی خوبیاں اور خصوصیات ضرور ہیں جن کی بدولت، ان کو قریب قریب وہی عروج و کمال، وہی اعزاز و مرتبہ حاصل ہوا جو میرا انیس کو تھا۔ میرا انیس کی عمر ہی نہیں مرثیہ گوئی میں گزری تھی بلکہ شبیر کی مداحی میں وہ پانچویں پشت میں تھے برخلاف اس کے مرزا دبیر کو شاعری درشت میں نہیں ملی تھی، ان کی مرثیہ گوئی

اقتسابی کہی جاتی ہے لیکن میں اسے 'خدا داد' سمجھتا ہوں۔ شاعر ہونے کے علاوہ علوم متداولہ میں بھی ماہر تھے اور عربی و فارسی کے منتہی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں عالمانہ وزن اور وقار پایا جاتا ہے۔ ان کی شاعری اور ان کے فضل و کمال نے مل کر انھیں انیس کے مد مقابل بنا دیا اور مرثیہ گوئی میں دونوں باکمال کا نام لازم و ملزوم سا ہو گیا ہے۔

شبلی اور مرزا دبیر۔

مولانا شبلی نے اپنے تنقیدی کتاب "موازنہ انیس و دبیر" میں دبیر کے ساتھ جو نا انصافی کی ہے اس سے قریب قریب سب ہی کو اتفاق ہے۔ یہ کتاب دو حصوں میں تقسیم کر دی گئی ہے۔ پہلے حصہ میں انیس کے کلام کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں اور دوسرے حصہ میں انیس اور دبیر کا موازنہ ہے۔ لیکن پہلے ہی حصہ میں جہاں دبیر کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں تھی بہت سے فقرے ایسے مل جائیں گے جن سے دبیر کی مذمت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ شروع ہی میں لکھتے ہیں کہ انیس تو بار بار اور با آواز بلند دبیر پر سرت کا الزام لگاتے ہیں اور اپنی برتری کا دعویٰ کرتے ہیں مثلاً

لگا رہا ہوں مضامین تو کے پھر انبار خبر کو دہرے خرمن کے خوشہ چینوں کو
لیکن دبیر اس پر سرت یہ کہتے ہیں

شکر خدا کہ سرقہ کی حد سے بعید ہوں ہر مرثیہ میں موجدِ طرزِ جدید ہوں

حالانکہ دبیر کے کلام میں اس طرح کی سیکڑوں مثالیں مل جائیں گی جن میں اپنی برتری کا دعویٰ کیا گیا ہے مثلاً ان کی ایک رباعی ہے

شیران مضامین کو کہاں بند کروں گو نجس گئے ڈکاریں گے جہاں بند کروں
 خلاقی مضمون کا ہے دعویٰ سب کو کھل جائے حقیقت جو زباں بند کروں

یا

ہر باغ ہے گلپیں مرے مضمون کے چین کا ہر بحر ہے قطرہ مرے دریائے سخن کا
 اس کے علاوہ شبلی نے بہت سے اشعار اور مصرعے دبیر سے منسوب
 کر دئے ہیں جو کہ دراصل ان کے نہیں ہیں۔ مثلاً

ع۔ زیر قدم والدہ فردوس بریں ہے

یا

ع۔ ہے ہے مرے دیور مرے دیور مرے دیور

ایک اور جگہ شبلی دبیر کے کلام کے متعلق یوں فرماتے ہیں :-

”اس کے ساتھ الفاظ میں فصاحت، سلاست، روانی، بندش میں
 پستی اور خستی کے ساتھ بے تکلفی، دل آویزی اور برجستگی، لطیف اور نازک
 تشبیہات و استعارات اصول بلاغت کے مراعات، ان تمام اوصاف میں سے
 ’دن سی چیز مرزا دبیر میں پائی جاتی ہے۔ فصاحت ان کے کلام کو چھو بھی
 نہیں گئی، بندش میں تقید اور اغلاق، تشبیہات اور استعارات اکثر دور از کار
 انت نام کو نہیں، کسی چیز یا کسی کیفیت یا حالت کی تصویر کھینچنے سے وہ
 بالکل عاجز ہیں خیال آفرینی اور مضمون بندی البتہ ہے لیکن اکثر جگہ سس کو
 سنبھال نہیں سکتے۔“

اب اس بیان کو دیکھنے کے بعد اسی بیان کا دوسرا جزو بھی ملاحظہ فرمائیے۔
 ”ہماری یہ غرض نہیں کہ ان کے کلام میں سرے سے یہ باتیں پائی ہی

نہیں جاتیں۔ وہ نہایت پُرگو تھے، ان کے اشعار کا شمار ہزاروں کیا لاکھوں تک ہے، اخیر اخیر میں وہ میر انیس کی تقلید بھی کرنے لگے تھے، اس بنا پر ان کے کلام میں جا بجا شاعری کے لوازم اور خاصے پائے جاتے ہیں، لیکن گفتگو قلت اور کثرت میں ہے۔“

پہلے بیان کو دیکھ کر دوسرے بیان کو دیکھنے سے ہی شبلی کے خیالات میں تذبذب کا احساس ہوتا ہے۔ اس سے ان کی جانبداری کا خیال ہونے لگتا ہے۔ اس کے علاوہ شبلی نے جان بوجھ کر دبیر کے کلام سے ایک بھی ایسی مثال نہیں پیش کی جس سے ان کی برتری ثابت ہو سکے حالانکہ ایسے ہزاروں اشعار ہوں گے۔

اس کے علاوہ شبلی نے انیس و دبیر کے موازنہ کا جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ بڑا نامناسب تھا۔ کیونکہ یہ دونوں شاعر دو الگ طرز فکر کے نمائندے ہیں لہذا ان دونوں کا کلام ایک ہی معیار پر پرکھنے سے ایک نہ ایک کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ جیسا کہ موازنہ انیس و دبیر میں دبیر کو اس لئے تنقید لگا۔ کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ ان دونوں شاعروں کے کلام کو ایک دوسرے کے پس منظر میں دیکھے اور اس کے بعد کوئی مکمل رائے قائم کرے۔ اس سلسلہ میں پروفیسر مسیح الزماں کے خیالات بڑے قابل قدر ہیں۔ وہ اپنی کتاب تبیر تشریح تنقید میں لکھتے ہیں :-

”انیس و دبیر کی شاعری کا موازنہ کرنے کے لئے اصل میں صحیح راستہ کی ضرورت ہے۔ یہ دونوں شاعر دو مختلف طرز فکر اور طرز سخن کے نمائندے تھے۔ دونوں کے ذہن میں شاعری کی قدریں مختلف تھیں۔ اس وجہ سے دونوں کے کلام

ایک معیار پر جانچنا صحیح نہیں ہے۔ ناسخ اکول کی وہ خصوصیت جو مضمون آفرینی، بلندی تختل اور پُرگوئی سے متعلق ہے مراد دبیر کے یہاں جلوہ گر ہے۔ دبیر اور ان کے پیرو شاعری میں انھیں خصوصیات، انھیں باتوں کو مد نظر رکھتے ہیں۔ صنعتوں کا استعمال، لفظوں کی سجاوٹ دبیر اور ان کے شاگردوں میں نمایاں ہے۔ یہ وہی خصوصیات ہیں جو قصیدہ گو کے پیش نظر تھیں۔ جس کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ جو منظر سامنے ہے اس کی تصویر ایسے لفظوں میں کھینچی جائے کہ ہو ہو اس کی کیفیت لوگوں کو معلوم ہو۔ بلکہ اس اکول کے شاعر کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ جو منظر بیان کرے اس کا انتہائی درجہ پیش کر دے تاکہ دوسرے یہ سمجھ کر داد دیں کہ جیسا شاعر نے بیان کیا ہے اس میں اس سے زیادہ شدت بھی ممکن ہے یا نہیں۔ اس کے برخلاف میر انیس اس طرز فکر کے نمائندے تھے جس کے نزدیک شاعری جذبات کا آئینہ ہے جو یہ مقصد پیش نظر رکھتے ہیں کہ حالات و مناظر کی تصویریں ایسی پیش کی جائیں کہ پڑھنے والے کو وہی منظر نظر آجائے۔ آخر الذکر معیار پر اگر دبیر کا کلام جانچا جائے تو یہ ان کے ساتھ نا انصافی ہے۔ شاعر کو اس کے اپنے ماحول اور زمانہ کے طرز سخن کی اعتبار سے جانچنا چاہیے۔

انیس و دبیر کے متضاد مضمون مرثیہ۔

چونکہ مرثیہ ایک ایسی صنعت ہے جس میں تاریخی واقعہ بانہٹا جاتا ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ تاریخی واقعات کے نظام کرنے میں مختلف شعراء کے بیشتر مضمون مرثیہ مضمون ہوں گے لہذا یہی چیزیں انیس و دبیر کے یہاں بھی ہیں۔ نیچے کچھ متضاد مضمون مرثیہ اور مرثیہ دونوں شعراء کے پیش کئے جا رہے ہیں اور فیصلہ ناگزیر پر چھوڑا جا رہا ہے۔

انہیں

طاقت اگر دکھاؤں رسالت مآب کی
رکھ دوں زمین پہ چیر کے ڈھال آفتاب کی

دبیر

چاہوں تو بیٹھے بیٹھے اک اُنکلی سے زمین پر
گردوں کی ڈھال چیر کے رکھ دوں زمین پر

عالم ہے مکدر کوئی دل صاف نہیں ہے
اس عہد میں سب کچھ ہے پر انصاف نہیں ہے

دل صاف ہو کس طرح کہ انصاف نہیں ہے
انصاف ہو کس طرح کہ دل صاف نہیں ہے

پانی تھا آگ گرمی روزِ حساب تھی
ماہی جو سیخ موج تک آئی کباب تھی

مثلِ تنور گرم تھا پانی میں ہر جباب
ہوتی تھیں سیخ موج پہ مرغابیاں کباب

یوں روح کے طائر تن دسر چھوڑ کے بھاگے
جیسے کوئی بھونچال میں گھر چھوڑ کے بھاگے

یوں جسمِ ریشہ دار سے جانیں ہوئیں رواں
جیسے مکاں سے زلزلہ میں صامبِ مکاں

حق نے کیا عطا پہ عطا حاصل انی کے
حاصل ہوا ہے مرتبہ لافنی کے
کونین میں ملا شرفِ انسا کے
کہتی ہے خلقِ بادشہ قُل کفنی کے
دُنیا میں کون منتظمِ کائنات ہے
کس کو کہا خدا نے کہ یہ میرا ہات ہے

اہلِ عطا میں تاجِ سرِ حاصل انی ہیں یہ
اغیارِ لاتِ زن میں شبہ لافنی ہیں یہ
خورشیدِ انورِ فلکِ انسا ہیں یہ
کافی ہے یہ شرفِ کہ شبہ قُل کفنی ہیں یہ
ممتازِ گو خلیلِ رسولانِ دیں میں ہیں
کاشف ہے لو کشف یہ زیادہ یقین میں ہیں

دبیر

سااں سے کوئی صاحبِ ایماں نہیں ہوتا
ہر اہل عصا موسیٰ عمراں نہیں ہوتا
ہینے جو انگوٹھی وہ سلماں نہیں ہوتا
آئینہ گر اسکندر دوراں نہیں ہوتا
لاکھ اوج ہو پیشہ کا ہٹا ہونہیں جاتا
بُت سجدہ کافر سے خدا ہونہیں جاتا

انیس

کچھ خار منیلاں گل تر ہو نہیں جاتا
قلعی سے کچھ آئینہ قسمر ہو نہیں جاتا
ہر قطرہ ناچیز گہر ہو نہیں جاتا
مس پر جو تلخ ہو تو زہر ہو نہیں جاتا
جس پاس عصا ہو اسے موسیٰ نہیں کہتے
ہر ہاتھ کو عاقل یہ بیضیا نہیں کہتے

صفری نے کہا صاحبو کیا کرتے ہو گفتار
اک بات پکڑ لی کہ یہ بیمار ہے بیمار
شاید کہ سفر ہی میں شفا دے مجھے غفار
یاں کون خبر لے گا مری یہ در و دیوار
اتنی بھی تو طاقت نہیں جو اٹھ کے کھڑی ہوا
اے لوگو! میں کیا آپ سے بیمار پڑی ہوں

کیا خلق میں لوگو! کوئی ہوتا نہیں بیمار
ہے کون سی تقصیر کہ سب ہو گئے بیمار
زندہ ہوں پہ مُردہ کی طرح ہو گئی دشوار
کیوں بھاگتے ہیں سب مجھے ہے کونسا آوار
حیرت میں ہے باعثِ خجہ کھلتا نہیں اس کا
وہ آنکھ پُرا لیتا ہے مُنہ تگتی ہوں جس کا

اولاد کا غم دراصل ماں باپ کے لئے سب سے بڑا غم ہے۔ واقعہ کہ بلا
میں امام حسینؑ کے سامنے ان کا نو جوان پسر حضرت علی اکبرؑ کس طرح شہید کیا
گیا۔ کس طرح اسے جنگ کی اجازت ملی۔ یہ کتنا دردناک واقعہ ہے جسے غالب
سب ہی جانتے ہیں۔ اس مضمون کو انیس و دبیر دونوں نے باندھا ہے اور اس میں
شک نہیں کہ بڑے دردناک انداز میں کہ انسان بغیر متاثر ہوئے نہیں رہ سکتا۔

دبیر

وہ درد ہے کیا درد کہ دریاں نہیں رکھتا وہ رنج ہے کیا رنج کہ پایاں نہیں رکھتا
کس زخم کا مرہم دلِ انسان نہیں رکھتا کس چاک کا پیوند گریباں نہیں رکھتا
بے نمبر جس اندوہ میں ہر ایک بشر ہے

وہ داغ پسر، داغ پسر، داغ پسر ہے

جس درد کی تسکین میں عاجز ہیں خود مند وہ درد ہے کیا رحلتِ فرزند جگر بند
جب دستِ دگریباں ہو پدر سے غمِ فرزند وہ چاک یہی چاک ہے جس کا نہیں پیوند
بیچ پوچھو تو فرزند کلیم ہے پدر کا
ناسور جگر میں نہ ہو اس تختِ جگر کا

فرزند گلِ باغ تمنائے پدر ہے بے قدر ہے وہ شاخ جو بے برگ و ثمر ہے
تعویذِ تسلیِ دلِ حسیں پسر ہے داغ اس کا شگافِ جگر و زخمِ جگر ہے
کیوں دل میں پدر کے نہ ہو ناسورِ خلف کا
جب چاکِ گہر کے لئے سینہ ہو صدق کا

انیس

دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے پسر کا داغ دل کو نگار کرتا ہے تختِ جگر کا داغ
آنکھوں کا نور کھوتا ہے نورِ بصر کا داغ مرزا جوان بیٹے کا ہے عمر بھر کا داغ
یہ حال اپنے فاطمہ کے دل سے پوچھئے
زخمِ جگر کے درد کو گھائل سے پوچھئے

ماں باپ کی آسائش و راحت پسر سے تلخی میں بھی جینے کی حلاوت ہے پسر سے
 خوں جسم میں آنکھوں میں بھائی پسر سے ایام ضیفی میں بھی طاقت ہے پسر سے
 آرام جگر، قوت دل، راحت جاں ہے
 پیری میں یہ طاقت ہے کہ فرزند جواں ہے

مالک سے بھرے گھر کے اُڑ جانے کو پوچھو گھر والوں کے اس تفرقہ پڑ جانے کو پوچھو
 ماں باپ سے قسمت کے گر جانے کو پوچھو یعقوب سے یوسف کے کچھڑ جانے کو پوچھو
 اللہ دکھائے نہ الہم نور نظر کا
 بہہ جاتا ہے آنکھوں سے لبو قلب و جگر کا

ہر اک قدم پہ سوچتے تھے سب مصلحتیں دیکھ لے تو چلا ہوں فوج عمر سے کہوں گا کیا
 نہ مانگنا ہی آتا ہے مجھ کو نہ التجا منت بھی گر کر دں گا تو کیا دیں گے وہ بھلا
 پانی کے واسطے نہ سنیں گے عد و مری
 پیاسے کی جان جائے گی اور آبر و مری
 پہنچے قریب فوج تو گھبرا کے رہ گئے چاہا کریں سوال پہ شرما کے رہ گئے
 غیرت سے رنگ حق ہوا تھرا کے رہ گئے چادر پسر کے چہرہ سے سرکا کے رہ گئے
 آنکھیں جھٹکا کے بولے کہ یہ ہم کو لائے ہیں
 اصغر تمھارے پاس غرض لے کے آئے ہیں
 گر میں بقول عمر دشمن ہوں گناہگار یہ تو نہیں کسی کے بھی آگے قصور دار
 ششما بہ بے زبان، نبی زادہ شیر خوار ہنتم سے سب کے ساتھ یہ پیاسا ہے بقرار
 بن بے جو کم تو پیاس کا صدمہ زیادہ ہے
 مظلوم خود ہے اور یہ مظلوم زادہ ہے

یہ کون بے زبان ہے تمہیں کچھ خیال ہے دُورِ نجف ہے بانوے بیکس کا لال ہے
 لو مان لو تمہیں قسمِ ذوالجبال ہے شرب کے شاہزادے کا پہلا سوال ہے
 پوتا علیؑ کا تم سے طلبگار آب ہے
 دید کہ اس میں ناموری ہے ثواب ہے

پھر ہونٹ بے زبان کے چوے جھکا کے سر رو کر کہا جو کہنا تھا وہ کہہ چکا پدر
 باقی رہی نہ بات کوئی اے مرے پسر سوکھی زبان تم بھی دکھا دو نکال کر
 پھیری زبان لبوں پہ جو اس نور عین نے
 تھرا کے آسمان کو دیکھا حسین نے

انیس

بوئے دکھا کے بچہ کو شاہِ تلک سریر مرتا ہے پیاس سے یہ مرا کو دکِ صغیر
 پانی ملا ہے گل سے نہ ٹکن ہوا ہے شیر لٹہ اس غریب پر کر رحم اے امیر
 مہماں بے کوئی آن کا ہونٹوں پہ جان ہے
 اس کا قصور کیا ہے کہ یہ بے زبان ہے
 برپا ہے اہلبیت محمدؐ میں شور و شین در پر پھوپھی بگتی ہے ماں کر رہی ہے بن
 آنکھیں پھرائے دینا ہے اب تو یہ نور عین لایا ہے اس عطش پہ ترے پاس اب حسین
 تجھ کو قسم ہے روح رسالت تاب کی
 ٹپکا دے اس کے حلق میں اک بوند آب کی

دبیر

راوی نے حالِ خانہ زندان ہیوں لکھا وحشت میں مثلِ قبر اور آفت میں کر بلا

آئی جو شب اسیر کو صدمہ بڑا ہوا نہ فرش تھا، نہ سایہ، نہ پانی، نہ غذا
 شمعوں کی روشنی نہ چراغوں کی روشنی
 بس ماتم حسین کے داغوں کی روشنی
 زینب کو بھی سکوت کا یار نہ پھر رہا بولے نہ اُن کے پوچھے یہ زینب کا ماجرا
 کیا جلنے کہ بعد حسین اس پہ کیا ہوا قدموں پہ بند گر پڑی پہچان کر صدا
 رو کر کیا قسم مجھے ربِّ قدیر کی
 زینب تمہیں ہو بیٹی جنابِ امیر کی

انیس

کیجئے شکستگی، خرابہ کا کیا بیاں ثابت نہ جس میں معف نہ در اور نہ سائبان
 وحشت کا گھر ہر اس کی جاغون کا مکان وہ شب کہ اکذر وہ اندھیرا کہ الامان
 غلط سرائے گور تھی، زندان کا گھر نہ تھا
 جبرے یہ تنگ تھے کہ ہوا کا گذر نہ تھا
 یہ سُن کے ہندرونے لگی تب بہ اشک و آہ پھر مڑ کے روئے حضرت زینب پہ کی نگاہ
 منہ سے ہٹائے بال تو حالت ہوئی تباہ بے ساختہ کہا کہ زہے قدرستِ الہ
 ہرگز غلط نہیں جو مجھے اشتباہ ہے
 زینب تمہیں ہو خالقِ اکبر گواہ ہے

دبیر

سو منو بے کس و بے یار ہے مظلوم حسین سخت آفت میں گرفتار ہے مظلوم حسین
 کیا سراسیمہ و ناچار ہے مظلوم حسین دل شکستہ بگر افکار ہے مظلوم حسین

نیزے کاری میں لگے زخم پہ شمشیروں کے

نیزوں کے زخموں میں پوتہ ہیں پھل تیروں کے

کیا جیسی ہے کہ غصہ نہیں آتا ہے ذرا کیا کریمی ہے کہ سر کرتے ہیں اُمت پافدا

کیا تھل ہے کہ ہر زخم پہ ہے شکر خدا کیا شجاعت ہے کہ لاکھوں میں کھڑے ہیں تنہا

تیر بھی نیزے بھی سینے پہ لئے جاتے ہیں

پر دُعا نانا کی اُمت کو دئے جاتے ہیں

انہیں

آج پتیر پہ کیا عالم تنہائی ہے ظلم کی چاند پہ زہرا کے گھٹا پھائی ہے

اس طرت شکر اعدا میں صفت آرائی ہے یاں نہ بیٹا، نہ بھتیجا، نہ کوئی بھائی ہے

بر پھیاں کھاتے چلے جاتے ہیں تلواروں میں

"مار لو پیاسے کو" ہے شور ستگاروں میں

لاکھ ششیر ہیں اور ایک تنِ اظہر ہے ایک مظلوم ہے اور ظالموں کا لشکر ہے

سیکڑوں خنجر فولاد ہیں اور اک سر ہے نہ کوئی یار نہ ہمدم نہ کوئی یاور ہے

باگ گھوڑے کی لگتی ہے اٹھا سکتے نہیں

سامنے اہل حرم روتے ہیں جا سکتے نہیں

انتخاب از مرثی میرزا دبیر

(۱) پیدا شعاع مہر کی مقراض حب ہوئی پنہاں درازی پر طادس شب ہوئی
اور قطع زلف یابی زہرہ لقب ہوئی مجنوں صفت تباہ سحر چاک سب ہوئی

فکرِ فوٹھی جرخ ہنرمند کے لئے

دن چار ٹکڑے ہو گیا بیوند کے لئے

فرار چرخ تیشہ دوراں نے ایک بار اس کوہ بے ستون فلک پر کیا قرار

نوا لگا کے تیشہ خویشید ز رنگار کی جوی شہر صبح سیاہی سے آشکار

پر شیر خوار آب پیمبر تڑپ گئے

منہ کھولا دودھ مانگا اور اصر تڑپ گئے

یوسف فراق چاہ میں ناگہ نہاں ہوا یعنی غروب ماہ تجلی نشان ہوا

یوسف دہان ماہی شب سے عیاں ہوا یعنی طلوع نیز مشرق ستاں ہوا

فرعون شب سے معرکہ آرا تھا آفتاب

دن تھا کلیم اور ید بیضا تھا آفتاب

تھی بیج یا فلک کا وہ بیب دیدہ تھا یا چہرہ مسیح کا رنگ پریدہ تھا

خورشید تھا کہ عرش کا اشک چکیدہ تھا یا فاطمہ کا نالہ گردوں رسیدہ تھا

کہئے نہ مہر صبح کے سینہ پہ داغ تھا

امید الہیت کا گھر ب چراغ تھا

روزِ سفید یوسفِ آفاقِ شبِ نقاب مغرب کی چاہ میں تھا جو وہ زیرِ آفتاب
سفلے آسماں نے کیا دیوِ آفتاب اور رسیاں شعاع کی بانہی بآب و تاب
یوسف کو دیو مہر میں بھلا کے چاہ سے

کھینچا نواحِ شرق میں مغرب کی راہ سے

نکلا اُفق سے عابدِ روشن ضمیر صبح محرابِ آسماں ہوئی جلوہ پذیر صبح
کھولا پسیدی نے جو مصلّائے پیر صبح پر سجدہ گاہ بن گئی مہرِ ضمیر صبح
کرتی تھی شبِ غروب کا سجدہ دود کو

سیارے ہفت عضو بنے تھے سجود کو

فلست جہاں جہاں تھی وہاں نور ہو گیا پھر مشکِ شبِ جہان سے کافور ہو گیا
گو یا کہ رنگِ آئینہ سے دور ہو گیا باطلِ رسالہ سے شبِ دیکور ہو گیا
کیا پختہ روشنائی تھی قدرت کے جانے میں

مضمونِ آفتاب کا زردوں کے نامے میں

جو زراعتِ غنائوں کے ہوئے جولاں جو راہوار سیارے بھولے سیر و تماشاے روزگار
تاری ہوئے جو صرّ چراگاہ ایک بار باقی نہ کہکشاں کی رہی کاہِ روزگار

بر بادِ سبزہ روشنی کہکشاں ہوا

یا مالِ برج سنبلا آسماں ہوا

تیرانِ شیرِ حق تھے شریکِ ثواب صبح سگِ فسلانِ شام تھے مشنولِ خواب صبح
پیشِ نگاہ تھا ورقِ انتخاب صبح اور اس ورق پہ مصحفِ نورِ آفتاب صبح

شانِ نزولِ سورۃ الفجر یاد تھی

مشتاقی بہشت تھی فکرِ جہاد تھی

کھوئے ہوا میں طائرِ زریں نے بالِ دپر بیٹھا وہ آکے چرخِ چہارم کے بام پر
 دانے تاروں کے جو پڑے تھے اُدھر اُدھر منقارِ زریں چُن لئے اس نے وہ سرسبز
 پھر میہمانِ چشمہ بہتاب ہو گیا
 چشمہ تو خشک اور وہ سیراب ہو گیا

پھر تھا ہمائے اوجِ سعادت شکستہ بال جزا شک آب و دانہ کا تھا دیکھنا محال
 تھا پیاس سے سکینہ و اصغر کا غیر حال منہ زرد ہوئے اور زباں سوکھی آنکھ لال
 وہ دودھ دودھ کہتا تھا رو کر اشارے سے

یہ پانی پانی کہتی تھی زہراء کے پیارے سے
 تھے خرمنِ فلک پہ ابھی دانہ، نجوم بونے لگا جو تخمِ ستم ابنِ سعد شوم
 غلے کے بانٹے کو ندا دی علی العموم مانند مور دانہ زودن نے کیا نجوم
 غلہ یہ سب قضا نے پئے اشقا لکھا
 اک دانہ پر بھی نام نہ شپیر کا لکھا

رو مال ظالموں نے زمیں پر بچھا دیئے حصّے عمر نے لے کے برابر لگا دیئے
 اور افسروں کو بدرے کے بدرے اٹھا دیئے پھر سر بہ مہرِ صرّہ زر بھی دکھا دیئے
 لب کھوئے جو فروشی و گندم نہائی میں
 ہاں اے دلیر و جان لڑانا لڑائی میں

ہاں! اے نمک حلاوت نہ ہمت کو ہاریو بھوکے کو بھوکا پیاسے کو پیاسا ہی ماریو
 ابنِ معاویہ کی خلافت سنواریو سید کے سر کو سینہ پہ چڑھ کر اُتاریو
 اب تو ہے غلہ کل زر و جاگیر مال ہے
 شپیر کو جو ذبح کر دے سب حلال ہے

زینبؓ نے رفتہ رفتہ جو یہ شور مچایا بے ساختہ حسینؑ کے فاتے پہ رو دیا
جنگل کو رخ کیا کبھی شرب کو رخ کیا آواز دی کہاں ہو تم اسے فخر انبیا
قربان جاؤں قبر میں اس شب کو موتے ہو

یا کر بلا میں اپنے نواسے کو روتے ہو

نانا یہ کلمہ گو ہمیں ناحق ستاتے ہیں پیتے ہیں خود ہمیں نہیں پانی پلاتے ہیں
انصاف کے لئے نہیں کیوں آپ آتے ہیں اتنا تو پوچھئے یونہیں یہاں بلاتے ہیں

غذہ سیاہِ شام میں تقسیم ہوتا ہے

گنبد تمھارا تیسرے نلتے سے روتا ہے

سجادے پر کہیں تھا امامِ فلک سکاں تقسیمِ غلہ کا جو ہوا حال ناگہاں

ارزاں دیا رفیقوں کو وہ غلہ گراں جس غلہ گراں کے تھے نور دے آسماں

گندم کے بدلے جنتِ آدم میں گھر دیا

گھر کیا کہ کائنات کا تختہ رکھ دیا

داں غلہ دے کے سبے محتاج ہوئے عمر کھاؤ کہ اب زندانِ کربلا ہے

اس جنگ میں ہر اس و نرد دے سر بسر ایماں کا نقص جان کا شہر

اُمت سے سامنا ہے امامِ جلیل کا

کاٹ ہے جس کے باپ نے پر جبریل کا

آج ایک دن میں حمزہؑ صاحبِ قرآن ہے ج بندہ حسینوں کا ہے جو

آج ایک علیؑ کی طرح شجاع جہاں ہے آج شہروں میں ان کی تیغ کا گھر

ہاں صبح ہے قریب نہ کھانے میں دیر ہو

ان بھوکے پیاسے شیروں سے لڑنا ہے سیر ہو

۲۱
 بڑھ کر عمر سے کہنے لگے بانیِ رستم اپنی تو یہ غذا ہے کہ بھوکے رہیں حرم
 نوافل پکارا سیر ہیں آب و غذا سے ہم کھائی ہے آج قتلِ علمدار کی قسم

چلایا شمر ہم تو اسی وقت کھائیں گے
 جب تین دن کے پیاسے کا سرکاٹ لائیں گے

۲۲
 بولا عمر کہ بیٹھو یہ باتیں روا نہیں منہ کا نوالا شیروں کا سرکاٹنا نہیں
 دعویٰ ہے سند سے تمہیں کچھ حیا نہیں رستم بھی بھوکا پیاسا کسی سے رخصتا نہیں

اُترے نہ ہوتے تم جوں لبِ نہر چین سے
 پھر دیکھتا ہوں رڑتے ہو کیونکر حسین سے

۲۳
 یہ جو کہا عمر نے وہ چپکے چپے گئے عقل نقد دیں کے عوض جنس لے گئے
 سید کے قصہ ذبح پہ سب غلے گئے اوریاں عمر کے اسبِ عراقی کسے گئے
 زیب دے کئے عمر نے سلح کارزار کے

حارم لے آئے چرخ سے تیغیں اتار کے

۲۴
 بکتے لگتا سلاح و نثار و پردغا کی خود ہی خود نمائی سے زیب سرد
 یا ماہِ آفتاب کو گویا گہن لگا یا دارِ قد پہ کفر کا بختِ سپر جڑا

ایک نام میں جو ڈالے تھے رخسے یزید نے

ان کو کیا زرہ تنِ عمرِ پلید نے

۲۵
 پاؤں میں پہنے موزہ گمراہی جہاں کج فہمی سے معاویہ کی اُس نے لی کہاں
 اور تیغ بند بند جگر نثار کی زباں فردِ سپر تھی نامہ اعمال شامیاں

چار آئینہ وہ رنگ بھرا اس پلید کا

دلِ شمر و شیت و ابنِ زیاد و یزید کا

نیزہ سنان ابن افس کا تھا دستِ جور یہ نیزہ اور حسین کا سینہ مقامِ غور
ترکش بھی تھا وریدہ دہنِ حرملہ کے طور گویا سوائے تیر نہ اس کی زباں تھی اور
اولِ خدنگ اُس کا چلے شاہِ خلق پر

آخر کو تیر حرملہ اصغر کے حلق پر
پھر زہر کے بجگھے ہوئے خنجر طلب کئے اپنے لازموں پہ وہ تقسیم سب کئے
سامانِ میہمانی شاہِ عرب کئے ٹکڑے نبی علی کے جگر بے سبب کئے
مانگا شقی نے تو سنِ زہریں بحام کو

کھاپی کے فوج بھی ہوئی حاضرِ سلام کو

کثرت پہ فوج کی ہوا ناداں وہ خود پرست بولا کہ اپنی فتح ہے شتیر کی شکست
پہلے کیا فرات کا ظالم نے بند و بست بٹھلائے دس ہزار زہرہ پوش تیز دست
دیوارِ آہنی لبِ دریا بلند کی

دریا نے بانگہائے حسنا بلند کی

گھاٹوں کو روک کر یہ پکارا کہ ہاں سنو بے آبرو کروں گا نہ مانے کا حکم جو
پائیں نہ ایک قطرہ شہنشاہِ نیک خو بیت کے غسل کو نہ وضو کو نہ پینے کو
جاں بر نہ تشنگی سے امامِ حجاز جو

خشکی میں غرقِ آلِ نبی کا جہ ساز ہو

دورِ شترہ ہزار سوارانِ نیزہ دار قومِ اسد کے گھیرنے کو بھیجے ایک بار
یعنی بنی اسد اسد اللہ پہ میں نثار ایسا نہ ہو کہ آئیں سوئے شاہِ نامدار

اُن سے جدا حسین رہیں وہ حسین سے

ہم سیدوں کو ذبح کریں رگن میں چین سے

چیدہ کیا ہزار جوانانِ ناخلف اس عہدے پر کیا انھیں منصوب ہر طرف
ساغر بکھ رہیں وہ تنک فون ہر طرف جب العطش کہیں دُرِ پاک شہِ نجف
پانی انھیں دکھا کے یہ بے آبرو بہائیں

پانی بہا کے تشنہ لبوں کا ہو بہائیں
چالیس سو پھر اُس نے کماندارِ روسیہ بٹھلائے چار گوشوں میں گردِ خیام شاہ
سادات کے لئے نہ رکھا گوشہ پناہ روح بتوں کہتی تھی رو رو کے آہ آہ
جلا دلا کہ تیغوں سے اک سر اٹھائیں گے

ناچار کر کے یہ مرے بچے کو ماریں گے
الفصل نہ دبست یہ جب کر چکا غم انعام دے کے پیکوں سے بولادہ بگم
ہاں اب گھڑی گھڑی کی مجھے لا کے دُخیر نکلیں ادھر حسین تو ہو صف کشی ادھر
نستابوں آن بان پہ سادات مرتے ہیں

دیکھوں تو موسیٰ کہاں شہیر کرتے ہیں
شہنشاہوں ابھی نہ روز نے مارا تھارات پر جو اہل شام بیٹھ چلے یاں ذرات پر
بلوہ کیا عدو نے شہ نیک ذات پر ظلمت محیط ہو گئی آبِ حیات پر
شب کیا گئی نصیب کا کچھ پھیر ہو گیا
ہوتے ہی صبح خیمہ میں اندھیر ہو گیا

کھینچوں مرقعہ سحر شاہ خاص و عام جس کے حضور صبح عمر کی تھی عین شام
ہاں تو یہ دھوم دھام تھی اوریاں خندِ لہام تسبیحِ فاطمہ ہی ابھی پڑھتے ہیں امام
واں کلمہ کفر کا یہاں شکرِ غیور کا
واں جہادہ نار کا یہاں سجادہ نور کا

کیا رو سفید فوج خدا ہے ظہور صبح آتی ہے اُن کے عقد عبادت میں حور صبح
 بُخ سے طلوع مہر جبین سے ظہور صبح اِک سمت اُن کا نور ہے اِک سمت نور صبح

سر سجدے میں بدن ہے قیود و قیام میں

کیا صبح کی بہار ہے فوج امام میں

آواز اِکبریا جو ملائک سُنا تے ہیں غازی نماز پڑھ کے مصلی اُٹھانے ہیں
 نقیب کی بھی دُعا میں مگر پڑھتے جاتے ہیں سجدہ کو آستانہ سولا پہ آتے ہیں

در پر رکھے جبینوں کو سب خوشحال ہیں

ایک آسماں ہے اور ہر ہشت ہال ہیں

یہ غابد شب زندہ دار ہیں مانند مہر شقی روزگار ہیں

کوع میں لیل و نهار ہیں مثل زمیں سجود میں یہ خاکسار ہیں

سجدہ کی اُن کے ہاتھ سے کیا تندر پڑھتی ہے

تسبیح ان کے ہاتھ میں تسبیح پڑھتی ہے

خ و تو ہے لڑاں بدن تمام پوچھو جو غ قلب تو دل سے سوئے نام

یہ ہے کہ کس شے کا ہے یہ نام جس کو کار کہتے ہیں وہ ہے یہ والقبام

روشن ہے ان کا اور عبادت جہان پر

سجادہ ہے زمیں پہ نماز آسمان پر

عالم اُن کا ہے مزاج صداقت زبان ہے

ہمت اُنھیں کے ہاتھ کا ایک استخوان ہے

ذو دس اُن کا خلق ہے نور اُن کا شمع ہے

ایمان اُن کا دل ہے حیا اُن کی چشم ہے

۴۱ ہے دست بوس ایک کے شمشیر آبدار دیر نجف کا ستجہ کسی کے گلے کا ہار
کوئی خیال حور شہادت سے ہم کنار کوثر پہ آنکھ ایک جری کی جباب وار
کہتے ہیں راہِ حق میں شرف کی کمی نہیں
اس راہ میں جو خاک نہ ہو آدمی نہیں

۴۲ سمجھے ہے نامرادی دُنیا کو یہ مراد دل اُن کا غم میں شاد ہے غم اُنکے دل میں تباد
ہر غصہ میں ہے دل کی طرح سے خدا کی یاد قرآن پڑھنا ختم ہے اُن پر درم جہاد
لڑنے میں دستِ دینِ برابر تلے ہوئے
خود رِحل کے ہیں گود میں قرآن کھلے ہوئے

۴۳ اشکریں ہیں یہ اکبر دعباس کا وتار وہ انجمن میں شمع تو یہ باغ میں بہار
آنکھوں میں وہ نگاہ تو یہ سینوں میں قرار وہ بازوؤں میں زور یہ قبضے میں ذوالفقار
ان دونوں کی یہ فوج خدا میں مثال ہے
دریا میں وہ گہر ہے یہ معدن میں لال ہے

۴۴ وہ چشم ہے پاک میں تو یہ تل ہے سینے میں حیدر وہ کعبے میں یہ پیر مدینے میں
یوسف وہ خطبے میں وہ سکندر نگینے میں آبِ بقا وہ چشمتے میں یہ زرِ خزینے میں
وہ آبِ موتیوں میں یہ اک گل ہزاروں میں
خوشبو وہ پھولوں میں یہ تکتی ستاروں میں

۴۵ ہر صبح مہر و ماہ کی تو کم ہے روشنی پر دیکھو ان کے عارضوں کی جلوہ انگنی
خوشید وہ جری ہے تو یہ چاند ہے غنی اک سمت کو ہے دھوپ اور اک سمت چاندنی
پانی نہ ماہ کے یہ ضیا ابرتاب میں
دیکھی نہ آفتاب نے یہ دھوپ خواب میں

۴۴۷
والشّمس سے رسولِ خدا ہیں مُرادِ رب اُس شمس کی شاع ہے اکبر کے رُخ میں سب
عباس کا ہے ماؤ بنی ہاشمی لقب وہ در ہیں اہل کے مہر و عطا کی یہ روزِ شب

بر صبح و شام روئے خلائق یہ بانہ ہیں

ذّرہ نواز بھی ہیں اور اختر نواز ہیں

۴۴۸
عباس سے یہ کہتے ہیں اکبر کہ کیوں چچا کیا ہوگا گردِ خیمہ بھی ہے لشکرِ جفا
آماں کے پردے کا مجھے اندیشہ ہے بڑا بانہ صیں گے اپنا مورچہ ہم بھی پئے و غا

خیمے سے فاصلہ نہ پیر سے جدائی ہو

یہ طور ہو اگر تو بخوبی لڑائی ہو

۴۴۹
آماں نے کہہ دیا ہے کہ بخشوں گی میں نہ شیر جیتے ترے امام کو نیزہ لگا کہ تیر
حافظ رہوں گا باپ کا میں وقتِ دارِ گیر لیکن غضب ہے والدہ گر ہو گئیں اسیر

خیر اب تو دامنِ شبِ خوشخو نہ چھوڑیں گے

جو ہو سو ہو حسین کا پہلو نہ چھوڑیں گے

۴۵۰
عباس مدح کرتے ہیں گردنِ ہلا ہلا زینب کے پانے کی یہ غیرت ہے میں ندا
وہ پوچھتے ہیں اب کہیں ہے اور ارادہ کیا یہ ہاتھ کُٹھ پہ پھیر کے کہتے ہیں دیکھنا

جینے سے ہاتھ اٹھاتے ہیں مرد اپنی بات پر

اپنا تو آج مورچہ ہوگا فرات پر

۴۵۱
کہتے ہیں جھوم جھوم کے زینب کے یادگار اک حملے میں سمند ہیں اپنے بھی پلے پار
ابنِ حسن کے حسنِ بیاں سے ہے آشکار ارزق کا زرق برق شادوں تو ہزار

دعویٰ ہیں آج حیدریوں کو بڑے بڑے

چاہیں تو غربِ شرق کو لے لیں کھڑے کھڑے

۵۰ کیونکہ نہ شیر ہوں خلفِ شیرِ کبریا سیدانیوں کا دودھ ہے ان پیاسوں نے پیا
دودن سے ایک لقمہ تناول نہیں کیا لیکن وہی ہے چہرے کی سُرخی وہی ضیا

سید ہر ایک حال میں خوشحال رہتے ہیں

کھائیں نہ کھائیں شیروں کے منہ لال رہتے ہیں

۵۱ دندان بہادروں کے گُجا اور دُر کی کلمے ہیں حرفِ دُر کے پریشاں جُدا جُدا

دندان ملے ہوئے ہیں جُدا ئی نہیں ذرا پاسِ ادب سے دور ہے گر اُن کو دُر کہا

نور کے کان چھونے سے گزرا یہ دھیان میں

دندان کا یہ بستم ہے بندہ جہان میں

۵۲ رُخ چشمہ حیاتِ اجتا کے واسطے خطِ لب کا ذوالفقار ہے اعدا کے واسطے

فیضِ دہانِ تنگ ہے دُنیا کے واسطے یاں جائے دم زدن نہیں عیسا کے واسطے

درجے دہن کے دانتوں سے اپنے زیاد ہیں

یہ وہ صدف ہیں جس کے گہر خانہ زاد ہیں

۵۳ مصحف اگر وہ رُخ ہے تو گیسو ہیں شکبار شیرازے کی طرح سے ہیں قرآن کے رشتہ دار

جلد کتابِ رُخ کی نزاکت پہ ہیں نثار خط ہے کہ جلد سے خطِ مصحف ہے آشکار

ان کے شرف پہ عزمِ قسم کا لئے ہوئے

پھرتی ہے جلد ہاتھ میں قرآن لے ہوئے

۵۴ ادر زلفِ حلقہ حلقہ ہے آرام کی جگہ ظلمت ہے جیسے خضر خوش انجام کی جگہ

اس لام کا ہے دائرہ اسلام کی جگہ یعنی علی کے دل میں ہے اسلام کی جگہ

یہ زلف و رُخ وہ دفترِ قدرتِ نگار ہے

اک بیت اس رسالے کی لیل و نہار ہے

پلکوں کے نیچوں سے زبردست زیر ہیں یاں زندگی سے ہم خوشخوار شیر ہیں
 صید انگنی پہ چشم کے آہو دلیر ہیں آہو نہیں ہیں بلکہ نیستاں کے شیر ہیں
 غیرت سے آبدیدہ ہر اک شہسوار ہے
 تیغ نگہ سناں مژدہ آب دار ہے

سینہ بگین حنا تم ایجا د کبریا کندہ ہے اس پہ نقش غلامی مرتضا
 زیر بگین ہے دل کی طرح کشور ونا میں اُن کے حوصلہ پہ فدا زور پر فدا
 ہر اک کے کام آتے ہیں یہ کام کی جگہ
 سینہ سپر ہیں مثل سپر نام کی جگہ

جو نور سب کی آنکھ میں ہے ان کے تن میں ہے تار نگاہ ناز ہر اک سپر ہیں میں ہے
 روشن ہر ایک آنکھ زرہ کے بدن میں ہے دیکھو بالذہ نہیں میرے سخن میں ہے

تن کی ضیا قرار جو حلقوں میں لیتی ہے
 پتلی زرہ کی آنکھوں میں دکھلائی دیتی ہے

کیا پیر میں کی زیب ہے کیا اسلوہ کی سج چار آئینہ ہے صوم و صلوة و زکوٰۃ و حج
 سیدھی نہیں کسی سے بجز فتح تیغ کج قاست ہے خم پہ چلتے ہیں مطلق نہیں سج
 جو ہر ہنر بہ تیغ کے قراں اٹھاتے ہیں
 قبضہ پہ مدعی قسم راست کھاتے ہیں

اُن کے عجب تیر کا ہے مرغ جاں شکار طائر کوئی اڑے نہ موہ شاخ زینہار
 پر ہر ہر خدنگ ہیں اُن کے وہ زوردار اڑتے ہیں پھل بھی شلخ کے ساتھ اُنکے بار بار

تا پیش و پس نہ آئے عد و قصد گشت پر
 اک چشم تیر آگے ہے اک چشم پشت پر

باندھے کمر جہاد پر خود لیس ہے کہاں غصے سے ایک پوست ہے بالائے استخوان
یہ قوس وہ ہے قوس قزح جن کی مع خواں نیزے سے نیزہ باز فلک طالبِ امان

اس نیزے سے مباحثے کی کس کو تاب ہے

گویا زباں کی طرح یہ حاضر جواب ہے

ڈرہال اُن کی ہے وہ بدر کہ اکثر دمِ جدلی اس بدر سے تراشے ہیں تینوں نے سو ہلال
پر ہے جہاد میں یہ وہی بدر نے زوال حقا وہ حق پہ لڑتے ہیں جو ہیں کہ خوشخصا

پس اُن کی پشت پر یہ سپر کی دلیل ہے

پشت دینا کعبہ و رب الجلیل ہے

دریا دلوں کے گھوڑے ہیں یا کشتی روا کشتی کا نقش پائیں گے دریاں
ان تازیوں کے سم کے زمیں پر نہیں نشاں انجیل میں ہے اُن کی فضیلت کا یہ بیان

قطرہ عرق نہ سوکھے گا اُن را ہواروں کا

جو داخلہ بہشت میں ہوگا سواروں کا

مضمون ہے سست رو قدم نظم لنگ ہے شوخی سے ان سمندوں کی شوخی بھی دنگ ہے
میدانِ ردیف و تافیہ کا ایسا لنگ ہے جلدی ہوا کے سامنے اُن کے درنگ ہے

دریا میں یہ نہنگ ہیں ضیفِ مصاف میں

حوریں ہیں یہ بہشت میں پریاں ہیں تان میں

طاؤس اُن کا جلوہ ہے کبک اُن کا ہے خرام سران کا پنجہ اور ہرن چشم شک فام
حور اُن کی پتکیاں ہیں پری ہے ملک کا نام بجلی بدن ہے اُن کا شر ہیں گہیں تمام

سیاب ہے پسینہ نسیم اُن کی جان ہے

رعد اُن کا ایک نعرہ ہے شعلہ زبان ہے

ناگاہ خیمہ گاہ سے شور بکا اٹھا سجادہ سے نمازی خیرالنسا اٹھا
اور سبز پردہ در آل عبا اٹھا آواز آئی بانو کی وارث مرا اٹھا

راضی سکینہ جان یتیمی پہ ہو گئیں
پہلے سے جاگتی رہیں اس وقت سو گئیں

کشتوم صبر کر چکی مظلوم بھائی کو زینب نے بھی لٹا دیا ماں کی کمائی کو
بانو نے بھی قبول کیا بے ردائی کو اب کون روکے ہائے شبہ کر بلائی کو

عابد نے کہہ دیا کہ رہ کر دگاہ میں

ہم تازیانے کھائیں گے بابا بخار میں

خدا م تازی شبہ غازی کو در پہ لائے مولائے صلہ پوش کفن پہنے باہر گئے

اور چشم سے رکاب نے دونوں قدم لگائے زینب پکاری ہائے حسنا غریب ہائے

تاریک چشم اہل حرم میں جہاں ہوا

زہرا کا چاند لے کے ستارے رواں ہوا

مثل نسیم صبح سواری رواں ہوئی پھولوں کو لے کے فصل بہاری رواں ہوئی

یا جوج فوج قدرت یاری رواں ہوئی زینب پکاری جان بہاری رواں ہوئی

باغوں میں گل زمین کے پر دیسی آتے ہیں

اتاں کے پھول خاک میں ملنے کو جاتے ہیں

مہر ذرہ غبار خریا دقار تھا مہر ذرہ اُس کا اختر خوش روزگار تھا

شیر خدا کا شیر زیاں راہوار تھا زہرا کا آفتاب اسد پر سوار تھا

وہ آس پاس تھے رفقا اُس جناب کے

یا جودھویں کے چاند تھے گرد آفتاب کے

۱۷۰ رکنِ رکینِ عرش لئے فوج کا علم کعبہ فلک پہ صرف طوافِ شہِ اُمم
چھڑکاؤ آبِ روئے مخالف کا ہر قدم ذاکبہ کی عید فوج پہ قرباں بھی دمدم

پیدا نیاز نامہ نیا اقتدار تھا

نور روز اک حسین کا تحویل دار تھا

۱۷۱ قبروں کے واسطے جو خریدی تھی کچھ زین ٹھہری وہاں سواری شاہِ فلک نشین
شکر کو اپنے دیکھ کے بولے امام دیں لے کر بلا خدا نے دے تجھ کو یہ مکین

سب شیر حق کے نعل ہیں زہرا کے پیارے ہیں

دُورِ نجف ہیں عرشِ معلّٰی کے تارے ہیں

۱۷۲ کہتے تھے کر بلا سے یہ سلطانِ کر بلا جو مثلِ سیل خیلِ جفا قہر سے بڑھا
کف باندھنے لگے رفقائے شہِ مہدا مختار اُس نے میمنہ کا شیش کو کیا

چُن چُن کے نیزہ دار بھی چالیس سو دے

رہوارِ گرم رو دے ملبوس نو دے

۱۷۳ ارزق کو تیر زن دے پنجاہ صد جُدا کی اُس نے زیبِ میسرۂ شکرِ جفا
اور دے کے دس ہزار جوانانِ پر دغا سو نیا جناحِ حنظلہ کو اُس نے بر ملا

مل کر گلے نبی و علی زنی میں روتے تھے

اک سر کے کاٹنے کے یہ سامان ہوتے تھے

۱۷۴ فرزند تھا جو اُس کا حفصِ ننگِ اشقیا رہوارِ فقرہ خلعتِ ندریں اُسے دیا
اور اُس کے سر کو تاجِ مرتضیٰ سے دی ضیا شکر کے قلب میں ولدِ القلب کو کیا

بخشی نیابتِ اپنی اُس ابنِ حرام کو

اور بیرقِ معاویہ سو نپی عنلام کو

وہ کافروں کی صف تھی رویوار جزنگاہ یاں دیکھ کر حسینؑ کے لشکر کا رعب و جاہ
پھر کر چلا جو ایک شکر سمٹ کے راہ دیوار تھی نہ راہ تھی نہ وہ صفِ سپاہ

ترپے گا بو تراب کا پیارا زمین پر
اس غصے سے شکن تھی زمیں کی جبین پر

صفِ باندھ کر پیر سے مخاطب ہوا غم اکبر امام زادے ہیں تو ہے مرا جگر
اپنا حشم دکھا انھیں پھر کر ادھر ادھر سرداروں کو پکارا کہ ہاں صاحبِ ہنر

فوجِ خدا کے سامنے جاؤ رجز پڑھو

باگیں اٹھاؤ نیزے ہلاؤ رجز پڑھو

پیلے پرے سے شیث نے گھوڑا بڑھادیا تیراک چلا کے نیزے کا جوہر دکھادیا
قاسم کو دکھا شاہ نے اور مسکرا دیا نوفل نے بھی سمند سوئے شہ اٹھادیا

بولے حسینؑ بند کمر ٹوٹا جاتا ہے

دیکھو جوانو قاتل عباسؑ آتا ہے

پتہ دکھایا حرملہ نے بڑھ کے تیر کا یاد آیا شہ کو دودھ اُگلنا صغیر کا
چمکا جو بھالا ہلنے میں ابنِ نمیر کا شق ہو گیا کلیجہ رسولِ قدیر کا

بے چین دل کے درد سے ہونے لگے حسینؑ

اکبرؑ کا سینہ چوم کے رونے لگے حسینؑ

چمکا کے تیغِ شمر بڑھا فوجِ شام سے بولا ملا کے آنکھ سپاہِ امام سے
کس درجہ بغض ہے کسی پیاسے کے نام سے نکلا ہی پڑتا ہے برا خبرِ نیام سے

سادات پر نہ رحم کروں نے کرم کروں

گر پانچ حلق ہوں تو برابر قلم کروں

مولائے مسکرا کے فلک پر نگاہ کی اور دامنِ طرف سے صدا آئی آہ کی
 سب نے کہا فناں ہے کسی داد خواہ کی رو کر حسینؑ بوئے جو مرضی آہ کی
 باتوں سے اُس کی خیر نسا ذبح ہوتی ہیں
 قاتل کو میرے دیکھ کے ماں میری روتی ہیں

ناگہ رداں ہوا پسِ سعد کا پسِ ہم بن رفیق یار جلو میں ادھر ادھر
 ہاتھوں پہ خادم آگے لئے تیغ اور پیر اور اک غلام کھولے ہوئے سر پہ چتر زر
 یوں رد ہوا وہ آتے ہی اکبر کے سامنے
 فرعون جیسے خالق اکبر کے سامنے

مل کر حسینیوں نے کہا کیوں شہِ اُمم اب کب تلک سکوت کہ رکتا ہے اپنا دم
 قرنا بجایا چاہتے ہیں بانی ستم یاں صف کشی نہ مورچہ نے طبلِ ناکلم
 اب ضبط اسے وزیر یہ اللہ قہر ہے
 شیروں کے منہ پہ چڑھتے ہیں رو باہ قہر ہے

شہِ بوئے کیا ارادہ کریں صف کشی کا ہم واں لاکھ ہا بشرئے پنچے نئے غلم
 یاں دوست کیا عزیز بھی کم زندگی بھی کم مظلوم کھائیں گے مری مظلومی کی قسم
 ہر سال اس مہینے میں سب خاک اڑائیں گے
 رہنے دو اب غلم مرا شیعہ اٹھائیں گے

مرکز ہم آج قبر و جنازہ نہ پائیں گے تابوت ہر برس مرا مومن اٹھائیں گے
 ہم پانی مانگتے ہوئے دنیا سے جائیں گے شیعہ ہمارے نام پہ شربت پلائیں گے
 جب فوت وہ قضاے الہی سے ہوئیں گے
 ہم اپنے رونے والوں کو جنت میں روئیں گے

ناگہ ندا یہ آئی کہ اسے شاہِ کربلا گر اُس طرٹ بشر ہیں تو تیری طرٹ خُدا
ہاں جلد اب منکا عِلْم فوجِ کبریا باندھے پراکھڑے ہیں زیارت کو انبیاء
کس بیرق و نشان نے بزرگی یہ پائی ہے

تیرے علم کے سایہ میں میری حسدائی ہے

عباسِ نامور کو پکارے شہِ اُمم ہاں اسے نشانِ شیر خُدا لاؤ تو غلْم
خاطر نشان رکھو یہ نشان دیں گے تم کو ہم عباسِ خمیے میں گئے خوش خوش بعدِ شرم
کیا دیکھتے ہیں وہ کہ فراقِ حسین سے

خمیے میں رو رہا ہے علم شور و شین سے

غازی نے تیغ اٹھائی جو لیکر علی کا نام آئی صدِ اُعلم سے کہ عباسِ السلام
اس منصبِ فیل کا تجھ پر ہے احتشام خوں سے تری بھرے گا پھر راتِ تمام
ے فوج نے جلوس نہ دربار ہوئے گا

اس گھر میں اب کوئی نہ سہ دار ہوئے گا

الفصلہ لے کے رایتِ شاہِ اُمم چلے جنت کو سیدھے چوبِ غلْم کر کے خم چلے
اور ہاتھ میں پھر ہرا اٹھا کے حرم چلے گودی میں بچے لے کے برابر غلْم چلے

زینبِ پکاری شاہِ اُمم یاد آتے ہیں

کس شان سے نشان لے عباس آتے ہیں

یارب نشان والے کا نام و نشان رہے یہ شمس بے زوال یہ گل بے خزاں رہے
لشکر رہے حسین رہے یہ نشان رہے اس حاملِ علم پہ علی کا اماں رہے

روشن رہے قمر ستہ بدر و جنین کا

وہ خاک میں ملے جو ہو دشمن حسین کا

پڑھ کر سکینہ بولی ذرا منہ ادھر پھراؤ
پیا سوں کو اس علم کی خوشی میں نہ بھول جاؤ
بابا تو کچھ خفا ہیں تمہیں مجھ پہ رحم کھاؤ
اچھے مرے چچا ابھی دریا سے پانی لاؤ
ایسا نہ ہو کہ جا کے فراموش کیجئے

اپنے علم میں مشک مری باندھ لیجئے
چمکانکل کے خیمہ سے جو پنبہ علم
دن کو دکھائے پانچ لال ایک جاہم
ہر اک کی انگلیاں سوئے پنجہ ہوئیں علم
غُل تھا وہ نکلا راست پیغمبر اُمم
افسوس مصطفیٰ کے مددگار مر گئے

شیر خدا و جعفر و حمزہ کدھر گئے
اس شان سے بڑھا علم اقدس رسول
سب انبیا جلو میں رواں بادل ملول
کز و بیان عرش کا ہر اک قدم نزول
سرنگے ساتھ حوروں کے زیرِ علم بتل
مظلومی حسین پہ ہر شیعہ روتا تھا

اک سمت غاصبوں پہ تبرا بھی ہوتا تھا
عباس شہ کے پاس جو پہنچے علم لئے
اقبال آیا پشت پہ جاہ و حشم لئے
شانوں کے بوسے شہ نے بلطف و کرم لئے
بخشا علم تو اُس نے یہ کہہ کر قدم لئے
آقائے مجھ کو سب میں نمودار کر دیا

بے بال و پر کو جعفر طیار کر دیا
ناگاہ فضا دوڑی ہوئی آئی بے حواس
کچھ شہ کے کان میں کہا اور پھر گئی اُداس
زہرا کے لعل کو ہوا اندوہ بے قیاس
اصحاب پوچھنے لگے آ کے آس پاس
نامحرموں میں کہنے کو کیا فضا آئی تھی

بولے پیام زینب بکیں کالائی تھی

عباس ہاتھ باندھ کے بولے کہ یا امام ۹۷
 عون و محمد اُن کے پسر ہیں میں ہوں غلام
 میرے علم اٹھانے میں تو کچھ نہیں کلام
 شہ نے کہا نہیں مجھے بھیجا ہے یہ پیام

مالک ہو جس کو چاہیو جو رتبہ دیجیو
 سردار فوج کا میرے اکبر کو کیجیو

سب نے کہا یہی ہے ہمارا بھی مدعا ۹۶
 بیٹا وہاں عمر کا ہے سالار فوج کا
 اکبر پہ سرشار ہے جاں آپ پر فدا
 سالار ہوں ہمارے بھی مشکل مصطفیٰ
 گو وہ ہزار شکل پسر کی بنائے گا

نقشہ کہاں سے احمد مرسل کالائے گا

صف باندھنے لگے رفقاء شہ زماں ۹۷
 صف تھی کہ اُس زمیں پہ سیدھا تھا آسماں
 کھینچا زمیں پہ مثل فلک خط ہکشاں
 روزِ ازل سے روئے زمیں تھا نقد عیاں

پر جب درست زن میں صف فوج دیں ہوئی

غل تھا نمود بینی روئے زمیں ہوئی

پھر شہ نے کی درست صف فوج باصفا ۹۸
 بینی میں حسن چہرہ کا ہو جس طرح سوا
 روئے زمیں ہوا صف لشکر سے خوشنما
 روئے زمیں فقط نظر آتا تھا رونا

آراستہ جو زن میں صف فوج دیں ہوئی

غل تھا نمود بینی روئے زمیں ہوئی

اپنے حبیب خاص کو تو میمنہ دیا ۹۹
 بخشی جناح قلب کو اطفال سے ضیا
 اور میسرہ ظہیر کو شہ نے عطا دیا
 اکبر سے پوچھا کیوں جگر شیر کبریا

اس لشکرِ قلیل کے مختار ہوتے ہو

اک دو پہر کے واسطے سالار ہوتے ہو

وہ بولے دو پہر کا کسے انتظار ہے گر آپ حکم دیں ابھی بندہ نثار ہے
شہ نے کہا یقین مجھے اے گلزار ہے تیرا جوانا مرگ لقب آشکار ہے

یہ کہہ کے اُس جوان کو سردار کر دیا
ہاتھوں پہ نذر رکھ کے شہیدوں نے سردیا
ناگہ غم کے قصہ پہ قرنانے کی فناں بیدار کی گواہی کو ہر سو اُسے نشان
چلائے ہاتھ تل کے جلاجل کہ الاماں نقارے سینے پیٹتے آگے ہوئے رواں
دی برق نے ندا کہ دم شور و شین ہے

زہرا سے کہہ دو نوبت قتل حسین ہے
خیمہ میں دختران علی ہول کھاتی تھیں
بہر دعا مصلے برابر بچھاتی تھیں گردہ اٹھا کے وارثوں کو دیکھ جاتی تھیں
بابے کے غل سے بچوں کو دہشت جو ہوتی تھی
اصفر کے دل پہ ہاتھ رکھے بانو روتی تھی

زینب زہرا میں پہ لوٹ کے کرتی تھی یہ کلام
نوجوں کا یاں سے تا در کونہ ہے اشد ہام
گھیرا ہے سب نے فاطمہ کے نور عین کو
آؤ مدینہ والو بچاؤ حسین کو

گاہے ندایہ دینی تھی اتناں ڈبائی ہے بی بی ترے فریہ گھٹا آج چبائی ہے
کہتی تھی گاہ نرغے میں زینب بھائی ہے بابا شباب آدم مشکل کشائی ہے
گاہے پیکارتی تھی رسالت مآب کو
نانا گہن لگا ہے ترے آفتاب کو

یہ کہہ کے غش وہ بیکس و ناچار ہو گئی آغاز قتل گاہ میں پیکار ہو گئی
 سردے کے فوج شاہ سبک بار ہو گئی ہمت فدائے سید ابرار ہو گئی
 لشکر جو گرد تھا وہ نثارِ خدا کیا
 جھولے سے شیر خوار کو لا کر فدا کیا

نازاں تھا صبر صبر شہِ حق شناس پر قرباں تھا ہوش ابن علی کے حواس پر
 دریا کا زہرہ آب تھا سید کی پیاس پر مایوسی آس پاس تھی مرنے کے آس پر
 ماں رن میں اور خیمہ میں ماں جانی روتی تھی

تنہائی پر حسین کے تنہائی روتی تھی
 اُس وقت آئے شمر و عمر و بر وے شاہ بوئے سپاہ کیا ہوئی اے شاہ کم سپاہ
 کیوں ہم ہوئے تباہ کہ اب تم ہوئے تباہ اس لشکرِ تلیل پہ تھکا نہ کو واہ
 ہرگز نہ بندگانِ خلیفہ سے ڈرتے تھے
 اس فوج کے بھروسے پہ بیت نہ کرتے تھے

شہ نے کہا نہ تم میں ہے انصاف نہ حیا یہ فوج کیسی فوج کے جز و با ونا
 اس بیکسی میں بھی ہے وہی حوصلہ مرا بندہ جائیں ہاتھ یو دے کیا سروں گردا
 سر جائے گا یہ فرق نہ آئے گا بات میں
 واللہ ہاتھ دوں گا نہ فاسق کے ہات میں

ظالم پکارا سر نہ کٹاؤ تو کیا کرو اب اختیار کیا ہے کہ قصدِ و غا کرو
 بیعت کرو حسن کی طرح تو بجا کرو تیغِ بنی اُمتِ غضب ہے ڈرا کرو
 ہاشم کے خاندان میں تو سب ولی ہوئے
 لشکر شکن ہوئے تو فقط اک علی ہوئے

۱۰۰ شہ ہولے تم سمجھتے ہونا چار ہے حسین مختار سبط احمد مختار ہے حسین
 گزار ابن حیدر گزار ہے حسین قہر و جلال خالق غفار ہے حسین
 اچھا وہیں کھڑے رہو اب تم میں آتا ہوں
 اک فاقہ کش کے دودھ کی طاقت دکھاتا ہوں

۱۰۱ شہ اک قدم بڑھے تھے کہ وہ دونوں بہک گئے الٹی جو آستیں تو دو عالم الٹ گئے
 رکھا جو ہاتھ قبضہ پہ دل سب کے پھٹ گئے ہر سمت پیک رو رہے کہ طالع پلٹ گئے
 بے پیر و بھاگو تم کو قسم اپنے پیر کی

۱۰۲ کھینچتی ہے ذوالفقار جناب امیر کی
 باہر نیام سے سر تیغ رواں ہوا یا آستین سے یر بیضا رواں ہوا
 اثر در لکل کے غار سے شعلہ فشاں ہوا بے پردہ قہر خسرو کون و مکاں ہوا
 جو ہر نہ تھے وہ تیغ شہ خوشخصال میں

۱۰۳ دل کو چمکا رہے تھے ستارے ہال میں
 کھینچتے ہی تیغ نے شہ دیں کو یہ دی صدا اسے بے پسر کشندہ اصفہر کو تو بتا
 کہہ ے کہ دھڑے قاتل ہشکل مصطفیٰ زینب پکاری خیمہ کے در سے کہ مرجبا
 کوئی حسینیوں کا کشندہ نہ چھوڑیو

۱۰۴ ہاں ذوالفقار شمر کو زندہ نہ چھوڑیو
 یہ سن کے دوز بانیں نکالے ہوئے چلی سانچے میں اپنے فتح کو ڈھالے ہوئے چلی
 جو ہر کا جال دوش پہ ڈالے ہوئے چلی قبضہ میں قہر حق کو سنبھالے ہوئے چلی

سایہ کو ٹمڑ کے حکم دیا رہ نہ جباؤ
 اٹکی ابل کی پکڑے ہوئے اتا آیکو

سیفی چلی کہ سیف ید اللہ رواں ہوئی ^{۱۱۵} تیغ نگہ نیام پلک میں نہاں ہوئی
 صوفی کی طرح چاندنیں ہر کساں ہوئی ^{۱۱۶} ہستی فنا ہوئی اور اماں بے اماں ہوئی
 زیر فلک ترپنے سے اُس راہوار کے
 بجلی کے سر پہ رعد گرا چیخ مار کے
 آنکھیں زرہ کی تیغ سے گردیدہ گئیں ^{۱۱۷} مانند کاہ بر چھیاں کاہیدہ ہو گئیں
 تن پر کمانیں سہم کے چسپیدہ ہو گئیں ^{۱۱۸} تیغیں سمٹ کے قبضوں میں پوشیدہ ہو گئیں
 ترپے تو ہاتھ سے گرے ہاتھ آستین سے
 سرتن سے پاؤں رن سے رن اٹھا زمین سے
 شامی کباب تھے یہ ہوئی جب شہ زفشاں ^{۱۱۹} اہل تار بن کے ہرن ہو گئے رواں
 مصری بنات کر کے سب بوئے الاماں ^{۱۲۰} تب بن کے گبر رہ گئے پتھرائیں پتلیاں
 زردار زرد ہو کے گل اشرفی بنے
 نصرانی خاک ہو کے گل ارمنی بنے
 ترچھی رواں پیادوں کے سر پر اگر ہوئی ^{۱۲۱} سیدھی وہ صف رواں تیر سقر ہوئی
 اللہ ری صفائی لہو میں نہ تر ہوئی ^{۱۲۲} گردن تو اک طرف نہ خبر کو خبر ہوئی
 تیغ رواں کی طرح جدھر یہ پٹ گئی
 گردن سر آگے پھینک کے پیچھے کو ہٹ گئی
 وہ تیغ یوں چمک کے سوئے راست چپ گئی ^{۱۲۳} کوڑا لٹکایا رعد نے بجلی ترپ گئی
 بن کر سپاہ کے لئے لرزے کی تپ گئی ^{۱۲۴} دوزخ کے شعلوں کی کفنی تن پہ نپ گئی
 دل ناریوں کا تپ کی حرارت سے جل گیا
 کچھ کچھ بخار تیغ کے دل کا نکل گیا

۱۲۰ بڑھتے ہی سرخرو ہوئی تیغِ خجستہ فال منہ ہو گئے لہو سے سیہ باطنوں کے لال
خون اُس نے ظالموں کا بہایا دمِ جدال مادر کا شیر جیسے کہ فرزند پر حلال
بارہ برس میں یوں نہ کسی کا لہو ملا

جو ایک دم میں تیغ سے خونِ عدو ملا
۱۲۱ سایہ رسالہ داروں پہ اُس تیغ کا گرا بجلی گری کہ شعلہ چہرہ خدا گرا
ابتلا تو شور مل کے اٹھایا کہ کیا گرا اور تن جدا سمند جدا سبز جدا گرا

تنہا نہ فرشِ خاک پہ خونِ عدو بہا
سایہ کی کیا بساط تھی اُس کا لہو بہا

۱۲۲ قبضہ میں اپنے تیغ دکھاتی تھی جزدِ گل گہ موج کے سمندر و گہ طاق و گاہِ گل
گہ شعلہ گاہِ آتش و گہ بلغ و گاہِ گل گہ سیل کی صدا کے طوفاں کا گاہِ گل
غل تھا کہ دھوپ دیکھنے کو سب سے ہیں
چھایا ہے ابر تیغ علی سر برستے ہیں

۱۲۳ یہ کلب تیغ فرد سپر پر جو چل گیا ہو کہ بڈھال ڈھال کا چہرہ بدل گیا
فورا سپر میں ڈوب کے باہر یہ پھل گیا گویا گہن میں آیا ہلال اور نکل گیا
تن غرب تھا کہ شرق تھا اہل جدال کا
پر اُس پہ تھا طلوع و غروب اس ہلال کا

۱۲۴ جو تیغ زن کہ طاق تھے شام و عراق میں وہ جفت مرگ ہو گئے کفر و نفاق میں
پہنچی پے مشقت مالا یطاق میں عبرت کو سب نے رکھ دیا تیغوں کا طاق میں
نے نصرت نہ طاق وہ تیغوں کے رہ گئے

یہ آبرو رہی کہ بدن ساتھ بہ گئے

ابر و کی شکل تھی دم شمشیر سے عیاں
یوں جسم رعشہ دار سے روئیں ہوئیں رواں
چلتے ہی رن میں بندھ گیا بھونچال کا سماں
جس طرح بھاگیں زلزلہ میں چھوڑ کر سکاں

اس زلزلہ میں خانہ زریں آسیا بنے

پس پس کے راکبوں کے بدن طوطیا بنے

وہ تیغیں ذوالفقار کے نعروں میں آگئیں
یکسر شکستِ ناشِ سرِ دست کھا گئیں
جو ہر کی تنگ چٹمی سے آنکھیں چرا گئیں
تھیں آپ کم حیا کہ غرق میں نہا گئیں

تیشہ بنی پہ تیغوں کے دندانوں کے لئے

تیغوں کے دانت نکلے تھے بل کھانے کے لئے

دکمت میں آنے جانے کو آبِ حیات تھی
اندھیر کرنے کو یہ قیامت کی رات تھی
اور روشنی میں نیرِ اعظم کی ذات تھی
منہ سے نکلنا اس کے لئے ایک بات تھی

زن میں تو کافروں کے فقط حلق پر پھری

پر شہروں میں زبانون پہ مثلِ خبر پھری

آخر پکارے سب کہ پمیر کا واسطہ
اے تیغِ نوجوانی، اکبر کا واسطہ

اے تیغِ روحِ فاتحِ خیبر کا واسطہ
اے تیغِ خود رسائیِ اصغر کا واسطہ

کوفہ کی یا کہ شام کے جانے کی راہ دے

پہنچے سزا کو اپنی ہمیں تو پناہ دے

قبضہ کو چوم کر یہ پکارے شہِ زمیں
بس ذوالفقار بس کہ لڑتے ہیں سب کے تن

شمشیر نے جواب دیا ہو کے نعرہ زن
کچھ یاد ہے جناب کو ہمیشہ کا سخن

لاشوں کے شام و کوفہ کے میدان بھردنگی میں

دم لوں گی جب کہ شمر کو بے دم کر دنگی میں

مظلوم نے کہا کہ خدا کی رضا نہیں زینب کو ہے وہ درد کہ جس کی دوا نہیں
میری قضا ہے شمر کی اس دم قضا نہیں معلوم تجکو مصلحت کس پر یا نہیں

نذیر یہ آج لوٹے گا زہرا کی آل کا

کاٹے گا یہ گلا ترے صاحب کے لال کا

شہ نے کہا کہ پھر مجھے بے سر کرے گا کون مظلوم کا گلا تہِ خنجر کرے گا کون
تشہیرِ اہلبیت کو درد کرے گا کون ویران آج فاطمہ کا گھر کرے گا کون

جانے دے قتلِ شمر سے کیا تجکو کام ہے

یہ تیغ یہ حسین کے قاتل کا نام ہے

مظلوم نے کہا یہ خیالِ محال ہے جیتے ہیں اس کی مصلحتِ ذوالجلال ہے
سید کا خون دین میں اس کے حلال ہے میں کوئی دن جہاں میں ہوں وہ یکساں ہے

سیدانیوں کو وہ ابھی درد بھرائے گا

سب ظلم ہو چکے گا تو قرآن پہ آئے گا

روٹی ہوئی وہ تیغ در آئی نیام میں اور شاہِ بے سپاہ گھرے فوجِ شام میں
آئے ملکِ فلک سے رکابِ امام میں ہر اک یہ نوحہ کرتا تھا اس اثرِ دہام میں

روحِ الایں پروں میں چھپا لو حسین کو

لے جا کے عرشِ حق پہ بٹھا دو حسین کو

عابر نے ہاتھ اٹھا کے ندادی نہیں نہیں اب تیغ سے پناہ گلے کو کہیں نہیں
غیر شکن کا بیٹا ہوں چیں برہیں نہیں شوقِ کدے ہے خواہشِ عرشِ بریں نہیں

مگر حسین مرتبہ معراج پاسے گا

اب آسماں پہ لاشہٗ شہید جاے گا

پیری میں نوجوانی اکبر کو رو چکا ^{۱۳۵}
 ششماہہ بچہ قبر کے جھولے میں سو چکا
 بابا کی بھی کمائی کو دریا پہ کھو چکا
 کٹنا ہے حلق خیر جو ہونا تھا ہو چکا

اب جلد جاؤ تم کہ مجھے جلد مرنا ہے

دوزخ سے سارے شیعوں کو آزاد کرنا ہے

خاکِ شفا سروں پہ اڑاتے چلے ملک ^{۱۳۶}
 پیچھے تھے تا فلک کہ لہڑنے لگے فلک
 خون جگر سے سب سے بڑی قوت تھی ملک
 اور یہ فغاں زمیں سے گئی آسماں تک

فریاد گوشوارہ عرشِ خدا رگرا

لو خاک پر ستارہ خیرالنسا رگرا

گرتے ہی خاک پہ شہر دیں کو غش آگیا ^{۱۳۷}
 خنجر لگا گیا کوئی نیزہ لگا گیا
 پھر بھی نہ کوئی پیاسے کو پانی پلا گیا
 کھولی جو آنکھ میں نے بکھر تھرا گیا

سر کاٹنے کو پاؤں کسی کا نہ بڑھ سکا

جز رنگ نہ رہا کوئی منہ نہ چڑھ سکا

پر آہ آہ شمرنے بڑھ کر غضب کیا ^{۱۳۸}
 چلاتے آئے قبر سے محبوب کبریا
 سینہ یہ سوزہ حلق پہ خنجر کو رکھ دیا
 باہیں گلے میں ڈال دیں خنجر پکڑ لیا

زہرا پکاری یہ دل حیدر کا چین ہے

میرا حسین ہے ارے میرا حسین ہے

اے شمر مصطفیٰ کی رسالت کا واسطہ ^{۱۳۹}
 اے شمر اہل بیت کی حرمت کا واسطہ
 اے شمر مرتضیٰ کی امامت کا واسطہ
 اے شمر کبریا کی عدالت کا واسطہ

صدتے نبی کی روح کا حیدر کی کور کا

تو گل نہ کر چہراغ پیمبر کی گور کا

روشن اسی نوا سے سے نانا کا نام ہے یہ سر پرستِ عترتِ خیر الانام ہے
خنجر نہ پھیر پیاس سے یہ خود تمام ہے آخر خدا ہے حشر ہے اور انتقام ہے
لہذا جانیوں کو نہ میرے تباہ کر

تو اس کے ننھے بچوں کے اوپر نگاہ کر
چلائی در سے زینبِ مضطر میں وا افا اماں تو آئیں میں بھی نکل آؤں ننگے پا
بولی سکنہ روک لوں میں خنجر جفا باقر پکارا رو کے یں سو جان سے فدا
شاید یہ ہاتھ تھام لے معصوم جان کر

راہِ داترے گئے پہ گلارکھ دوں آن کر
مڑ مڑ کے زیر تیغ یہ بولے شہِ اُمم زینب تجھے یتیمی شہ پیر کی قسم
بٹھلا برے یتیموں کو خیمہ میں ایک دم بیٹھا ہے دھیانِ محو جمالِ خدا ہیں ہم
بچوں کو لے کے دیور بھی سے زینب تو سٹگی
یاں بوسہ گاہِ احمد مختار کٹ گئی

کو مومنو بپا ہوا محشر بپا کر د تن سے جدا ہوا سرِ سرور بکا کر د
لاشہ ترپ رہا ہے زمیں پر بکا کر د نیزوں پہ چڑھتا ہے سراپہر بکا کر د
بجوائیں نوجہیں عمرِ رو سیاہ نے
تکبیر تین بار کہی فرقِ شاہ نے

بس اے دبیر بس کہ ملک کر رہ میں جبریل دے رہے ہیں ندایوں بہ شور و
آگاہ ہو کہ قتل ہوئے شاہِ مشرقین عابدِ یتیم ہو گئے مارے گئے حسین
کھیتی علی کی لٹ گئی بستی آجڑ گئی
پر دیں میں حسین سے زینب بچھڑ گئی

مرثیہ (۲)

۱۔ گلگونہ رخسارِ فلک گرد ہے زن کی ہر خار میں خوشبو ہے بہشتوں کے چین کی
خوشیدِ نقیبانہ لئے چوبِ کرن کی کہتا ہے کہ آمد ہے خداوندِ زمین کی
مانند بَراقِ نبوی رخس ہے رو میں

روحِ الایں آتے ہیں خوزادے کے جلو میں

۲۔ رخشندہ ہے زن مہرِ درخشاں کی ہے آمد ایمن ہوا بن موسیٰ عمران کی ہے آمد
جن پڑھتے ہیں کلمہ کہ سلیمان کی ہے آمد سجدے میں ہیں سب قبلہ ایماں کی ہے آمد
پیروں کے پرے قاف میں پہوش پڑے ہیں

پر خون سے بالائے بدل بال کھڑے ہیں

۳۔ زن میں خلفِ ضعیفِ داور کی ہے آمد رخشندہ ہیں ذرے شہِ خاور کی ہے آمد
اعدا ہیں ہرن شیرِ دلاور کی ہے آمد دریائے تہور کے شناور کی ہے آمد
بالائے زمین گردِ سواری کی نہیں ہے

پر دے میں بلا گردِ زمین چرخ بریں ہے

۴۔ زن نورِ زمیں نورِ جہاں نورِ ہوا ہے ظلماتِ تلک نور سے معمور ہوا ہے
دریا صفتِ تختہ بلور ہوا ہے اب سوکھ کے کاٹا شجرِ طور ہوا ہے

عالم ہے ستاروں کا جو کانٹوں کی چمک پر

ہنستی ہے زمیں ذرہ دکن دانوں سے فلک پر

کیا یمن تجلی، ورودِ مشہ دیں ہے روشن ہے فلک پر کہ زمیں عرش بریں ہے
جو ذرہ ہے خورشید کی مسند پہ مکین ہے نگہبست وہ ہے جو صحنِ جنان رن کی زمیں ہے

اس مہر سے دزدوں کی جو تقدیر لڑی ہے

دن کو رُخِ خورشید پہ آج اوس پڑی ہے

محشر ہے عیاں ہیبتِ سلطانِ زمین ہے اے تختِ رواں روح ہے اعدا کے بدن سے
شیروں کو تعرض نہیں صحرا کے ہرن سے شاہین کے پر جلتے ہیں اب کبک چمن سے

یہ مصحفِ سُرخ بلبلوں کے پیشِ نظر ہے

ہر باغ میں سیپارہ گلِ زیر و زبر ہے

باران ہے نے رعد ہے نے برقِ فلک پر یہ اشک ہے وہ نالہ یہ آہِ دل مضطر
نئے ماہ نہ خورشید نہ گردوں ہے نہ اختر وہ داغ وہ رُخشہ وہ دُھواں اور وہ آخِر

ایاس و فضر کو ہوس سیر نہیں ہے

سیاروں کو ثابت ہے کہ اب خیر نہیں ہے

اطلس کے پھوٹنے پہ فلک کو نہیں آرام اس مرتبہ کو ٹا ہے کہ نیلا ہے سب اندام
سیاروں پہ ثابت ہوئی اب گردشِ آیام خورشید سحر کے لئے اب حشر کی ہے شام

اک دم قدم گاہِ زمیں جم نہیں سکتے

گردش میں ہیں قطبین فلک تھم نہیں سکتے

عدلِ شبہ والا کا چراغ اب ہوا روشن نونوس پئے شمع بگولے کا ہے دامن
ہے ایک جگہ باز و کبوتر کا نشیمن بجلی ابھی جل جائے جو دیکھے سوئے زمین

اللہ سے اثرِ معدلتِ ستارہ زماں کا

دل سوزِ شررِ پنبہ کا ہے ماہِ کناں کا

ذروں کی نگاہوں میں سماتا نہیں گردوں کیا دے گیا ہے سر کو اٹھاتا نہیں گردوں
کس سمت بھٹکتا ہوا جاتا نہیں گردوں پُر امن کا گوشہ کہیں پاتا نہیں گردوں
گردش بہ و خورشید کو گردوں پہ نہیں ہے

یہ پٹلیاں پھرتی ہیں دم باز پسین ہے

شیروں کا نہ بیشہ ہے نہ آہو کا ختن آج پھلی کا نہ دریا ہے نہ بلبل کا چمن آج
لعلوں کا بدخشاں ہے نہ موتی کا عدن آج مصر و حلب و زنگ ہے نہ روم دین آج
رہ جائیں گے خود برق کے پر کاے بھی جل کر

بہہ جائیں گے تلواروں کے جوہر بھی پگھل کر

کہتی ہے زمیں گنبد گردوں سے ٹھہر جا مستی پہ ہے پیغام اجل زن سے گزر جا
شہرہ جو سنا رخسارِ فلک میر کا ہر جا دل پھٹ گیا بادل کا نہ پھر رعد بھی گر جا
بجلی کی تڑپ اور کڑک آج کہاں ہے

بن بن کے شر نعل نگا در میں نہاں ہے

نے لعل یمن میں ہے نہ دریا میں گہر ہے آنسو ہے یہ سوکھا ہوا وہ خونِ جگر ہے
اس دم چمن دہر میں جو شاخِ شجر ہے وہ شاخ ہے آہو کی نہ گل ہے نہ ثمر ہے
گلچینوں کے رخ گلشنِ بستی سے مڑے ہیں

صیاہوں کے بلبل کی طرح ہوش اڑے ہیں

رن میں ہے عجب دہد بہ خسروِ عادل شمشیر ہر اک نشتر جو ہرے ہے لبھل
جوڑے ہوئے ہاتھوں کو ادب ہے جلاجل سمٹی سپر ایسی کہ ہتھیلی کا بنی تل

تینغیں ہیں نیاموں میں مگر آب نہیں ہے

ناوک ہیں طے چلوں سے پر تاب نہیں ہے

دریا میں ہے جو شور تو میداں میں ہے چل چل
 ایک ایک کا ہے مشورہ لشکر سے نکل چل
 سرپاؤں پہ پڑتا ہے ارے جلد سنبھل چل
 فقارے داماد مہی کہتے ہیں کہ چل چل
 پتلی تو ہر اک اوٹ میں مڑگاں کے نہاں ہے

بیٹائی نگر دیدہ مردم سے رواں ہے
 تائیدِ خدا پشت پہ ہے فتح و ظفر پیش
 جس طرح سے اک حرف پہ ہوں زیر و زبر پیش
 مومن کو سبق سورہ توحید کا در پیش
 بے سورہ اخلاص جُدا شام و صحر پیش
 واں سورہ میں اک زیر ہے یاں شانِ خدا

یاں زیر نہیں پشت پہ تائیدِ خدا ہے
 تقریر ہے آپس میں یہی اہل ستم کی
 آمد ہے ابھی رن میں شہنشاہ اُمم کی
 موقوف ہے پر آمد و شد سینہ میں دم کی
 دم ہوگا عدم تیغ دو دم رن میں چمکی
 لڑتا نہیں کچھ ذہن کوئی خاک لڑے گا

رن ہوگا نہ بن ہوگا وہ رن آج پڑے گا
 نامردوں سے ابنِ شہِ مرداں نہیں رکتا
 ہاں مورچوں سے رخسِ سلیمان نہیں رکتا
 بے خون پئے خنجر براں نہیں رکتا
 بے غرق کئے نوح کا طوفان نہیں رکتا
 لڑنا نہیں در پیش عذاب اپنے لئے ہیں

اب اُن کا بھگتنا ہے جو اعمال کئے ہیں
 اب ہم میں نہ تم ہو نہ یہ لشکر نہ نشاں ہے
 اب تیغ ہے نہ تیر ہے چلہ نہ کہاں ہے
 آنکھیں ہیں نہ چہرہ نہ دہن ہے نہ زباں ہے
 سردوش سے دل سینہ سے جاں تن سگرواں ہے
 اب تیغ ہے نہ تیر ہے چلہ نہ کہاں ہے

تا شام نہ تسکین سپہ شام کو ہوگی
 جیونٹی بھی نہ اب مورچوں میں نام کو ہوگی

اگلیں جو اماں اب بھی شہ دیں سے تو پائیں
 اُغلب ہے کہ اُمت پہ نہ پھر ہاتھ اٹھائیں
 منہ اپنے تو ایسے نہیں کیا جا کے دکھائیں
 اکبر کی جوانی کے مرقع کو ہٹائیں
 اس طرح مسافر کوئی تکتے نہیں دیکھا
 سردار کو یوں فوج سے چھٹتے نہیں دیکھا

اب سمجھے کہ بیکس کا ستانا نہیں اچھا
 اولاد پیمبر کا رُلانا نہیں اچھا
 دل درد رسیدوں کا دکھانا نہیں اچھا
 سیدہ پہ کبھی بات نہ اٹھانا نہیں اچھا
 سیدانہوں کی آہ سے دھواں نہیں ہے
 مہمان بلانے کا بھی کچھ پاس نہیں ہے

کیا کیا ستم و جور ہوئے آج نہ ہم سے
 رنجی میر عباس کیا گرز ستم سے
 ٹوٹی کمر شاہ بدنی بھائی کے غم سے
 سیدھے نہیں ہو سکتے ہیں اس بارِ الم سے
 زخمی کیا برتھی سے جگر پورِ نظر کا
 حضرت کے کلمہ کو دیا داغ پسر کا

زینب کے جگر گوشوں پہ بھی چل گئے بھالے
 بیدم ہوئے شہیر کی آغوش کے پاس
 کب تک جگر شاہ رسل دل کو نہ بھالے
 تہ ایک طرف رہنے ہیں سب دُشمنِ دالے
 زینب کے وہ رونے کی صدا آتی ہے یاد

مانم میں جگر گوشوں کے چسپاتی ہے یاد
 بعضے رہے پُپ لیتے رہے سُن کے پکا بے
 دریافت کرو حالی تو شہیر کا بار سے
 رُخ زن کا ہے یا جاتے ہیں دریا کے کنارے
 زن میں نہ تبتہ وہ رُخ کا کرہں گے
 پیاسے ہیں بہت تبتہ ترائی کا کریں گے

لنگاہ نمایاں ہوا اک پیک بہت شاد چلایا مبارک ہو مٹی جنگ کی بھیاں
ہے قابلِ عبرت شبِ مظلوم کی روداد بیووں کو کہوں میں دیا بچوں کی فریاد
فرزندِ نبی رختِ کہن لنگ رہا ہے

روتی ہے بہن بھائی کفن لنگ رہا ہے

کہتی ہے بہن مڑ کے بقیعہ کی دوہائی اماں مجھے برباد کئے جاتے ہیں بھائی
شب کہتے ہیں زینب شدنی ہے یہ جدائی خالق نے کیا یاد قضا لینے کو آئی
یہ حکم سلاطین سے بھی مل نہیں سکتا

چلنے کے سوا عذر کوئی چل نہیں سکتا

اماں بھی بہت چاہتی تھیں نانا نبی کو پر جب اجل آئی تو نہ چارہ تھا کسی کو
بہ سب تھے پہ رو کا شبِ ضربتِ علی کو اور نہ ہر ہلاہل سے بچا یا نہ انہی کو
سب سے یہی شیوہ ہے جہان گزراں کا

دیکھئے کاحِ محسوس نے شکم دیکھا ہے ماں کا

بے فوج سلیمان و سکندر گئے زینب ایک ایک ہزاروں ہی میسر گئے زینب
دنیا سے اکیلے علی اکبر گئے زینب بانو نے دیا ساتھ نہ ہم مر گئے زینب
بچے کی رفاقت بھی نہ کی ہائے اُحد میں

تنہا علی الصفر کو سلا آئے اُحد میں

وہ کہتی ہے بھائی کسے گھربار کو سوچا فرماتے ہیں شبِ خالقِ مختار کو سوچا
یہ قافلہ سب عابدِ بیمار کو سوچا گھرِ فاطمہ کا حیدرِ کزار کو سوچا
جب شمر ہمیں ذبح کرے بین نہ کرنا

خنجر کے تلے بھائی کو بے چین نہ کرنا

سراشاہ شپتیر پہ عسریان نہ کرنا ماتم میں مرے چاک گریبان نہ کرنا
گردوں کے تلے بال پریشان نہ کرنا اُمت کے ستانے پہ کبھی دھیان نہ کرنا

غصہ شہِ مرداں کا بھلا دیجیو زینبؓ

اماں کے نخل پہ نظر کیجیو زینبؓ

یہ سُن کے سکینہ نے گریباں کیا پارا چلائی کہ حضرت نے بھی کی موت گوارا
اب کون ہے اے قبلہ حاجات ہمارا شہِ بولے خدا ہے نہ ہراساں ہو خدا را

بی بی کو تو بہلاتے ہیں سب رنج و محن میں

صغرا پہ کرو غور کہ تنہا ہے وطن میں

جس کا نہ کوئی یار وہ دگوار ہو بیٹی دُنیا میں جو بے فوج کا سردار ہو بیٹی

اکبر سے جواں کا جو عزادار ہو بیٹی کیوں اپنی اجل پر نہ وہ تیار ہو بیٹی

اب حال نہ اپنوں کے لئے غیر ہو میرا

مانگو یہ دُعا خاتمہ باخیر ہو میرا

گھبرا کے پکاری وہ گرفتار مصیبت اب مر گئے سب آگئی اس گھر پہ قیامت

اے میرے جناب اے مرے بابا مرے حضرت بچپن پہ سکینہ کے اب اتنی ہو عنایت

ناتہ دو نہ محل دو نہ پانی نہ غذا دو

لے جا کے ہمیں نانا کے روضہ پہ بٹھا دو

واں سے تو نہ بندی میں ہیں لائیں گے کفار روضے میں نبی کے تو نہ لوٹیں گے ستمکار

تھرا کے دم سرد بھرا شہ نے کئی بار فرمایا کہ اے جانِ پیر یہ بھی ہے دُشوار

ناکوں پہ کئی کوس تلک فوج لیں ہے

جز قبر کہیں جانے کی اب راہ نہیں ہے

جائے دیں جفا کار تو لے جائیں ابھی ہم ^{۳۵}
 مرنے ہوئے صفرا سے بھی مل آئیں ابھی ہم
 نانا کی لحد پر تمھیں پہنچائیں ابھی ہم
 تقدیر میں ہے حلق کو کٹوائیں ابھی ہم
 ایسے نہیں بچھڑے کہ طیس قبر نبی سے

تا حشر نہ اب ہوگی ملاقات کسی سے
 پھر عالم حسرت میں چلے شاہِ دو عالم ^{۳۶}
 اور گرد چلیں بیبیاں کرتی ہوئیں ماتم
 مجموعہٴ سادات ہوا درہم و برہم
 نزدیک تھا تھرا کے گرے عرشِ معظم
 رونا تھا قیامت حرم زار و حزیں کا

اس وقت عزا خانہ تھا خیمہ شہِ دیں کا
 بولا عمرو سعد کہو اب تو ملی کل ^{۳۷}
 جی جھوٹ گئے فوج کے افسر تھے معطل
 ناسخ کا یہ دوسواں تھا بے وجہ کی مل چل
 مرنے کو حسین آتے ہیں قصہ ہوا فیصل
 ایسا کوئی حیدر کے گھرانے میں نہیں ہے
 حضرت سائلو العزم زمانے میں نہیں ہے

یہ ذکر تھا جو نور کا مجمع نظر آیا ^{۳۸}
 بیتِ دوسرا حسن کا مطلع نظر آیا
 مجموعہٴ قدرت کا مرقع نظر آیا
 خورشیدِ نقطِ شرم کا برقع نظر آیا
 پریوں نے کہا بادِ بہاری نظر آئی
 سرتاجِ سلیمان کی سواری نظر آئی

ہر ایک طرف قدرت باری نظر آئی ^{۳۹}
 کونین کے سلطان کی سواری نظر آئی
 کانٹے ہوئے گل بادِ بہاری نظر آئی
 اعدائے کہا موت ہمارے نظر آئی
 یا شاہِ نجف کہہ کے جو شکر پہ ٹھکیں گے
 ہم کیا ہیں فرشتوں سے ہمارے نہ رکھیں گے

عکسِ سُبُخ پُر نور سے گھر بن گیا ایمن فانوس کا پردہ ہے بیابان کا دامن
کانٹے عوضِ شمع ہیں فانوس میں روشن ہے دھوپ کی گرمی کہ بے راکِ تختہ رگلشن
یہ دھوپ یہ عکسِ رُخ گل رنگ پڑا ہے

یا تختہِ الماس پہ یا قوتِ جوا ہے
چمکار کے رو کا فرس تیز قدم کو اور شہ نے نہادی عمرِ نخسِ شیم کو
او بے خبر آسانے کچھ کہنا ہے ہم کو مکار نے بتیک کہا شاہِ اُمم کو
استادہ ہوا خسروِ جمہور کے آگے

ناری نے قیام آکے کیا نور کے آگے
کی عرض کہ حاضر ہے یہ خاطر پہ پیشان بسم اللہ اگر بیعتِ حاکم کا ہے سامان
فرمایا کہ انجان نہ بن اب بھی مجھے جان ہیں تین سوال اُس میں سے جو پہل ہو دہان
یہ کہہ کے جو اب بند کروں گا میں دہاں کو

اُنت کے لئے حشر میں کھو لوں گا زباں کو
نخوت سے کہا اُس نے کہو ہم نے رضادی وہ بوئے قریشوں کی حیت بھی بھلا دی
تو نے ہمیں پانی نہ دیا ہم نے دُغادی اب راہِ وطن دے کہ نکل جلے یہ ہادی
روضہ کو پیہر کے عزا خانہ کروں گا

رورو کے وہیں ماتم اکبر میں مردوں کا
وہ بولا کہ یہ بات تو بندے نے نہ مانی لو مطلبِ ثانی کہو اسے حیدرِ ثانی
فرمایا کہ اب قبر ہے یہ تشنہ دہانی جلتا ہے کلیجہ اسے پانی اسے پانی

اللہ پہ روشن ہے پیہر کا میں جو ہوں
سمجھو نہ اہم اپنا بنی فاطمہ تو ہوں

۴۵ منہ پھیر کے حضرت سے پکارا یہ وہ ظالم کھائی ہے قسم پانی پلانے کے نہیں ہم
حضرت کو ابھی پیاس کا صدمہ ہے بہت کم اُس وقت مزا ہوگا کہ جب ترپوگے باہم

۴۶ ہے بہر جہاں نہر کے تالاب کا پانی

حضرت کے لئے خنجر ہے آب کا پانی

۴۷ اگر آپ پیمبر کے نواسے ہیں ہمیں کیا نیچے شب ہفتم سے جو پیاسے ہیں ہمیں کیا
محروم جو ساداتِ غذا سے ہیں ہمیں کیا سرنگے جو قتل شہدا سے ہیں ہمیں کیا

۴۸ پانی کی حقیقت نہیں پر تم کو نہ دیں گے

دکھلا کے بہا دیں گے مگر تم کو نہ دیں گے

۴۹ تھرا کے کہا شاہ نے ہم ایسے ہیں توبہ مہماں پہ روا ظلم و ستم ایسے ہیں توبہ
مجرم مرے نانا کے حرم ایسے ہیں توبہ ناموس شہنشاہ اکمہ ایسے ہیں توبہ

۵۰ محشر میں رسولِ دوسرا سے کبھی یہ کہنا

جو ہم سے کہا آج خدا سے بھی یہ کہنا

۵۱ کہدوں تو گھٹل کر ابھی کھسار ہو پانی جنگل میں ہر اک ذرہ ہر اک خار ہو پانی
تیرے لئے دریا میں شراباں ہو پانی اپنے لئے آتش میں نمودار ہو پانی

۵۲ چاہوں تو ابھی غرقِ تحیر میں جہاں ہو

نوارہ مرے خون سے کوثر کا رواں ہو

۵۳ پر آبِ بقا سے بھی مجھے تو ہے کنارہ پیاسا مرا شش ماہہ زمانے سے سدِ جوار
اب قتل ہی منظور ہے تجکو جو ہمارا تو حکم یہ دے فوج کو تو اے ستم آرا

۵۴ تنہا یہ نہ سب ٹوٹ پڑیں چار طرہ سے

ایک ایک رٹے حیدرِ معذرت کے خلف سے

بیساختہ ظالم نے کہا یہ بھی ہے دشوار مطلب تو یہ ہے جلد ہوں بے سرشبہ ابرار
 ناگاہ بکے طبل کھینچے خنجر خونخوار چلوں سے ملے تیر ہوئے لیس کماندار
 دل کہتا تھا رحم آیا نہ اپنے تن و سریر
 نامرد جھکے پھر شبہ مرداں کے پسر پر
 ۵۱ ڈنکے پہ لگی چوب علم ہو گئے بھالے بڑھ آئے پیادوں سے سواروں کے رسالے
 تلواریں لئے ہاتھ میں بھالوں کو بھالے اک چاند کے چوگردیہ مقرب تھے یہ ہالے
 تھا سرکہ جو فاتح خیبر کے پسر سے
 نشے تھے شجاعوں کے ہرن جان کے ڈر سے
 ۵۲ کاٹھی میں نہ ٹھہرا گیا شمشیر دوسرے وہ میان سے نکلی کہ قمر برج قمر سے
 خورشید نے کی جلوہ گری جیب سحر سے رخشاں ہوا گوہر صدق فتح و ظفر سے
 تھا ماہ دو ہفتہ کہ گہن سے نکل آیا
 طاؤس خیابان حسمن سے نکل آیا
 ۵۳ طوفان سمٹ کر لب تنور سے نکلا یا شور قیامت دہن صور سے نکلا
 یہ حسن کا جملہ لب جمہور سے نکلا پھل نور کا شاخ شجر طور سے نکلا
 خالی جو ہوا میان تو نقشے تھے غضب کے
 منہ سانپ نے کھولا تھا نکل جانے کو سب کے
 ۵۴ تھی جامہ سے باہر جو وہ تیغ شبہ عالم تن برہنہ اور سرئی بیابا کی طرح حسم
 شوخی میں غزال ختنی رعب میں فیغم پردہ میں نیزہ توصف جنگ میں رسم
 باہر جو ہوئی میان سے غل تھے یہ اجل کے
 مردانہ دلہن تندی بے حجرہ سے نکل کے

ملواری کا بڑھتا تھا کہ سب رن سے پرے تھے نوبت تھی نہ رایت نہ صغیر تھیں نہ پرے تھے
جو ہر سے کھلے پیٹ میں گٹن جتنے بھرے تھے بے فصل برابر چمن زخم ہرے تھے

جب سیر ہوئی سیر سے تو میوہ خوری تھی
پھر تیغوں کے پھل تھے نہ سناں تھی نہ چھری تھی

اس حسن سے تابندہ ہوئی تیغ حسینی خوش ہو کے کہا فتح نے یا قرۃ عینی
بے دیوں کا ہے قتل تجھے واجب عینی یہ کوئی و شامی ہیں وہ بدری و حسینی

بچھلی پہ ٹھہرتا نہ سیر گاؤں زمین پر
دم لیجیو بوسے کے لئے عرش بریں پر

پھر موزیوں کا شعلہ چمکتا نظر آیا کانٹا تھا کہ آنکھوں میں کھٹکتا نظر آیا
ناگ جہنم کا لپکتا نظر آیا جو ہر سے زرا زہر ٹپکتا نظر آیا

جو دام میں جو ہر کے پھنسا پھر نہ پتا تھا
ناگن کی طرح جس کو ڈسا پھر نہ پتا تھا

بلی کی چمک شعلہ فشانی نے دکھائی اور شمع کی ٹوچب زبانی نے دکھائی
وفان کی ٹٹ دھار کے پانی نے دکھائی گھاٹوں پہ نئی سیر وانی نے دکھائی

تھی آگ بھی اور پانی بھی اُس تیغ تضا میں
فل فل کے عدو بہ گئے دوزخ کی ہوا میں

جان دو قالب ہے مثل اہل سخن میں اس تیغ دو پیکر کے تھے پیکر کئی رن میں
لب کے بدن میں کبھی مرکب بدن میں گہہ خود میں گہہ سر میں گہے چشم و دہن میں

یہ مُردہ وہ بسمل یہ سر راہ عدم تھا
ٹولا کہ کے قالب تھے اور اک تیغ کا دم تھا

۱۱
اس صفت کو اجاڑا وہ پراکر دیا سونا شمشیر تھی یا قہر الہی کا نمونہ
چاٹا جو لہو کاٹ ہوا تیغ کا دونا نے ننگ سمجھتی تھی وہ کفار کا چھوٹا
اللہ ری صفا صاف کیا غل عدو کا

دھبہ نہ لگا دھار میں کافر کے لہو کا
۱۲
جس صفت پہ گرمی سیف صفائی نظر آئی تل کر جو پڑی ضرب ہوئی نظر آئی
ترکیب عناصر میں جدائی نظر آئی نے شانہ نہ بازو نہ کلائی نظر آئی
بازو پہ جو تڑپی نہ کسی دوش پہ سر تھا
پہلو پہ جو چمکی تو نہ دل تھا نہ جگر تھا

۱۳
اعدا کے اڑے ہوش نشانوں کے پھر ہرے اور تیر یہ سبے کہ نہ پتے پہ بھی ٹھہرے
دریا پہ نہ چوکی تھی نہ گھاٹوں پہ تھے پھرے پانی ہوئے جاتے تھے نہیبانوں کے زہرے
اس تیغ کو جو ناریوں سے لاگ لگی تھی
دریا کے کنارے بھی عجب آگ لگی تھی

۱۴
شہباز اجل تیغ تھی اعدائے پکاؤک جز موت سرد تن کا فریدار نہ گاہک
چمکنی تھا جگر سینوں میں ڈھالیں تھیں خشک بوڑھی تھی جدا چھڑ سے تو سوار سے ناوک
چلے بھی کمانوں سے کشیدہ نظر آئے
دل ابل کبادہ کے کبیدہ نظر آئے

۱۵
اُن ناریوں سے تیغ شر دم کو جو تھی لا صحرا گرہ نادر تھا ہر سائی تھی یہ آگ
سراؤں سے کہتا تھا ارے بھاگ ارے بھاگ بل کھاتا ہے من اپنا دہن میں لئے وہ ناگ
دُستے ہوئے لگ جاتی ہے اک آگ بدن میں
شدہ غضب حق کا تہ اثر کے دہن میں

عالم تھا تاظم کا صفِ جنگ میں ہر سو جس تن کے مقابل ہوئی تیغِ شبہ خوشخو
ڈر ڈر کے نکل جاتا تھا دل چیر کے پہلو نیچے سے کلائی تھی جدا شانے سے بازو

بے ضرب عیاں فضل تھا وصل تن و سر میں

دھڑ لوٹتا تھا خاک پہ سرِ سفر میں

تیزی کا یہ عالم اسے کاٹا اُسے مارا غل اٹھتا تھا پیہم اسے کاٹا اُسے مارا
یاں سرِ پیادان دم اسے کاٹا اُسے مارا حیران تھے اظم اسے کاٹا اُسے مارا

اس تیغ کے سائے کا زمیں میں جو گذر تھا

قبروں میں کسی مُردے کی گردن پہ نہ سر تھا

گہر شعلہ بھی برق جہنم نہ نظر آئی گہر ناخنِ ضرغام درندہ نظر آئی
گہر صورتِ ثعبان گزندہ نظر آئی آب اُس کی مگر زہر کشندہ نظر آئی

رکنے کا کہوں ڈھنگ دیا چال کا عالم

تھا ابروئے شمشیر میں بھونچال کا عالم

غل تھا کہ عجب ضربتِ شمشیر دوم ہے دوسرہ پہلوانِ دشتی کا قلم ہے
بہل وہ یلِ روم ہے وہ ترکِ عجم ہے وہ خاک پہ ترکش وہ کبادہ وہ علم ہے

وہ تو وہ ہے تیروں کا وہ چلہ ہے کہاں کا

کاٹا ہوا جنگل ہے وہ لشکر کے نشان کا

گہر شرق میں خورشید کے مانند عیاں تھی گہر غرب میں مثلِ مہِ نوجلوہ کناں تھی
گہر چرخ پہ روشن صفتِ کاکشاں تھی یہ تیغ کے پر تو تھے نقطِ خود وہ کہاں تھی

کب دیکھنے میں صورتِ سیفِ دوسرا آئے

ہاں موت نظر آئے تو یہ بھی نظر آئے

یاں شور و ہاں غل اُدھر آئی اُدھر آئی وہ چمکی وہ ترپنی وہ چھپی وہ نظر آئی
وہ تیر گئی خود میں وہ سر میں در آئی گردن سے بڑھی سینہ لیا تا کمر آئی

سن اُس کا گھٹا تھا جو دلیرانہ بڑھا تھا

منہ کی وہی کھاتا تھا جو منہ اس کے چڑھا تھا

تو سن کا لقب ہے شہ جن قوم پری میں شہ نہیں گرمی یہ نسیم سحری میں
پریوں سے بھی سبقت ہے اسے تیز پری میں دُم اُس کی ہے طاؤس جہاں جلوہ گرمی میں

سُرعت میں جو یہ نعل در آتش نظر آیا

خورشید بھی سیلاب بر آتش نظر آیا

اک حسن کی تصویر تھا بک سکھ میں وہ یوں دُہرا بدن آہوئی نگہ شیر کا جتوں
شہباز کا سینہ تھا تو طاؤس کی گردن دُم رشک وہ سنبلا ٹم بدر سے روشن

جادو تھا کہ اعجاز و کرامات تھا گھوڑا

چھل بل تھا چھلاوا تھا طلسمات تھا گھوڑا

ہیں شمش جہت اس خیش کی رفتارے ششہ در ماندہ ہے دور فلک افسردہ ہیں اختر
خورشید و قمر اس کی رکابیں ہیں مقرر جنبش دم جولاں ہوئی ساتھ اُسکے جو دم بھر

مدت ہوئی گھوڑا تو نگاہوں سے نہاں ہے

اب تک حرکت دونوں رکابوں میں عیاں ہے

آہو سے دو چند اُس کے طارے نظر آئے سایہ جو پھرا ساتھ چمکاتے نظر آئے
آیا جو عرق ابر میں تارے نظر آئے چل پھر فقط ابرو کے اشارے نظر آئے

یکتا ہوئے گل تین فرس دونوں جہاں میں

یہ رن میں ہے اور دُل دل و رفرت ہے جہاں میں

خورشید رکاب ایک ہے اور اک قمر اُس کی بجنے میں کوئی دم ہوئی وصلت گرا اُس کی
چلنے میں نہ وخور سے جو بد کی نظر اُس کی پھر اُس کی قبر اُن کی نہ اُن کو خبر اُس کی

سرعت مہر و خور کو یہ سکھائی ہے اُسی نے
دیکھی ہیں فلک سیر رکابیں بھی کسی نے

ہر جست میں کف منہ سے جو شبیر نے ڈالا ہر مزع ہستی میں پڑا تہر کا پالا
ساتھ اس کے پھرایہ تو کیا چرخ نے نالا سورج سے عیاں تھا کہ پڑا پاؤں میں تھالا

شبیر نہ فلک چلنے میں تو سن سے ہٹے ہیں

کو چوں میں یہ پھرتا تھا وہاں کو بچے کٹے ہیں

دھنس دھنس گیا ٹاپوں کی دھمک سرقار پس کر سیم نو سن سے جبل بن گئے ہاموں
خوریزی شمشیر سے جنگل ہوا گھگھوں ناگہ نظر شاہ گئی جانب گردوں

بولے کہ دم فرض قدیر ازلی ہے

اب ظہر کا ہے عصر کہ دوپہر ڈھلی ہے

چٹائی قضا و مدہ دفائی کی گھڑی ہے تلہ کا نہ موقع نہ لڑائی کی گھڑی ہے
اب زینب مسطرے لڑائی کی گھڑی ہے دوزخ سے غلاموں کی ربائی کی گھڑی ہے

فردوس سے زہرا کے اب آنے کی ہے ساعت

دربار خداوند میں جانے کی ہے ساعت

پر میان میں آئی تھی نہ تیغ شبہ والا جو شیث نے مارا جگر پاک پہ بھالا
فاتے میں کیجے کا لبو منہ سے جو ڈالا پھر آپ نہ سنھکے یہ ہوا دل تہ و بالا

سجدہ کی تمنا تھی جو زہرا کے خلف کو

منہ پھیر دیا کرنے میں قبلہ کی طرت کو

گر دُشہ دیں چار ہزار آئے کہاں دار
چو گرد سے اک سینہ پہ کی تیروں کی بوجھا
اور خیمہ عصمت کو بڑھا شہر ستمگار
شکر کو پکارا کہ یہی وقت ہے ہشیار

تجویز یہ ظالم کی نرالی ہے جہاں سے

جلتی ہے زباں آہ کہوں کیا میں زباں سے

اللہ سدا اُس کو جہنم میں جلائے
جس خیمہ میں جبریل امین سر کے بل آئے
نیز سے کئی اُس خیمہ پہ ظالم نے لگائے
شکر کو ندا دی کہ ترس کوئی نہ کھائے

ہاں خیمہ زنگاری شہر حبلادو

اس گھر کو مع صاحبِ تطہیر حبلادو

یہ وقت غنیمت ہے کبھی یاد کیں گے
یہاں رنج سبھی راندوں کو پہنچا سکیں گے
بے بس ہیں حرم گھر سے کہیں جا سکیں گے
شہر ہیں رخسار میں یہاں آہ سکیں گے

یاں آگ وہاں تیروں کا باراں شہ دیں پر

یہ سیر بھی دیکھی ہے کبھی روئے زمین پر

خیمہ کے جلانے کو ہوئے جمع جو مرد
دیکھا شہ منقاوم نے جو کر عصب آورد
آواز دی یہ شہر کو اوتاقِ مردود
باز آ رہے باز آ ابھی زندہ سوں میں تو

کن کو تو جلائے گا یہ کیا بے ادبی ہے

اس گھر میں کوئی اور نہیں آں نہیں ہے

کیا ماریوں کو مکر سے بھڑکاتا ہے ناری
واللہ کہ ہے نورِ خدا آں تہا نی
مانندِ فلیس ن پہ بھی ہے رحمت باری
ہاں آگ سو کل اور دھو سوں میں

جن کے لئے مخلوق فقط رحمت رب ہے

ننگو اتا ہے آگ اُن کے لئے یا یہ عصب ہے

بتلا تو جلالتے گا کسے اوستم آرا کبریٰ و سکینہ کے جلانے کا ہے یارا
یا زینب جکیں پہ ہے یہ ظلم گوارا یا عابد بیمار جو ہے پھول ہمارا
وہ رحم کے قابل ہے ستائے گا اُسے کیا
جلتا ہے بدن تپ میں جلانے گا اُسے کیا

خیمے کو نہ تو لوٹے گا کیا بعد ہمارے باندھے گا نہ بچوں کا گلا بعد ہمارے
جو چاہو کچھ وہ جفا بعد ہمارے لے لیجو زینب کی ردا بعد ہمارے
نانا کے حضور ان سے جو کُنھ موڑ کے جاؤ

پردے میں تو سیدانیوں کو چھوڑ کے جاؤں
خیمہ نہ جلا آسیر شہیر قلم کر اٹھ جاؤں میں دنیا سے تو زینب کا کھلے سر
ناگاہ پکارا عمر و سعد شکر اس ظلم کے شایاں نہیں اولاد پیر
جب تک پسر فاطمہ کا سر نہ اُتارو

ناموسِ ید اللہ کی چادر نہ اُتارو
یہ سن کے لعین جانبِ فوج عمر آیا یہ کہتا برا بر ادھر آیا ادھر آیا
لو شکر یو خوش ہو کہ دقتِ نظر آیا بے سر کرد شہیر کو ارمان بر آیا
جس کو کہ نبی زادے کا سراپا تھ لگے گا
مفلس نہ کبھی ہوگا وہ زربا تھ لگے گا

مٹکار یہ کُنتے ہی پھنستے دام ہوں میں داور سے بھڑے آگے شیطان کے بس میں
اک دم میں کیا وہ جو نہ ہوا لاکھ برس میں قتلِ شہِ مظلوم پہ کھانے لگے تسمیں
شہیر کی اک جان کے گاہک تھے ہزاروں
اک سینہ تھا اور ظلم کے ناوک تھے ہزاروں

فرزند حسن کا تھا جو عبداللہ ذی جاہ کی اُس نے نظر خیمہ سے میدان کو ناگاہ
دیکھا کہ ہے شہر پر یورش لشکرِ گمراہ بس ہائے چہ کہہ کے بڑھا جانب جنگاہ
سیدانیوں میں غل موافریاد دفنار کا

زینب نے کہا داری ارادہ ہے کہاں کا

مقتل کو نہ جا میں ترے صدقے ترے داری تیار وہاں جنگ پہ ہے شکر ناری
تم رٹنے کے قابل نہیں کیا غم تمھاری قاسم کی جونی پہ ابھی کرتی ہوں ناری
دیکھو تو وہاں بانی بیداد کھڑے ہیں

تینوں کو نکالے ہوئے جلا د کھڑے ہیں

وہ بولے کہ رکنے کے نہیں ہم پھوپھی اماں تھہراؤ نہ گھریں ہمیں اس دم پھوپھی اماں
تنہا ہیں کھڑے قبلہ عالم پھوپھی اماں غمخوار کوئی اب ہے نہ ہمہ م پھوپھی اماں

رکنے کا نہیں سینہ میں جب تک مرادم ہے

اس وقت چچا پاس نہ جاؤں تو ستم ہے

یہ کہہ کے چلا رن کی طرٹ ابن حسن آہ پہنچا جو قریب شہ دیں غنچہ دہن آہ
دیکھا کہ ہے مجروح وہ آوارہ وطن آہ تیروں سے تبا کھڑے ہے پڑے ہے بدن آہ

سینہ سے لپٹ کر کہا کیا حال ہے حضرت

منجھ زرد ہے اور خوں سے بدن لال ہے حضرت

ہیبات ابھی ختم ہوئی تھی نہ یہ گفتار جو حرم ملہ آیا وہاں تو لے ہوئے تلوار
اور غصہ سے چاہا کہ سر شہ پہ کرے وار ہاتھوں کو سپر کر دیا معصوم ناکار

بولا کہ چچا جان پہ میرے نہ ستم کر

حاضر ہے مرا سر مری گردن کو قلم کر

۹۵ عادل ہے خدا بھول نہ تو عدل خدا کو کیا ذبح کرے گا مرے مظلوم چچا کو
 یہ سنتے ہی پیارا گیا شاہ شہد کو اور سینہ سے پٹایا اس ماہِ لقا کو
 فرمایا جو گزرے وہ گزر جانے دو بیٹا
 آتی ہے بلا صبر کرو آنے دو بیٹا

۹۶ چپ رہ گیا پر منہ کو حمایت سے نہ موڑا معوں نے ادھر تیر ستم چلے میں جوڑا
 زہر کے کہاں تیر کو اس طرح سے چھوڑا بچے کا گلا چھید کے دل شاہ کا توڑا
 گردوں پہ گئی آہ شہ تشنہ دہن کی
 تھرانے لگی قبر مدینے میں حسن کی

۹۷ گھٹلا کے گرا پھول رسالت کے چمن کا پچھلی ساڑھ پنے لگا فرزند حسن کا
 اور سرد ہوا ہائے ہر اک عضو بدن کا اودے ہوئے لب پھر گئے تو دھن گیا مکا

دم نکلا گلے سے کہ ہو بہ گیا ہے

منہ دیکھ کے سکتے ہیں چچا رہ گیا ہے

۹۸ زینب درخیمہ سے یہ درد کے پکاری آباد کیا پہلو سے تاسم کو میں واری
 پیارے نے بھی جان اپنی چچا جان پہ واری جے ہے نہ دھن آئی اجل آئی تمھاری

ٹٹے کو شہیدوں سے مری جان سدھارے

لیکن یہ غضب ہے کہ پڑا ارمان سدھارے

۹۹ خیمہ سے پھرے زن کی طرف بانی بیداد اور ٹوٹ پڑا شاہ پہ سب شکر جلا د
 اک شیرنستان علی سیکڑوں فتیاد یاں نیزہ بیداد وہاں خنجر فواد

بڑھ کر تندراندازوں نے دکھلایا بھنر کو

غریباں کیا سینہ کو پہلو کو جگر کو

تھا سنگ دلوں کو جو نبی زادے سے کینہ برساتے تھے پتھر بھی سوئے شاہِ مدینہ
 سب توڑتے تھے مہرِ نبوت کا نگینہ خشکی میں ڈبوتے تھے پیمبر کا سفینہ
 وہ دھوپ کی ایذا کسی مجروح سے پوچھو
 شہید سے یا فاطمہؑ کی روح سے پوچھو
 پہلو میں نہ قائم تھے نہ ہر شکلِ نبی پاس بن باتھ کے دریا پہ پڑے سوتے تھے عباسؑ
 گردِ شہِ والا تھی نقطا بیکسی و پاس تالو سے زباں لگ گئی کس قہر کی تھی پیاس
 دل سینے میں ہلاتا تھا بدن کانپ رہا تھا
 اور بالیں پہ رہوار کھڑا کانپ رہا تھا
 فرماتے تھے اعدا سے اے پانی پناؤ وہ کہتے تھے کوثر سے کوئی جامِ سداؤ
 چلاتے تھے مولا کہ ترس زخموں پہ کھاؤ وہ کہتے تھے عباسؑ اور اکبر کو داؤ
 کیا بغض تھا بے رحموں کو شاہِ مدینہ سے
 زخموں یہ چھوڑتے تھے تک طعنہ زنی سے
 پیدا ہوئے آفاق میں ستار تباہی چھائی لگ وارض پہ اک دفعہ سیاہی
 موقوفِ نرشتوں نے کیا ذکرِ انہی مقتل کو ہرے چاہ ہزار کُن بیکارہی
 سرکھڑے ہوئے تاکہ سلطانِ زمین میں
 پر فوجتے سر پیٹے دارِ دہوکے زن میں
 دیکھا کہ زمیں پر ہے پڑا تاجِ امامت سر پر بنی آدم کے تہ سے ہے قیامت
 کہنے نہیں دیتے ہیں نمازی کو امامت ہر بار قلم کرتے ہیں طوفا سا وہ قیامت
 سینے میں سناں گنہ سے زباں نکلی ہوئی ہے
 خیمے سے بہنِ قبر سے ماں نکلی ہوئی ہے

دیکھا کہ ہے زرغے میں جگر بند پیمبرؐ باقی کوئی ہمد نہیں غیر از دم خنجر
گہ غش میں گہہ ہوش میں ہے نائبِ حیدرؐ شوق ہو کے زباں منہ سے نکل آئی ہے باہر
ہے خون جراحت کا تو مخلوط عرق میں

بالائے زمیں نیرِ اعظم ہے شفق میں

منہ پیٹ کے سب نے سر تسلیم کیا خمؐ چلائے علیک الصلوٰات اے شہِ عالم
ہے ہے ترے قاتل کلمہ گو بنی آدمؐ ہو مرضی اقدس تو انھیں قتل کریں ہم

کونین میں شہزادہ جبریل ہیں ہو

جبریل تو ہو صدرہ پہ تم خاک نشین ہو

قابیل نے بابل کا جو خون بہایاؐ نہلایا بھی کفایا بھی مدفن بھی بنایا
یہ بھی بنی آدم ہیں یہ رحم اتنا نہ کھایاؐ بس تو کیا اور نہ لاشوں کو اٹھایا

جنت میں درختوں سے نچل جاتے ہیں آدم

ہفتم سے خوزادوں کے لئے روتے ہیں آدم

لکھا ہے کہ زود و در سیدوں کو دلاساؐ قرآن کا بھی راں میرا نہیں کوئی شناسا

آدم کا شرفِ فخر ملائک کا نواساؐ اور ہائے غضب میں شب و روز کا پیاسا

پتھر ہیں جگر ان کے یہ انسان ہیں کیسے

کافر بھی نہ ہوں گے یہ مسلمان ہیں کیسے

حضرت نے کہا میری مروت سے ہے یہ دورؐ انسان نظر آنے ہیں ملک آنکھوں سے ستور

قطع نظر اس کے مجھے احساں نہیں منظورؐ سب کچھ مرے دلکے نے دیاتے مجھے منظور

مکن نہیں شپیر تمھیں حکم و عا دے

پوچھا مجھے اس دُکھ میں خدا تم کو جزا دے

بہر چند فرشتوں نے کیا شاہ سے اصرار بد کھل کا مددگار نہ راضی ہوا زہار
انکار سے حضرت کے ٹک ہو گئے ناچار کی عرض کہ مجبور ہیں ہم آپ ہیں مختار

خیر آپ نے جانے کو کہا جاتے ہیں حضرت

پر حکم خداے کے ابھی آتے ہیں حضرت

یہ کہہ کے فلک پر گئے ساکن وہ فلک کے اور حشر کیا تاج مقرب کو پٹکے
کی عرض جناب امدی میں یہ پٹک کے مشتاق ہیں امداد شہ جن دیکھتے

نوالہ کی تیغیں ہیں اور اک اُس کا گلا ہے

پیارا ترے پیارے کا گرفتار بلا ہے

پوشاک جسے عید کے دن تو نے عطا کی پُرزے ہے قبائروں سے اُس شاہ کی
جو دُستا تھا چھوٹی پہ محبوب خدا کی آج اُس کا بچھونا ہے زمیں دشتِ راکھی

ایسی کسی بسمل کو اذیت نہیں دیتے

جااد تر پنے کی بھی ہمت نہیں دتے

بد لفظ نسبت سے گئے تھے کئی باری کیا کیا نہ کہا پر نہ سنی ایک ہمارے
بھڑپے تو نکل اسے اسے خالقِ باری فرمان مدد کر تو ہمارے لئے جاہلی

پھر جانبِ مقتل ابھی پہنچا کر ہیں ہم

جا کر مدد شاہ سرافراز کریں ہم

کئی یہ ندا جا دا جارت ہے خدا کی امداد کرو مالکِ تسلیم، رسا کی
پانی جو فرشتوں نے رضا ربیہ کی بیاختہ پرواز سوئے دشتِ راکھی

یہ شوق مدد گاری شاہِ دو جہاں تھا

رستے میں انھیں سانس کا لینا بھی گراں تھا

۱۱۵ افسوس فرشتوں کو رہی حسرتِ امداد رستے میں خبر پائی کہ زہرا ہوئیں بر باد
وارد ہوئے رکن میں تو نظر آئی یہ روداد سرکاٹ کے سید کا لے جاتا ہے جلا د

زہرا و پیمبر نے کفن خوں میں بھرے ہیں

منہ اپنا علی خالق بریدہ پہ دھرے ہیں

۱۱۶ چلاتی ہے خواہر مرے بھائی مرے بھائی اے کشتہ خنجر مرے بھائی مرے بھائی
ہے مرے بے سر مرے بھائی مرے بھائی اب مر گیا سب گھر مرے بھائی مرے بھائی

کیوں بھائی سفر میں یہی وعدہ تھا بہن سے

لاشے پہ رُلاؤں گا تجھے لا کے وطن سے

۱۱۷ ہے مرے مری ماں کی مرے بابا کی کمائی لوٹی ملک الموت نے اُمت نے لگائی
دیرانے میں بستی مرے نانا کی بسائی ششما ہے کو موت آئی مجھے موت نہ آئی

وارث رہے میدان میں نہ بچے رہے گھر میں

کیا ہو گیا ہے ہے یہ غضب تین پہر میں

۱۱۸ تھے مدد کو وہ فرشتے جو زمیں پر صف باندھ کے رونے لگے لاش شہ دیں پر

پھر حق سے کہا شہ کا لہو نل کے جبیں پر یاری کی نہ صدقے ہوئے اس عرشِ بیں پر

ہچکچاہٹوں کو منہ اب تو دکھایا نہیں جاتا

کیا حکم ہے گردوں پہ تو آیا نہیں جاتا

۱۱۹ پید ہوئی آواز کہ اب حق کا ہے نراں تا دفن رہو لاشہ بے سر کے نگہاں

تمیر بویب مقبرہ شاہ شہیداں دھڑے میں کرو ماتم شہید کا ساماں

احسانِ خدا کا ہے یہ ہے حکم خدا کا

دو اس کے محبتوں کو ثواب اپنی مہکا سا

کیا تم کو دبیر اور مضامین بتائیں ہر بند پہ دیتے ہیں عزادارہ دُعائیں
 اللہ کرے ہم بھی اُسی روضہ پہ جائیں یہ مرثیہ پڑھ پڑھ کے فرشتوں کو سنائیں
 دُنیا میں اگر دولتِ عقبیٰ ہے تو یہ ہے
 باقی مرے دل میں جو تمنا ہے تو یہ ہے



مرثیہ (۳)

جب سرنگوں ہوا غم کہکشان شب خوشید کے نشان نے مٹایا نشان شب
 تیر شہاب سے ہوئی خالی کمان شب تانی نہ پھر شعاع قمر نے سنان شب
 آئی صبح جو زیور جنگی سنوار کے
 شب نے سپر ستاروں کی رکھ دی اتار کے
 شمس شرقی جو چڑھی چرخ پر شتاب پھر تیغ مغربی نے دکھائی نہ آب تاب
 تھا بس کہ گرم خنجر بیضائے آفتاب باقی رہا نہ چشمہ نیلوفر ہی میں آب
 محتاج بہ تاب ہوا آب و تاب کا
 باغ بہاں میں پھول کھلا آفتاب کا
 تھی جوش خوں کے غرض میں مبتلا شفق فتاد صبح آیا لے نشتر و طلق
 کھوئی شفق کو نصد تو رنگ افق تھا فلق گل رنگ تھا محیفہ تر دوں ورق و رنگ
 خون شفق میں سُرخ قضاے قلم کیا
 اور خط و خال روز شہادت رقم کیا
 صرف نگاہ داشت ہوا شاہ خوش نہاد دفتر گشائے کھول دیا دستہ مراد
 پتھر سے پہ صبح کے جو کیا آب زر سے صداد کا نور ہو گئی شب تاریک کی بداد
 رتبہ سے سرفراز کیا آفتاب کو
 عہد ہراولی کا دیا آفتاب کو

انگریز نوپس روز نے پھر جس قدر لکھا وہ حرف حرف موجب حکم قدر لکھا
 فریاد کو ہراول فوج سے لکھا حر کو ہراول شب والا گہر لکھا
 چہرہ تو دو ہراولوں کا ایک جا ہوا
 پر حر کا نام مہر سے روشن ہوا
 شب نے نکالا پنہا اختر جوکان سے غل نوبت سحر کا سنا آسمان سے
 اور شور کو سرحلت سرور جہان سے فریاد یا حسین حرم کی زبان سے
 نعرہ سنا اذان کا خیام امام سے
 اور اُقتلو اکسین کا غل فوج شام سے
 شہر وں دار و گیر میں تھا خسرو سحر دریا کے بندوبست میں تھا شکر عمر
 بہر میں آب نہر پہ قبضہ تھا سر بسر باطن میں سب کے مک میں تھی آتش سفر
 آواز آرسی تھی مزار رسولؐ سے
 مہر بتولؑ چمن گیا ابن بتولؑ سے
 حاروں طرف تھا بسکہ جوم سیاہ شام گویا سیاہ پوش تھا آب رواں تمام
 ہاتھ یہ تھا کہ مالک کو ترے تشنہ کام بالکل اُلٹ دے تھے جبابوں نے اپنے جام
 منہ پر چھانچے مارتا تھا دست موج سے
 دریا جو دور پیاس میں تھا شہ کی فوج سے
 جہم میں ابن سعد کے مجمع تھا بے شمار بیٹھا تھا زرد رو سر کر سی زرد نگار
 ماسوس پہلوؤں میں کھڑے تھے امید اور حکم صف کشی کا نقیبوں کو انتظار
 جو قصہ تھا سودین کے برباد ہونے کا
 جو ذکر تھا سونا طمہ نہرا کے رونے کا

کہنے لگا رفیقوں سے ناگاہ وہ شریہ اک خواب ہم نے دیکھا ہے آج اے جوان
کہنے لگے یہ دست ادب باندھ کر شریہ خیر آتنا وہ خوب ہے یا ایہا الامیر
بولا وہ فکر جنگ سے تھا اضطراب میں

اپنے نبیؐ کو ذبح کیا میں نے خواب میں
شب نے کہا کہ فتح مبارک ہو اے عمر کاٹا سر حسینؑ تو کاٹا نبیؐ کا سر
چایا شمر خواب ہے اپنا عجیب تر گویا سوار ہوں شہر بیکس کے سینہ پر
بولا میں فکر جنگ سے تھا اضطراب میں

اپنے نبیؐ کو ذبح کیا میں نے خواب میں
صدقہ خدا کے خواب میں کیا مجھے دیا بانڈ کا برقع اور سرکشوتم کی ردا
ہشیار کتنا خواب کے عالم میں میں رہا نہ نیب چھپی تو ڈھونڈھ کے خیران سرینا
نقص سی ایک جی کے گوہر اتارے ہیں
ردی ہے وہ تو میں نے طمانچہ بھی مارا ہے

ناگاہ حُرلہ نے کہا خواب سن مرا گویا کئے ہیں تو نے دو خلعت مجھے عطا
ہیں دو نشانے تیرے میرے جدا جدا اک بازو سے حسینؑ اور اک بچے کا کٹا
فرزند اور پدر کا لہو مل کے بہہ گیا
وہ تو تڑپ کے مر گیا یہ رو کے رہ گیا

بولا عمر کہہنے کی کیا اس میں احتیاج سب کچھ تمہارے واسطے ہے بعد فتح آج
جس زخم کا ر خونہ ہو جس درد کا علاج آج ابن فاطمہؑ کے لئے اس کا ہو رواج

سادات کی ردا میں بھی نوشہ کا سر بھی لو

خلعت بھی لو کتاب بھی لو مال و زر بھی لو

جاسوسوں کو قریب بلا کر کہی یہ بات
 لو تم بھی اب کہو خیر شاہ نیک ذات
 بن پانی کس طرح سے کٹی یہ تمام رات
 شب کیا تھی وار رات اور اب کیا ہے وار رات
 نامہ تو کوئی اہل وطن کو لکھا نہیں
 بہر ملک کسی کو طلب تو کیا نہیں
 کس کس کو شبہ نے اسلمہ بٹلے کچھ سنا
 شمشیر حیدری ہوئی کس شیر کو عطا
 پچھلے کو خیر گاہ میں کیوں حشر تھا بیا
 ہم کو تو دیتے ہوئیں گے شبیر بڑا
 مشتاقی اجل ہے کہ شوقی جہاد ہے
 جاسوس نے کہا کہ فقط حق کی یاد ہے
 ہر سجدہ میں شفاعت اُمت کی تھی دُعا
 کیسی مدد حسین کو بت احتیاج کیا
 اکبر سے شاہ کہتے تھے بیٹا وطن کو جا
 تنہائی کی اجل میں ہے پیارے بڑا مزا
 کب اسلمہ کسی کو دیا ہے حسین نے
 تقسیم سب کو صبر کیا ہے حسین نے
 پچھلے پہر کے رونے کا مضمون دردناک
 شبیر نے سکینہ کا کرتا کیا تھا چاک
 صفحہ پر ملی پھر اس کے یتیموں کی طرح خاک
 روتے تھے سب کہ صلح نہ ٹھہری امام پاک
 فرماتے تھے حسین کہ کل صلح ہوئے گی
 لیکن وہ صلح ہوگی کہ سب خنق ہوئے گی
 حضرت نے بیکسی سے کہا جب کہ یہ سخن
 مل کر گلے سے بھائی کے رونے لگی بہن
 پہنائے اپنے بیٹوں کو چھوٹے سے دو کفن
 زینب ہوئی جوانی اکبر پہ نعرہ زن
 غش آیا تین بار شب بے نظیر کو
 بانو سے بخشوا جب اکبر نے شیر کو

پیا سا تو ہے حسینؑ پر اس ضبط پر فدا اک چشمہ خیمہ گاہ میں اس وقت تک ۔
 پینے دیا کسی کو نہ خود شاہ نے پیا دھویا کفن کو غسل کیا اور وضو کیا

نہر بہشت بہر طہارت خود آئی تھی
 گویا رسولؐ زادے کے گھر میں خدائی تھی

لیتے ہوئے خیر جو پھرے ہم ہر ایک جا پر سوئے پشت خیمہ نہ اپنا قدم بڑھا
 آئی تھی بسے بائے پسری وہاں صدا شبیرؑ کہتے تھے یہ مری ماں کی سہ پکار
 خیمہ کے گرد نعرہ شیر آشکار تھا

آئی صدا وہ شیر خدا بے قرار تھا

بولا عم ہر ایک طرح اپنی بے ظفر ہاں اب سلاح باندھیں جوانان خوشیر
 دوڑے نقیبؑ باندھ کے دامن ادھر دھر صف باندھی چار لاکھ نے قتل حسینؑ پر

انصاف کہہ رہا تھا کہ یہ کیا خیال ہے

اے ظالمو بتوں کا اب ایک لال ہے

جب سوچے بندے تو غم یک نام کھلے تیر دغا کمانوں کی میزان میں شلے
 وہ دلت کا شور شور وہ نوبت کے غلغلے جن کی صدا سے خون ہو خشک اور بدن کھلے

زکشت کا تیر دیکھ کے آتا تھا دھیان میں

نخل کے سبب سے انگلیاں دے نی تھیں کان میں

جہاں زکشت نے آئینہ رن کو بنا دیا سقوں نے حرب گاہ میں دریا بھا دیا
 یہ نام صویر شور دہلی نے سنا دیا بانگ نقیبؑ نے دل اعدا بڑھا دیا

نخل تھا کہ کوئی دم میں شبہ دوسرا نہیں

زینبؑ کا اب جہاں میں کوئی آسرا نہیں

اب آن کر حسینؑ کا دیکھو جلال و جاہ
 بالکل شگفتہ ہے جہن قدرت از
 میدان میں سپاہ ہے خیمہ میں بادشاہ
 انجم تو محو سیر ہیں برج شرف میں ماہ
 اہل وفا سپاہ شہ دیں پناہ ہے
 دونوں کی پیاس ان کی وفا پر گواہ ہے
 تھی بس کہ آمد آمد ابن ابوترابؑ
 تھامے ہوئے خضر سے عصلے پر آب و تاب
 ایساں آب پاش تھے بادیدہ پر آب
 فرش زری بچھایا تھا فرش پر آفتاب
 حالت تھی غیر منت رسالت پناہ کی
 بالوں سے جھاڑتی تھی زہیں قتل گاہ کی
 قربان بارگاہ حسینؑ و نثار فوج
 خیمہ فلک شکوہ تو یہ فوج عرش اوج
 جنت رواق یکہ آفاق حور زوج
 دریا زرہ نہنگ سپر اور تیغ موج
 کیا ان کے آگے صولت شہاب و زال ہے
 زال ان کے رعب و دبہ سے پیر زال ہے
 رخ ایک مفسر و الشمس والضحیٰ
 خال ایک مترجم و النجم اذا ہوا
 چہرہ کسی کا زلف میں کابلہ بر فی الدجا
 فرق بلند ایک کا تفسیر و السما
 خود اوج سر ہے خود کا سر سے عروج ہے
 ہر خود سر مشرح ذات البروج ہے
 ابن حسنؑ ہے رات کا دولہا بنا ہوا
 سہرا بھی اور کفن بھی ہے سر پر بندھا ہوا
 سر بہ بیان زنگس شہلا لگا ہوا
 زنگس کہا جو چشم کو تو لطف کیا ہوا
 زنگس سے خوب ہے کہیں اس گلبدن کی چشم
 زنگس چین کی چشم یہ چشم حسنؑ کی چشم

چشم و چراغ ہے جو حسن کا یہ مہ لقا کہئے چراغ دیدہ روشن تو کیا ہوا
 پر ہے چراغ قلمقہ قدرت خدا صرصر ہو یا نسیم ہو روشن ہو داما
 زرگس نہیں ہر آنکھ تجلی کا باغ ہے

سُرمہ نہ سمجھو ہالہ کا دو چراغ ہے
 اکبر کھڑے ہیں ساغرِ عرفاں پئے ہوئے دو چار ہم سنوں کو جلو میں لئے ہوئے
 دستِ قضا میں نقدِ جوانی دئے ہوئے دل میں خدا سے عہدِ شہادت کے ہوئے
 نقشہ تھا اک نئی کا اس افلاک کے تلے

اٹھارویں برس میں چھپا خاک کے تلے
 چہرہ سے تابہ ناز ہے پیغمبرِ زمیں محبوبِ عصرِ ثانی، محبوبِ ذوالمنن
 بے ناز یا کہ عکسِ فگن غنیہ دہن بالکل خطا ہے کہئے اگر نافہ ختن
 کب نافہ ختن میں بھلا بوئے ناز ہے

یہ نازِ روح پرورِ عبیدِ مناف ہے
 نیلے ہیں لب جو پیاس سے تو حسن ہے بنا غنیہ دہن کا غنیہ نیلو فری بنا
 قاسم ہیں خلق و حلم ہے میراثِ محبتی مظلومیتِ حسین کی یاں سر سے تابہ پا
 یہ آفتابِ حسن ہے وہ ماہِ حسن ہے
 وہ شاہِ حسن ہے یہ شہنشاہِ حسن ہے

شوکتِ نثارِ شوکتِ عباس نامور اللہ کی وہ سیف تو شبیر کی پر
 حمزہ چشمِ عقیلِ شیم صاحبِ ہنر تیارِ مثلِ جعفرِ طیارِ جنگِ پر
 کہتے ہیں گو علمِ مرا نخلِ مراد ہے
 سقہ سکینہ کا ہوں یہ رتبہ زیاد ہے

لہرار ہا ہے سر پہ پھر برا بہ آب و تاب ہوتا ہے آفتاب پہ قربان آفتاب
دو فتحہ ایک لفظ علم پر ہیں انتخاب دونوں جہاں میں ہے یہ علمدار لا جواب

کیونکر گرہ کشائی میں بے مثل یہ نہیں

شکل کلید چوب علم میں گرہ نہیں

مڑ کر وطن کو کہتے ہیں باحالت تغیر اماں حسینؑ کے لئے بخشو حقوق شیر

سوئے نجف دعا ہے کہ تم ہونا دستگیر آتی ہے یہ علیؑ کی ندا اے مہ منیر

سر کو کٹا کے ہو جیو فدیہ حسینؑ کا

عباسؑ تجھ پہ دین ہے یہ والدین کا

ہیں پاس پاس مسلم و زینبؑ کے یادگار اک جا ستارے چار ہیں یا آفتاب چار

مسلم کے دونوں تخت جگر نعل آبدار زینبؑ کے نعل دُر نجف زیب روزگار

ماں باپ اُن کے جیتے ہیں اور وہ یتیم ہیں

یہ دُر بے بہا ہیں وہ دُر یتیم ہیں

قرآن ناظرین ہے رُخ غیرتِ قمر کچھ کچھ عیاں ہے سبزہ خط روئے پاک

جس طرح سے کہ سورہ اخلاص مختصر سورہ تو مختصر پہ فضیلت زیادہ تر

خط سبزہ گوں رُخوں میں عقیق مین کا رنگ

کیا چار جا ہے آج حسینؑ و حسنؑ کا رنگ

دیکھی شکوہ فوج سنو شہ کا ماجرا آخر ہوا وظیفہ آخر حو شاہ کا

اُٹھتے ہوئے مصلے سے فوراً غش آگیا زینبؑ نے دیکھا لب کو تھی جنبش کلائے خدا

سہل است گر رود سر من بر سر حسین

زینبؑ اگر اسیر شود واے بر حسین

زینبؑ پکاری ہائے مسافر اخی مرا رکھا جو ہاتھ سینہ پہ دل مضطرب ہوا
 نبضیں جو دیکھیں سست تو رو رو کے یہ کہا اے صاحبو ابھی کے ابھی میں یہ کیا ہوا
 کس کی نظر لگی مری ماں کی کسائی کو
 دم توڑتے ہیں یا کہ غش آیا ہے بھائی کو
 ناگاہ آئے ہوش میں کچھ کچھ شبہ زمین رو کہ پکاری خواہر مولائے بے ظن
 یہ غم بہن کا ہے تو میں صدقہ ہوئی بہن باقی ہے یجن کی نشانی کا ایک تن
 اماں کی طرح عشق تمھارا بہن کو ہے
 گر تم جیو تو قید گوارا بہن کو ہے
 سایہ میں آپ کے مرا سر ہوئے بے ردا میرا گلا بندھے نہ کٹے آپ کا گلا
 گھر گھر پھروں میں گھر رہے آباد آپ کا دولت نیچے بتول کی زیورہ کٹے مرا
 زنداں ہو بے ردائی ہو اور شور و شین ہو
 زینبؑ کو سب قبول ہے لیکن حسینؑ ہو
 بولے حسینؑ بس کہ ہوا ٹکڑے دل مرا میں جانتا ہوں ماں کی طرح مجھ پہ خدا
 اب صبر دے خدا تمھیں اور حشر میں جزا ہذا طریق بینی و بینک کہ میں چلا
 کیونکر خلافت مرضیؑ ربؑ قدر ہو
 شبیرؑ ذبح ہوئے تو زینبؑ اسیر ہو
 باہیں گلے میں ڈال کے زینبؑ نے دی ندا لیٹی ہوں فضا اکبرؑ و عباسؑ کو بلا
 آئے جو زن سے اکبرؑ و عباسؑ یہ کہا لو ہم سے بھائی جان بھی اب ہو گئے فضا
 اماں بھی مر گئیں مرے بابا بھی مر گئے
 مر جاؤں گی جو یہ بھی مجھے چھوڑ کر گئے

۴۵ میں تو ابھی ہوں چار بزرگوں کی سوگواؤں ناسورہ دل میں چار ہیں سینہ میں داغ چار
اب داغ پانچواں کیا قسمت نے رو بکار کیوں ماں کے ساتھ مر گئی میں جگر نگار
جس کو کہ آسرا ہو فقط ایک بھائی کا

۴۶ حال اس بہن سے پوچھئے زہرا کی جانی کا
سر خم کئے خوش کھڑے تھے قلق میں سب زینب کا بھی ادب شہ بکس کا بھی ادب
اصغر کو لائی جھولے سے وہ گشتہ رقب بولی کہ منصفو سنو انصاف سے تم اب
لوگو چھٹا مہینہ ہے اور بے زبان ہے

۴۷ قابل یتیم ہونے کے ننھی سی جان ہے
لوگو جواب کچھ نہیں دیتے زباں سے آہ تنہا نہیں میں لٹنی ہوں صوب ہوتے ہیں تباہ
آساں نہیں یتیمی اصغر خدا گواہ شہ نے کہا اک اور سنو خواہش الہ
یہ تیر کھا کے باپ کے پہلو میں سوئیں گے
عابد یتیم ہوئے گا سب قتل ہوئیں گے

۴۸ اس حرف سے قیامت گہری ہوئی عیاں بھائی بہن کے آنسو تھے رخسار پر رواں
سر کھولے گر دبیاں کرتی تھیں یہ بیا لٹے ہیں پر بلا نہیں سکتا کوئی زباں
یہ بیٹی ہے یہ لاڈ لا خیر شکن کا ہے
ہم کیا کہیں مقدمہ بھائی بہن کا ہے

۴۹ ناچار ہو کے ماں کو پکاری وہ نامراد آئی ندا کہ خیر تو ہے کیوں کیا ہے یاد
دولہا بنے ہیں کیا ترے فرزند خوش نہاد کہہ دو تو روح فاطمہ زہرا بھی ہو دے شاد

شادی سفر میں کون سی مد نگاہ ہے
اصغر کا دودھ چھٹتا ہے اکبر کا بیاہ ہے

۵۰
 زینب پکاری بھائی بہن ہوتی ہے جدا لگتا ہے بی بی آپ کا گھرا بھرا ہوا
 چوتھا برس سکیٹنے کو اور داغ باپ کا بابا کا کوچ عابدہ بیسار بے دوا
 اماں تھنڈے بال اب اصغر کے بڑھ چکے

۵۱
 اکبر تو رن کو جاتے ہیں پروان چڑھ چکے
 یہ کہہ سے منتظر تھی ندا کی وہ دل ملول آئی صدائی کی کہ غش ہو گئی بتول
 احساں ہے میری روح پہ یہ داغ کر قبول اس داغ سے ہے مغفرت امت رسول

۵۲
 ہو کر جدا حسین سے یوں نالہ کش ہوئی
 سو بار آئی ہوش میں سو بار غش ہوئی
 نصرت سرا سے پھر تو برآمد ہوئے جناب عباس لائے مرکب ابن ابوتراب
 چل جدا جدا کیا ہر ایک نے ثواب چو سے عنان نے ہاتھ گری پاؤں پر رکاب

۵۳
 جب زین ذوالجناح پہ مولا ملیں ہوا
 غل تھا کہ عرش عرش پہ گرسی نشیں ہوا
 زین حسین قدرت حق صنع کبریا دُلُہل خرام برق بجام و براق پا
 پرویں دم و سہیل دوال و قمر ضیا گلگون شاہ دیں کی نزاکت کہوں میں کیا

۵۴
 گر بوسہ زن نسیم دم سیر بارغ ہو
 فوراً نمود جلد سے لالہ کا داغ ہو

۵۵
 وہ دُلُہل و براق پہ کرتا تھا افتخار میرا سوار دوش محمد کا ہے سوار
 میکال جبریل عنان بوس بار بار سرعت یہ تھی کہ باگ بی اور فلک کے پار

۵۶
 مثل ہلال نقش کے جا آسماں پہ تھی
 پرداز آوج کمنگرہ لامکاں پہ تھی

مجرے سے باریاب ہوئی فوج کسبیریا ۵۵
میکال و جبرئیل نے رستہ کیا صفا
مجرے میں شہ نے حکم صفا آرائی کا دیا
سیلی زن قمر ہوئی ہر چہرے کی ضیا

کھایا طمانچہ غازیوں نے آب و تاب کا
چوتھے فلک پہ پھر گیا منہ آفتاب کا

ناگاہ اُدھر سے جنگ کا پیغام لائے تیر ۵۶
بوسے حسینؑ سینہ پر ہو برائے تیر
چُن چُن کے فوج نے شہ دیں کو دکھائے تیر
ہاں ہاں ابھی اُدھر سے نہ کوئی لگائے تیر
پوچھا جو سب نے کیوں تو کہا کچھ خبر بھی ہے

اک عاشقِ جدید ہمارا اُدھر بھی ہے

یاں صبر تھا عروج پہ واں اُدج پرستم ۵۷
بولا کہاں ہے حُرّ جبری صاحبِ شتم
ناگاہ ابنِ سعد نے شمشیر کی عسّم
لایا ہے گھیر کر وہی شہ کو مع حرم
اب تیغ تو عمر کی ہو اور حُرّ کا بات ہو

اور زیر تیغ خلقِ شہ کا ناست ہو

حُرّ صبح سے علیحدہ کوئے میں تھا کھڑا ۵۸
التر تو بہ آہ بڑی میں نے کی فطا
انگشتِ حیف لب کے تلے اور یہ تھی ندا
سبد کو گھیر کر یہاں لایا غنّیب کیا

قتلِ حسینؑ قیدِ حرم یاں ثواب ہے

اک میری جان کے لئے یہ کیا عذاب ہے

حُرّ سے کہا برادر و فرزند نے یہ کیا ۵۹
ستر و وطن سے تیرے رزتے ہیں دستِ پیا
اے رستم زمانہ ہزاروں سے تو لڑا
حُرّ نے کہا وہ خون ہیں کانپوں نہ کیوں بھلا

یاں تو مقابلہ پسبرِ مصطفیٰ کا ہے

اور بعد اس کے سامنا اک دن خدا کا ہے

اب اپنی تم کہو کہ تمہارا ہے قصد کیا مجھ کو تو جان لو کہ میں شبیر سے ملا
 بولا پسر کہ گھر کی تباہی ہے ظاہر فکر متاع و مال نہیں دے گا پھر خدا
 جب آبرو گئی تو پھر آنا محال ہے

پر ماں بہن کی قید کا دل کو ملال ہے
 خر بولا تجھ کو عقل سے بہرہ نہیں ذرا کیا پردہ تیری ماں کا ہے زینب بھی سوا
 کبر سے بھی بہن کی شرافت ہے کچھ سوا نادان آج آلِ نبی ہوں گے بے ردا
 ویراں جو خاندان رسالت پناہ ہو

اب گھر تباہ ہو تو بلا سے تباہ ہو
 ناگہ سنا غلام عمر نے یہ ماجرا چپکے سے اُس نے کان میں ظالم کے یہ کہا
 تو بہر جنگ خر کو بلاتا ہے رن میں کیا وہ کوئی دم میں ہوتا ہے شبیرِ یر خدا
 سرکاٹ یا تو بیڑیاں پہنا کے کام ہے

یہ ہو تو پھر حسین کا کوئی نہ نام لے
 خر تو ہے عاشقِ پسرِ شیر کبریا دریا پہ صبح کو گیا پانی نہیں پیا
 ہے ہے حسین پیا سا کہا اور دیا بولا عمر تو ہم سے فریب آج تک کیا
 لو خر کو شاہِ دیں کی مدد کا خیال ہے
 اب قید کیسی خون تک اُس کا حلال ہے

ناگہ اٹھا یہ شور کہ لو خر تو وہ چلا بڑھ بڑھ کے سدا رہ ہوئے ظالم ہزارا
 گرز و کند و نیزہ و ناوک تھے جا بجا بولا عمر نوشتہ حاکم تو دیتا جا
 دیکھیں گے ہم بھی چین وہاں جا کے کجیو
 جاگیر اب نبی کے نواسے سے لیجیو

۷۵
 حُرنے دیا وہ نامہ تو ہاتھ نے دی صدا مختار نامہ خلد کا ہم نے تجھے دیا
 اس وقفہ میں مخالفوں نے نرغہ کر لیا زہرا کی تھی ندا میرے مہماں تھے خدا
 گو مستعد بہ جنگ ہر اک بے دریغ ہے
 زہرا تری سپر ہے علی تیری تیغ ہے
 ۷۶
 نرغے کو حُرنے دیکھ کے فرزند سے کہا واللہ اعلم اب مری ہستی ہے یا قضا
 مشککشاکے بیٹے کی خدمت میں یاں جا اور کہہ دعا کا وقت سے اے گل کے پیشوا
 افسوس گر میں قتل ہوا اس سپاہ میں
 جنت میں تو نہیں ہوں پہ جنت کی راہ میں
 ۷۷
 گر قتل اس گھڑی مجھے فوج جفا کرے تو ہاتھ میرے مُردہ کے کوئی بُدا کرے
 آئندہ تانا نہ پھر کوئی ایسی خطا کرے سید کی راہ رو کے اسیر جفا کرے
 پہلے سے قصد فوج کا پہچانتا نہ تھا
 اللہ جانتا ہے کہ میں جانتا نہ تھا
 ۷۸
 مُردہ اٹھاؤ یا نہ اٹھاؤ نہیں گلا چاہو کفن بہشت کا دو چاہو خاک کا
 چاہو قریب دفن کرو چاہو تم جدا خاک شفا کجا برا نا پاک تن کجا
 ایسا نہ ہو عذاب کھد میں خدا کرے
 زینب سے کہہ و اب نہ مجھے بد دعا کرے
 ۷۹
 تم ہو کریم ابن کریم اے شہرِ انام میرا قصور بخش دو واللہ یا امام
 سترِ دو تن سے کہہ دو کہ شاہد میں ماں اکبر کا صدقہ لکھ لو غلاموں میں میرا نام
 آئی ندا علیؑ کی تو کیوں بے حواس ہے
 شبیرؑ گرچہ دور ہے حیدرؑ تو پاس ہے

خُمر کے پسر نے شہ سے کہا تب یہ ماجرا بہر مد حسینؑ نے حیدرؑ کو دی صدا
 عمامہ رسولؐ کو ہاتھوں پہ رکھ لیا ڈیوڑھی پہ آکے زینبؑ بکس نے یہ کہا
 کیوں بھائی جان گیسوئے اطفال کھول دو

میں بھی نجات خُمر کے لئے بال کھول دوں

زینبؑ نے کی جو خُمر کے لئے درد سے فغا خُمر کی مدد کو عون و محمد ہوئے عیاں
 شہ نے کیا اشارہ کہ اے لاڈلو کہاں جاؤ تم اپنی ماں کے قبریں اور گروہیاں
 زینبؑ ابھی نہ گیسوئے اطفال کھول دو

مر جائے جب حسینؑ تو تم بال کھول دو

واں خُمر پہ تھا محاصرہ فوج مکر باز یاں شاہ دیں نے دست دُعا کو کیا دراز
 وہ ہاتھ جن پہ تھا یدِ قدرت کو فخر و نا پھر شل تھا دستِ قنہ اعدائے حیلہ باز
 جنبش میں دستِ قدرتِ حق ساتھ ساتھ تھا

گویا کہ خُمر کے ہاتھ میں مولا کا ہاتھ تھا

خُمریوں محاصرہ سے نکل آیا بے خطر جیسے گہن سے ہر منیرابر سے قمر
 بولا ملا کے آنکھ کہ کیوں لشکرِ عمر دیکھا غلامی اسد اللہ کا اثر
 شیرِ خدا کے شیر بھلا صید ہوتے ہیں
 مشکل کشا کے بندے کہیں قید ہوتے ہیں

پھر یوں پکارتا ہوا شہ کی طرف چلا اے یادگارِ فاطمہؑ روحی ملکِ انوار
 پہنچا تو یوب فوجِ خدا جب یہ با وفا بولا بُلا کے بیٹے کو لایا تو یوں خدا

سُن کر مرا پیامِ شہ دیں نے کیا کہا

وہ بولا آفرین کہی اور مرعوب کہا

اُسے بابا مہربان ہیں زینب بھی بے شمار
میں نے سنا پکار کے فرمایا تین بار
سید کا ہے وطن کا بنا حُر رفیق و یار
میں صدقے حُر پہ اور مے ماں باپ بھی شمار

اک چھوٹی شاہزادی کو شادی بڑی ہوئی

تیری بلائیں لیتی تھی در پر کھڑی ہوئی

یہ سُن کے حُر زمین پہ سجدے کو گر پڑا
زینب بھی در سے دیکھ رہی تھی یہ باجرا
غربت پہ اپنی رو کے یہ بھائی کو دیا
کیوں حُر تمھارے پاس نہ آیا یہ کیا ہوا
دشمن بہت ہیں دوست ہیں کم بھائی جان کے

مہمان کی ہے فکر ہمیں نادار جان کے

کیا خوف قتل سے ہے ہر ساں جے نیک ذات
مشکل ہے دینا ہم سے مصیبت زدوں کا
کیا قوطِ آبِ حُسْن کے اٹھایا مدد سے ہات
اصغر کو لادو بھولے سے لے شاہ کائنات

مہمان کو خشکی لبِ اصغر دکھائیے

اس پر بھی ہو نہ صبر تو کوثر دکھائیے

شاید جواں پسر کی ہو اکفت اُسے زیاد
اک ہم ہیں پال پوس کے اکبر سے نامراد
آیا تھا پہلے فوج مخالف سے شادشاہ
خاتونوں سے بیکسوں کے ہوا ضعف اعتقاد

کیا بھائی اس کو فکر ہے اہل و عیال کی

بیٹی کوئی سکینہ سی ہے چار سال کی

راہِ خدا میں مرنے کو دل چاہے بڑا
محتاج کے عوض ہے بھلا کوئی بھی لڑا
افسوس آ کے راہ پہ بخت اُس کا پھر گیا
جنت ہے دو قدم پہ یہ حیران ہے کھڑا

پھر بولی خیر روح شہِ لافتا تو ہے

آئے نہ آئے کوئی مدد کو خدا تو ہے

شہ نے کہا یہ شکر کے سجدے میں ہے کھڑا گراب زمیں پھرے نہیں پھرتا یہ باوفا
 کی شہ نے پیشوائی مع لشکرِ خدا بولے رفیق شاہ کے یہ ماجرا ہے کیا
 انبوه ایک گرد ہے اس خود سرشت کے
 آئی ندا یہ سب ہیں فرشتے بہشت کے

حر تو ادھر سے آیا ادھر سے حسین آئے آقائے دونوں ہاتھ ملاقات کو بڑھائے
 اور حر نے موزہ پاک لے آنکھوں لگائے بولا خدا رسول نے پھر یہ قدم دکھائے
 کیا کیا نہ راستے ہیں مجھے تیغ زن ملے
 پہنچا جو یاں خدا ملا اور یحتمل ملے

فرمائیے خطا بھی مبری بخششی یا امام شہ بولے عفو ہو گئے تیرے گنہ تمام
 تب سایہ برادر و فرزند اس نے تمام کی عرض اور تو کسی قابل نہیں غلام
 بندہ کا سر تو سبطِ پیمبر کی نذر ہے
 عباس کی یہ نذر یہ اکبر کی نذر ہے

چھاتی سے سر لٹاکے شہ دینے یہ کہا فاقہ ہے تین دن کا تواضع کروں میں کیا
 ناداری حسین پہ بھی حر نے رو دیا شہ کے رفیق چومتے تھے حر کے دستِ پا
 غل تھا یہ بنت فاحج بدر و حنین کا
 لوگو مبارک آیا ہراول حسین کا

ناگہ رضا طلب ہوا شہ سے حر جواں پیاسا چلا جہاد کو پیاسوں کا میہماں
 ڈریوٹھی سے فضا بولی کہ حیدر نگاہاں اسے حر بلائیں لیتی ہیں رہرا کی بیٹیاں
 خوش خوش چڑھا دلیر سمندر دلیر پر
 گویا سوار شیر ہوا پشت شیر پر

اب ہے یہاں اشارہ تائید کبرا شکل ہر اول شبہ دیں کھینچ کر کہا
 قربان اس اشارہ کے اس لطف پر نذا اب تک کسی نے خر کا سراپا نہیں لکھا
 گنجینہ فیض سے ہے خدا کا بھرا ہوا

مضمون میرے حصہ کا یہ تھا دھرا ہوا
 لکھتا ہوں حسن چہرہ خر و فاسرشت شیعہ تو داد دیں گے مجھے نجات بہشت
 جس نے لکھا یہ وصف ہوئی خلد سرزشت رویا جو خر کو سبز ہوئی مغفرت کی کشت
 خر کی طرح بہ خیر ہوا کس کا خاتمہ

سر زانوئے حسینؑ یہ بالیں یہ فاطمہؑ
 خورشید صبح کشور مہر و قاب ہے خر گنجینہ محبت آل عبا ہے خر
 سرتاج شیعیان علیؑ جو بنا ہے خر گویا کہ ابن فاطمہؑ کا نقش پایا ہے خر
 ہے فخر جو غلام خر نیک نام ہو
 آقا حسینؑ سا ہو تو خر سا غلام ہو

مہمان کر بلا کا یہ مہماں ہے با وفا آیا تھا پیاسا پیاسا ہی مرنے کو یہ حلا
 پھر حق کے روبرو نہ کیوں آبرو ہوا پیاسا سوائے خر کوئی مہماں نہیں سنا
 دیکھو تو قدر اُلفت سبط رسولؐ کی
 اک خشک آبِ تنخ کی دعوت قبول کی

حال خر شہید پہ اے صاحب شعور تحسین بھی ضرور ہے اور گریہ بھی ضرور
 تحسین تو وفا جو کی شاہ نے حضور اور گریہ بیسی پہ کہ ہے قبر کتنی دور
 اب بھی بنولہ واردِ مقتل جو ہوتی ہے
 ماں بھی نہ روئے جیسا کہ وہ خر کو روٹی ہے

۹۱
 کاندھ صاف کرو دل کو اب شباب تا جلوہ گر ہو چہرہ حر مثل آفتاب
 مظاہرہ جمال غلام ابو تراب لاریب ہے زیارت شاہ فلک جناب
 خاک فنا ہے اور یہ رخ شک طور ہے
 خاک عزا سے تم کو تیم ضرور ہے
 ۹۲
 چہرہ ہے فرد دستخط منشی ونا طغرا ہے نقش دوستی مسبط مصطفیٰ
 آزار کفر کے لئے ہے نسخہ شفا دو رخ دو آفتاب دو آئینہ ضیا
 اک آفتاب علم کا ہے اک یقین کا
 اک آئینہ ہے شرع اور ایک دین کا
 ۹۳
 بڑھتا ہے تا دو ہفتہ ہر اک ماہ میں قمر عارض پہ حسن کرتا ہے پیدا زیادہ تر
 اک شب بھی روئے حر کے مقابل نہیں اگر یہ بدر رخ تو اوج ابد پر ہے جلوہ گر
 وہ حسن عارضی ہے سو کیا اعتماد ہے
 وہ داغ ہے یہ صاف وہ کم یہ زیادہ ہے
 ۹۴
 کس سے رویاں ہو قدر مرہ و آفتاب کو مصحف کا ہے شرف رخ پر آب و تاب کو
 یہ مصحف وفا ہے رسالت مآب کو مثل پسر عزیز ہے اُم الکتاب کو
 جاری ورق پہ چشم سے خوناب کیجئے
 سُرخ سے اس صحیفہ پہ اعراب کیجئے
 ۹۵
 اب وصف خط و خال قلم بند کیجئے اس بند پر ستاروں کو اسپند کیجئے
 دل مدح رخ کے لکھنے سے خرسند کیجئے نقطہ پہ نحر چاند سے دو چند کیجئے
 وصف جبین و عارض و خال آشکارا ہے
 خورشید میں قمر ہے قمر میں ستارا ہے

چہرہ ہے ماہ شان دو ابرو کر و خیال یہ کون سا مہینہ ہے جس میں ہیں دو ہلال
 اب تو یہ ہے ثنا دُرِ دندان کی ہے مجال پاؤں دہن تو کچھ دُرِ دندان کی دوں مثال
 دندان دُرِ عدن یہ دہن رشک درج ہے
 بتیس آفتاب ہیں اور ایک برج ہے
 اب مرح چشمِ خر کی نہ کیوں فرض عین ہو جس پر کہ عین عفو جناب حسین ہو
 مدِ نظر جسے دل زہراء کا چین ہو دو عین کیوں نہ شیعوں کو بھر فرض عین ہو
 ابرو کا ہے اشارہ کہ حاصل مراد ہے
 میں مدِ عرضداشت ہوں یہ عین صاد ہے
 فردوس کی نسیم جو آتی ہے خوشگوار ہوتی ہے بند زکس بیدار بار بار
 بر وقت جنگ بند ہے کیوں چشم ہوشیار عین عزائے سبطِ پیمبر ہے آشکار
 وضع زمانہ دیکھ کے خر کو جو خشم ہے
 مل کر پلک پلک سیہ پوش چشم ہے
 دونوں لبوں کے وصف کا مضمون آیا ہے شیرینی زباں پہ ہیں گویا یہ دو گواہ
 دو شغل ان لبوں کے ہیں ہر شام و ہر گاہ ذکرِ اللہ و منقبتِ ضیغم اللہ
 شیرینی دہن کی رقم گر صفات ہو
 بونیشکر قلم شکرستانِ دوات ہو
 اک رمز ہے جو کاکل رخ میں جو پاس پاس عالم کو صبح و شام کا کرتے ہیں روشناس
 کاکل پہ حسنِ مصرعہ و الیل کا قیاس سُرخ سے ہوا ہے مطلع و الفجر اتقباس
 پیدا قریب چہرہ کے جاوید زلف ہے
 خورشیدِ رخ ہے سایہ خورشیدِ زلف ہے

پائے حسین سے جو سرِ حر کو پہ نیاز یاں ہر بقہ دست ہے ہنگام امتیاز
کرتا ہے فرقِ حر پہ سرِ عرشِ فخر ناز روزِ ازل سے حق نے کیا حر کو سرِ فراز

زافوئے شاہِ تکیہ خوابِ بہشت ہے

اس سر کے ہم نثار کہ کیا سرِ نوشت ہے

رُخ پر عرق کے قطروں کا ہے دھوپ میں دفن یا ہے گہر کا چشمہ خورشید سے ظہور
بے عازم جہاد جو گرمی میں یہ غیور قطرے نہ سمجھو منہ پہ برستا ہے آج نور

بیابانِ نثار ہوتا ہے اپنے امام پر

نیساں گہرِ فشاں ہے حرِ تشنہ کام پر

ابرو میں یادِ دھرم اک بیتِ ذوالفقار بہرِ عدد و فقرہ شمشیرِ آبدار
لیکن جس سے رفعتِ گردوں ہے آشکار تو واقعی ہلال ہے ابرو کے پائدار

یہ ماہِ نور جس میں پہ جو بے اختلاف ہے

رویت کا یہ سبب ہے کہ مطلع بھی صاف ہے

حسن و جمالِ حر پہ ہے تائیدِ کبریا چاہِ ذقن میں چشمہ جواں نہاں ہے کیا
اور آب و تابِ چاہِ ذقن کی کہوں میں کیا الیاس مردِ خضر و قاتلِ زندہ دل ہیں وا

چاہِ ذقن میں بینی اقدس سب کا نور ہے

روشنِ خضر کے چشمہ پہ یہ شمعِ طور ہے

پیشِ بیاضِ گردیِ خر صبحِ فرد شام شمعِ حرم جھکاتی ہے گردن پہ سلام
صبحِ گلہ کے نور کے درجے ہوئے تمام رومالِ فاطمہ پہ ہے باقی فقط مقام

پس نور میں تو نور کا پیوند چاہئے

رومالِ فاطمہ کا گلوبند چاہئے

لوحِ دُعاے مہر و وفا حرک کا سینہ ہے بابِ علوم کی یہ ولا کا مدینہ ہے
 کیا خوب اس سے کعبہ دل کا قرینہ ہے وہ کعبہ میں کہاں ہے جو دل میں خزینہ ہے
 کعبہ بھی دل بھی خانہ ربّ جلیل ہے
 پر دل بنائے حق وہ بنائے خلیل ہے
 کیا آستیں میں ہاتھوں کی طلعت کا بچہ ہو فانوسِ کعبہ میں نظر آتی ہے شمعِ طور
 کیا نور کا ہے ناخن انگشت پر و فور تشبیہ ماہِ نو ہے جو دیں صاحبِ شعور
 تشبیہ میں ہلال کو یہ آب و تاب ہو
 پھر وہ بڑھے تو بدر نہ ہو آفتاب ہو
 طوبیٰ سے قدرِ حرک کی نہ کیوں قدر ہو سوا تعظیمِ سرود کہیں جس کی سب انبیاء
 جوشِ تصویرِ قدموزوں سے آ رہا طوبیٰ کی یہ صدا ہے کہ طوبیٰ لک الفدا
 تصویرِ قدرِ حرک اُسے استاد کہتے ہیں
 یہ وجہ ہے جو سرود کو آزاد کہتے ہیں
 اب زیورِ سلاح کو دیکھیں جوان و بیر خود و سنان و جوشن و تیغ و کمان و تیر
 ہے نقشِ نامِ اکبر و اصغر کا دل پذیر کیا جوشنِ کبیر ہے کیا جوشنِ صغیر
 تیغِ زبان تیز کا جو ہر ہے بڑھ رہا
 لاسیف و لافش کی وہ سیقی ہے پڑھ رہا
 دل صاف سینہ صاف بدن صاف واہ تن پر زرہ پہناتے ہیں گو صاحبِ نگاہ
 پر عقل کہہ رہی ہے کہ سب کو ہے اشتباہ حرک کی صفائیِ قلب ہے اس بات پر گواہ
 دل حرک کا مضطرب غمِ شاہِ زمن سے ہے
 یہ دل کا بیچ و تاب نمایاں بدن سے ہے

وصفِ زرہ کیا تھا سُنوا بے عجیب تر گن لو کہ چار آئینہ ہے اور اک سپر
یہ پانچ مہر کیسی زرہ پر ہیں جلوہ گر سمجھو نہ تم زرہ سوئے شہِ اُس نے آنکر

محضر کیا ہے اُلفتِ آلِ رسولؐ پر

مہر یہ بخت کی ہیں حُسنِ قبول پر

نیزہ ہے تازیانِ مناجات جبریل قرصِ سپر ہے یا کہ شبِ قدر کی دلیل
تیغِ روانِ معجزہ سیدِ جلیل یہ آبِ بے نظیر تو ہے تابِ بے عدیل

حیرت ہے ایک قبضہ میں برق و محاب ہے

قدرت ہے ایک موج میں آتش و آب ہے

تریاقِ زہرِ کُفر ہے آبِ حُسامِ حُر تصویر برقِ غیب ہے تیغِ نیامِ حُر
جارتی ہے ملکِ فتح میں سکہِ بنامِ حُر کہتے ہیں جس کو دبدبہ وہ ہے غلامِ حُر

شمشیرِ کلک دستخطِ شاہِ فتح ہے

قرصِ سپر سیاہِ تنخواہِ فتح ہے

وصفِ سمندر حُر میں کروں اب قلمِ روا جس کے حضورِ موج ہواکِ نبضِ ناتواں
دیکھتا نہیں کہیں مفتِ چشمِ نوجواں ہوتا ہے تیرِ سہم کے اس سے رواں دواں

دیکھو وہ گوشِ اسپِ حُر ہے نظیر ہیں

پیکاں نہ دیکھے ہوئیں گے دواکِ تیر ہیں

تو سن کی کوئی مدح نہیں ہوتی دشمن دیکھی ہے یا سنی ہے یہ سُرخِ بھلا کہیں
اب سایہ جس جگہ ہے ہیں کار ہے ہیں اور طے کر آئے تو سنِ حُر دورہ زمین

مثلِ ہما یہ اہل زمین پر سعید ہے

عشقِ اُسی کا سایہ ہے جو ناپدید ہے

مگر بہرِ فیض جانِ عدوئے شہِ زماں ہمراہ اس سمند کے بودے اجلِ روباں
 ایک ہلاکے باگ بس اتنا کہے کہ ہاں پھریاں کے بعد موت کہاں اور یہ کہاں
 دونوں کو مگر تلاش کرو رزم گاہ میں

تو سن سرِ عدو پہ طے موتِ راہ میں

شانِ شکوہ آمدِ خرپر کیا خیال یہ دبہ بہ یہ طنطنہ یہ جاہ یہ جلال
 پڑھتا ہے وہ حزوہِ حضور صفتِ قتال یار دین ہوں غلامِ شہنشاہِ خوش خصال
 اُن سے جدا ہوں کُفہ کا جن کو مزا ملا

اُن سے ملا ہوں ملنے سے جن کے خدا ملا

دیتا ہوں اُس پہ جان جو زہر آ کی جان ہے مہماں ہوں اُس کا موت کا جو مہماں ہے
 اُس کی ہوں میں اماں جو کل کی اماں ہے وہ جس پہ مہربان ہو خدا مہربان ہے
 اب دامنِ حسین ہے اور میرا ہاتھ ہے

میں اُس کے ساتھ ہوں کہ خدا جس کے ساتھ ہے

بولا عمرِ خموش یہ سب ہے سنا ہوا ہم کچھ نہیں سمجھتے کہ تو کہہ رہا ہے کیا
 آنکھیں بھی چار کرتا ہے آتی نہیں حیا وہ پرورشِ یزید کی اور یہ تری دغا
 خنجر سے سرِ حسینؑ کا تو نے جدا کیا

حقِ نمکِ یزید کا اچھا ادا کیا

غصہ سے خرپکارا کہ بس بس زباں سنھال حاضر سمجھ خدا کو گریباں میں سمجھ کو ڈال
 اے شہرِ بخت کیسا نمک ہے کہ ہر خیال تو ہی نمکِ حرام ہے کیسے ہوں نمکِ حلال
 کیوں ذاتِ ذوالجلال کو لاتا ہے تہر میں

آب و نمک تو آیا ہے زہر آ کے مہر میں

ناکوس پہنچتا ہے یہ فاقہ ہے تیرا کس نے انھیں بلایا ہے یہاں یہ بچ بتا
پاس نہک یہی ہے کہ حضرت پہ ہوں ندا دریا تھا مہر فاطمہؑ سو تم نے لے لیا

ملک یزید آج جہیز بتول ہے
اب کل نہ کہیو نانا بھی اُس کا رسول ہے

پشتین سے یزید تو کافر ہے اے عمر پر تیرا باپ کون ہے دل میں خیال کر
حیرت ہے سعد کا پسرا وہ نفس اس قدر میں بد نہیں ہوں نیک نہ تھا گو مرا پدر

گل کر کے مرقہ شہ فیرا لانا نام کو
روشن تو آج کرتا ہے بابا کے نام کو

خندق میں میرا باپ تھا کفار کی طرف تیرا پدر تھا احمد مختار کی طرف
تو آج ہے یزید بد اطوار کی طرف اور میں ہوں ابن حیدر گزار کی طرف
انصاف کر کہ صاحبِ عز و شرف ہے کون

ماطل کی سمت کون ہے حق کی طرف ہے کون

میرا پدر تھا نفس تیرا باپ سعد تھا زہرا کے در پہ ریش سے جا روب دی صدا
پیغمبرؐ اس کو کہتے تھے خیبر میں مرجا میرا پدر تھا موردِ نفرین مصطفیٰؐ

پر اب یوں ہی ہے بدلِ نبیؐ سے یقیں مجھے
نفرین تجھ کو کہتے ہوں اور آفریں مجھے

بولا عمر غرور سے گردن ہلا ہلا بڑھ بڑھ کے خیبر بول لے اس وقت تو بھلا
کوفہ میں جل کے سمجھوں گا میں کیا مصافقہ اے تو سہی کہ لوں تیری ماں بہنوں کی ردا

خُرنے کہا کہ شوق سے اُن سب کو لوٹیو
پر واسطے خدا کے نہ دینبغا کو لوٹیو

پھر خُرنے تیغ فتح سے خالی کیا غلات اور کہہ کے یا حسین ہوا عازم مصاف
ہیبت سے تھر تھرا گئے کُساں تاربان خوشید برگ بید صفت کا پتا تھا صاف
جنیش سوئے یساں جو قطبِ یمن نے کی
سکتے میں چرخ آگے گردشِ زمیں نے کی

نکلا ادھر سے جنگ کو حجاج کا پسر سردار اہل میمنہ شکرِ عمر
کف در دہان و تیغ بکف دوش پر پسر بہر مدد گروہ مسلح ادھر ادھر
خُرا بولا آ تو میرا ترا امتحان ہے
میں حیدری جوان نو یزیدی جوان ہے

وہ حملوں میں یہ ایک رہے گا ہزار میں وہ بولا بے مثال ہے تو درگاہ میں
غالب ہزار پر ہے صفِ کارزار میں خُرنے کہا اب اور صفائی ہے وار میں
اب ہوں غلام پنجتنِ نامدار کا
تب زور تھا ہزار کا اب سو ہزار کا

غصہ سے برق تیغ کا اُس نے لگایا وار خورشید پر کیا اثر برق نے مدار
خُرنے پہر پہ رک کے وہ تیغ آب دار تیغ اپنی تول کر کہا یا شاہ ذوالفقار
چالاکی اس کو کہتے ہیں بس اتنی بات میں
یہ تیغ اُس کے سر پہ وہ تیغ ان کے بات میں

بے خود ہوا یہ تیغ جو ہیں خود پہ گری پڑتے ہی خود پر سوئے سیسہ اتر گئی
چنے سے اُس کے سانسِ مدد کی ٹھہر گئی بہرِ زرہ سے تا سرِ ماہی گذر گئی
ہر جاگرہ گرہ سے بدن میں زرہ کھلی
یہ کیا ہے بند بند کی پھر تو گرہ کھلی

۱۲۰ حاضر شریک نام تھا جس کا جواں پسر
 آکر ہوا شریک پدر نیزہ تان کر
 یاں نیزہ مارا اور چلا تیر سا اُدھس
 لٹکارا حُر ٹھہر تو جواں مرد ہے اگر
 رتنے سے مثل طالع برگشتہ پھر پڑا
 بس پھر پڑا کہ گھوڑے سے دو ہو کے گر پڑا

۱۲۱ شہ نے کہا یہ ضربت بوش و حواس ہے
 واللہ راہ حق ترا جو ہر شناس ہے
 حال اپنے دل کا کہہ کہ مراد دل اُداس ہے
 سوکھی زباں دکھا کے وہ بولا کہ پیاس ہے
 زینب پکاری پیاس سے گھبرانہ جائیو

۱۲۲ ہاں اے دلیر شمر کا سرے کے آئیو
 یہ سن کے حرک طاقت و ہمت ہوئی فزود
 آگے بڑھا حسینؑ پہ پڑھتا ہوا درود
 کیا ان کی اصل تھی کہ بھلا لڑتے وہ سود
 ذرات بے نمود تھے قطرات بے وجود

پھر سر بدن پہ نھے نہ بدن را ہوا پر

تیغ آئی یا کہ برق گری جنبہ زار پر

۱۲۳ کرتی تھی تیغ زار تو سر تیغ زن جدا
 سبے ہوئے تھے تیر سے ناوک نلگن جدا
 آ آ کے تیغ و تیر دکھاتے تھے فن جدا
 مردم سے چشم چشم سے سر سر سے تن جدا

تھی فہر ضرب گرز سر بے شکوہ کو

کیا کرنے ریزہ ریزہ کیا کوہ کوہ کو

۱۲۴ عدا حضور تیغ سے کیونکر کہیں قرار
 شکل گمند تھی خم جو ہر سے آشکار
 یاں کل اٹھایا داں ہوئی جا کر گلے کا ہار
 قبضہ میں تیغ حُر کے خزاں بھی تھی اور ہار

دو کر کے دو ہزار کئے اک ہزار کے

فارج کیا سرا سے سپنجی سے مار کے

جوشِ ہزار چشم سے حیران تیغ و تیر اور کوزہ پشتِ مثلِ سپر ہر جوان و پیر
 دامِ زرہ میں سارے زرہ پوش تھے اسیر مثلِ کماں تھے شیرِ فلکِ رن میں گوشہ گیر
 تختِ شرعی سے واہ تھی فوقِ اسما ملک
 فوقِ اسما سے دھوم تھی عرشِ علی ملک

دیکھا جو بسلوں کو پکارا یہاں وہاں مُڑ کر سوئے حسینؑ پکارا وہ نوجوان
 راضی ہوئے حضورؐ پکارے حسینؑ ہاں بس اتنی بات سننے میں دل پر لگی سناں
 آقا کو دی ندا کہ شبابِ آؤ ہم چلے
 سر اپنا پیٹنے ہوئے شاہِ اُمم چلے

کس وقت آہِ لاش پہ پہنچا علیؑ کا لال جب جسمِ حر کا ہو چکا گھوڑوں سے پا کمال
 سینہ ذرا تھا گرم بدنِ برت کی مثال آغوش میں اٹھا لیا شہ نے بصدِ ملال
 وہ لاش یوں کلیجہ سے مولا لگائے تھے
 بعد اس کے یوں ہی لاشِ اکبرؑ پہ آئے تھے

کچھ حُر نے آنکھیں کھول کے دیکھا ادھر ادھر پوچھا جو شاہِ دیں نے تو بولا وہ خوش سیر
 شفقت سے زینبؑ آئی ہیں بندہ کی لاش پر زینبؑ کا ردنا مُنتا ہوں زینبؑ نہیں مگر
 شہِ بوسے فاطمہؑ ترے قربان ہوتی ہے
 زینبؑ نہیں ہے مادرِ زینبؑ یہ روتی ہے

در پر وہ لاش لاکے رکھی شہ نے ایک سات میدان کی سمت ڈیر ڈھی پہ رُوادی بکِ قنات
 رو کے پکارے اسے حرمِ فخر کا نجات پر ساد و ہم کو چھوڑتا ہے خُرمِ ارسات
 محسن کو میرے شوق ہے جنت کی سیر کا
 بخشو ثواب تم اسے اعمالِ خیر کا

زینبؓ سخی کی بیٹی تھی چلائی آن کر قرآن پڑھا ہے میں نے جو اماں کی قبر پر
 اُس کا ثواب دیتی ہوں خر کو میں نوحہ کر فرطِ کرم سے بولی یہ بانوے نوحہ کر
 اکبرؓ شہید ہوئے گا اٹھارہ سال کا

میں نے ثواب بخشا اُسے اپنے لال کا
 شہ نے کہا کہ جھوٹے سے صغر کو کوئی لائے فقہ لے آئی پیاسے کو پر غش میں تھامہ آئے
 ہاتھوں پہ لیکے شاہ نے قبلہ کو ہاتھ اٹھائے بولے کہ نتھے حلق پہ جس دم یہ تیر کھائے
 یارب یہ انتخاب میری مقبول کیجیو

خر کو ثواب اس کی شہادت کا دیکھو
 یہ نوحہ تھا کہ دیکھتے ہیں کیا شہ زین خُر کے گلے کے زخم کا دیا ہے موج زن
 ہاتھ اپنا رکھ کے واں کیا زینبؓ سے یہ سخن کھولو تبرکات کا صندوق اے بہن
 زخمی گلا میں باندھوں گا اس میہمان کا

روال جلد لاؤ میری اماں جان کا
 روالِ فاطمہؓ وہیں زینبؓ نے لا دیا شہ نے لیٹا گردنِ خر کو اٹھا دیا
 تب چشمِ نیم باد سے خر دیکھنے لگا نورِ نگاہِ فاطمہؓ پر جان کی فدا
 روئے حرمِ عزیز اُسے اپنا جان کر
 لاشے پہ بال کھول دئے سب نے آن کر

بس اے دبیرِ چاک فرشتوں کی حبیب ہے اس نظم سے عیاں ہے کہ تائیدِ غیب ہے
 اپنے سخن کی آپ ثنا سخت عیب ہے تجھ پر کرم حسینؑ کا بیشک وہ رب ہے

خالق سے کہہ کہ عرض یہ میری قبول ہو
 مرنے کے بعد خر کی غلامی حصول ہو

مرثیہ (۴)

۱؎ پرچم ہے کس علم کا شعاع آفتاب کی پانی ہے کس پھر ہرے سے تبت صحاب کی
یہ شان ہے نشان رسالت آب کی چوبِ علم کلید ہے جنت کے باب کی

نقشہ علم کے پنجہ میں اللہ کا ہلا

بندوں کو اس نشان سے نشان خدا ہلا

۲؎ صبح جہاد شاہ شریا جناب ہے نوح حسین بن کے نافر سرکاب ہے

مشرق سے واں علم - علم آفتاب ہے یں نور کا نشان علم بوترا ب ہے

روشن علم سے آئینہ مشرقین ہے

مشرق میں شمس عکس نشان حسین ہے

۳؎ طوبی کی شاخ تیشہ قدرت نے کی قلم اور نور نخل طور بھر اس میں یک قلم

کی رستہ دتوں کی راستی قول اس میں ضم ہے پندہ ہو کے غفو بنی پوشش علم

جب باندہ کے پھر ہرے کو سید تھا علم کیا

صانع نے پردے میں یہ طوبی علم کیا

۴؎ دامن ہے کبریا کا سرا پردہ جلال رہی مراتب اس سے تہ و تنبیہ

پھرا ہوا ہے شیر پھر ہرے کا بے جدال شیر فلک کو دیکھ کے ہوتا ہے لال لال

رو بہ شام کانپتے ہیں اس کی شان سے

بو آ رہی ہے شیر خدا کی نشان سے

نورِ خدا سے قالبِ خیرِ الائم بنا سایہ نبیؐ کا ہو کے مجسمِ علم بنا
 واں ابرِ چترِ فرقِ نبیؐ ہر قدم بنا یاں پوششِ علم وہ سحابِ کرم بنا
 دامن اُڑا تو چرخ پہ یہ غلغلہ ہوا
 دیکھو خدا کے فیض کا چشمہ کھلا ہوا

ابِ رایتِ زباں سرِ منبرِ علم کروں پھر معنی بلند کا لشکر بہم کروں
 مجلس پہ آشکارِ دستِ علم کروں رایت میں سلکِ نظم کے پرچم کو ضم کروں
 مشاقوں کو زیارتِ رایت ضرور ہے

اس رایتِ نبیؐ کی درایت ضرور ہے
 جب شاہِ انبیاء کو ہوئی خواہشِ علم آئی ندا فلک سے ابھی بھیجتے ہیں ہم
 جاری ہوا یہ حکم خداوندِ محترم ہاں قدسیو علم کی درستی کرو ہم
 تیار میرے دوست کی خاطر نشان کرو
 یعنی علم کی فکر میں خاطر نشان کرو

موجود کارِ فنا، قدرت میں کیا نہیں محبوب کوئی خیرِ بڑا کے در نہیں
 رایتِ زمیں یہ انتِ فوجِ خدا نہیں حاشا کسی علم کی جہالت کی جہالت نہیں
 ہرگز نہ تھا نہ آج یہ رتبہ کسی ہاں
 جو کچھ خدا کے گھر میں ہے وہ سب ہی کا ہے

کی عرضِ قدسیوں نے کہ سُدقتِ یاد و دود ہم بھی ترے نبیؐ پہ سدا پرورد
 بہتر ہے جو ہو مصلحتِ واجبِ الوجود فوجِ محمدیؐ کی ہمیشہ رہے

آئی ندا کہ رتبہ طوبیٰ بلند ہے
 ہم کو اُسی کی شاخ کا رایت بند ہے

قدسی یہ سن کے جانبِ طوبی ہوئے ہوا حکمِ خدا و شوقِ پیمر کیا ادا
طوبی لے جھوم جھوم کے طوبی لکم کہا شاخیں جو تھیں گھنی ہوئیں پھیلیں وہ جا بجا

ہر شاخ چاہتی تھی کہ میں سرفراز ہوں

ہو کر قلمِ نشانِ رسولِ حجاز ہوں

طوبی نے بھی زبانِ ادب سے کیا خطاب جو حکمِ ذوالمنن ہے بکالاؤ تم شباب
پیوندِ نخلِ دیں سے میں ہوتا ہوں باریاب اک شاخ کی جدائی میں ملتے ہیں دو ثواب

حکمِ خدا جدا ہے بنی کی خوشی جدا

اچھی سی اچھی شاخ مری ہوا بھی جدا

کامی جو شاخ سبز فرشتوں نے ایک بار حمدان سبز پوش ہوئیں چار آشکار

اک اک الم سے چار علمداروں کے دو چار قد بارِ غم سے خمِ صفتِ شاخِ پیوہ دار

دو بولیں ہم ہیں حمزہ و جعفر کے واسطے

اک نے کہا میں زید دلاور کے واسطے

سب سے سوا تھا حورِ چہاں کا شور و شن وارت کی لاش پر زنِ پیوہ کے جیسے ہیں

بتی تھی ہائے بازوئے سلطانِ مشرقین قربانِ حاملِ علمِ حضرتِ سین

بیہات جب یہ نہر پہ بیدست ہوئیں گے

نوتیر ایک آنکھ میں پیوست ہوئیں گے

قدسی کا رے نام کہا اُس نے بھر کے آہ عباسِ حاملِ علمِ شاہِ کم سپاہ

یہ سن نے نہیوں کی بھی حالت ہوئی تباہ بولے کہ اس عزا کی جراثیم تھے الہ

عالی ترے بیان سے ہوا حال رونے کا
 پر کیا سبب ہے سر پہ نہ برف کے ہونے کا
 چلائی سر کو پیٹ کے وہ حور خوش سیر
 کیا تم کو ہائے اس شدنی کی نہیں خبر
 پیاری پھرے گی ابن علی کی برہنہ سر
 چھینے گا اُس نیم کے دُر شرب بد گھر
 آٹے نہ کچھ بیان کیا تالہ کش ہوئی
 منہ پر طمانچے مار کے وہ حور غش ہوئی
 القصہ قدسیوں نے بہ ارشادِ کبریا
 اُس شاخ کو درست مثالِ علم کیا
 استبرقِ جناں کا پھر ہرا لگا دیا
 ہر یہ خدا کا لائے پئے شاہِ انبیا
 غازی نشانِ فتح کے تسلیم کو اٹھے
 ربِّ ہدا کے ہر یہ کی تعظیم کو اٹھے
 حمزہ کے سر پر سایہ فگن یہ بُھا رہا
 پھر دست بوس بازوے خیر الورا رہا
 بعد اس کے دوش زید پہ جلوہ نما رہا
 جعفر کے شانے پر یہ نشانِ فتح کا رہا
 کیا کیا جواں نبی کے گھرانے سے اٹھ گئے
 اُس کے اٹھانے والے زمانے سے اٹھ گئے
 اب دیکھئے کسے یہ حسینِ غلم لے
 کس خضر تشنہ لب کو یہ ابرِ کرم لے
 پردیس میں قبالہ باغِ ارم لے
 لکھنے کو فرد بخشش امتِ مسلم لے
 کس کا یہ حق ہے مرکزِ کارزار میں
 اک پاؤں سے کھڑا ہے علمِ امتنار میں
 کیا شان ہے غلم کی عجب غزو جاہ ہے
 پنجہ چھک میں غیرت حور شید و ماد ہے
 جائے زمیں فلک یہ تو سیدھی یہ راہ ہے
 یہ راستی شرعِ نبیؐ کا گواہ ہے

شمشاد اس نشان سے کیا سامنا کرے

سایہ ہوا ہے سر و گو اپنی دوا کرے

فوجِ خدا میں بھی ہیں طلبِ کارِ جا بجا ^{۱۱} سرگوشیاں ہیں گوتوں میں ہر بار جا بجا

یوسف ہے ایک اور خریدارِ جا بجا ^{۱۲} مشتاق ہیں عزیز اور انصار جا بجا

اک عہدہ جلیل یہ ہے مشرقین میں

دیکھیں کسے نصیب ہو عہدِ مسیت میں

آفت کے جوش میں جو علم یاں لچک گیا ^{۱۳} دیاں وارثِ علم کا بھی شانہ بھڑک گیا

یاں مثل آفتاب جو پنجہ چمک گیا ^{۱۴} دیاں شعلہ اشتیاق کا بھی بھڑک گیا

پائے گا اس نشان کی کب چھاؤں دوسرا

حاصل کے پاس آس جو ہو پاؤں دوسرا

ہر چند سب پہ شاق ہے اُمید و انتظار ^{۱۵} پر تابعِ رضا ہے سہنی دیاں جاں نثار

زینب کے یادگارِ علم کے ہیں ورثہ دار ^{۱۶} لیکن بڑا یہ کتاب ہے پھوٹے سے بار بار

بھائیِ علم کو اٹھ کر نہ دیکھو

حضرت کو اور علم کو برابر نہ دیکھو

اولاد پر سوالِ علم کا جو ہے گماں ^{۱۷} در پر کھڑی ہوئی بی بی پاپہ و بی بیان

بانو یہ کہتی ہے مری خاطر تو ہے شام ^{۱۸} قانع ہے اور غیور مرا اکبر جواں

غیاثِ عالم دے مانتے نہیں

سے غذا مانگتے نہیں

فسقہ کو حکم دیتے ہی زینب کہ رن میں جا ^{۱۹} طالب کہیں علم کے نہ ہوں میرے دلڑا

دادا ہے جعفرؑ اُن کا تو نانا ہے دلتی ^{۲۰} کہیور رضا حسین کی منسوب ہے سوا

آقا کے جو شرف ہیں وہ معلوم ہیں تمہیں

مانگا علم تو دودھ نہ بخشوں گی میں تمہیں

کس دن کے واسطے طلبِ رایتِ ظفر ^{۲۵} داری بہت جیو گے جواب تم تو دوپہر
یہ دوپہر رو لائے گی زینب کو عمر بھر دُنیا سے آج فوجِ حسینؑ کا ہے سفر
گھر سے تمہیں حسینؑ کے سدے کو لائی ہوں

میں بے نشان ہونے کو شرب سے آئی ہوں

ناگ وہاں حسینؑ کا جاسوسِ معتبر آیا عمر کا نظم و نسق دیکھ کر ادھر
عباسؑ کی طرف کو مڑے شاہِ بحر و بر فرمایا سُن لو اس سے کہ لایا ہے کچھ خبر

پر ہوشیار خیمہٴ عفتِ قریب ہے

پردہ کے نیچے زینبؑ غربتِ نصیب ہے

ڈر ہے کہ چاکِ بنتِ علیؑ کا جگر نہ ہو غصہ میں آ کے زیرِ فلک ننگے سر نہ ہو
بھائی کسی خبر کی بہن کو خبر نہ ہو دشتِ نجف میں شیرِ خدا نوہ گرنہ ہو

مجھ سے بہن کی آس ابھی ٹوٹ جائے گی

مجھ کو نہ روئے گی وہ مجھی کو رو لائے گی

عباسؑ لائے گوشہ میں اس کو علیؑ ہ فرمایا کہ کیا ہے وہاں کیا شاہدہ
کی عرض ہے نیا یہ رِوائی کا قاعدہ اُنہیں ^{۱۹} لاکھ جمع ہوئے ہیں طاحہ

سترِ دو تن کو خوب ضیافت کھلائیں گے

اُنہیں ^{۱۹} لاکھ تینوں کا پانی پلائیں گے

دُنیا میں ہیں جو مامِ بر آورده اہل شر لے لے کے عہد دیتا ہے عہدے اکھیں مڑ
منظور ہے نبیؐ کے ولی عہد کا ضرر قتلِ حسینؑ قیہِ حرم ضبطِ مال و زر

کیا رائے بد ہے رے کے لئے شاہ سے پھرا

ایمان سے رسولؐ سے اللہ سے پھرا

گھاٹوں کا منتظم ہے حسینؑ زبوں صفات رافع دروغ پیشہ ہے داروغہ فرات
پیاسوں کو قحطِ آب سے اللہ دے نجات کہتا ہے پہرے والوں سے ہر دم غم یہ بات

ہاں سرفروشو جان لڑانا لڑائی میں

پیاسوں کے خوں کی نہر بہانا ترائی میں

اب دیکھئے مرقع ترتیبِ فوجِ شام فرما زوائے میرہ ہے شمر زشتِ فام
ہے میمنہ پہ وارثِ حجاج کا مقام لیکن دُریہ نام۔ غم کا جو ہے غلام
گردوں پہ اب دماغ ہے اُس کج کلاہ کا

اس کو علم دیا ہے عمر نے سپاہ کا

یاں اب تلکِ نشان بھی علمدار کا نہیں افسوس کچھ درستی فوجِ خدا نہیں
ساعت بھی کوئی جنگ کی ٹھہری ہے یا نہیں فرمایا اختیارِ بشر میں قضا نہیں

بھائی تہیہٴ سفرِ مرگ آج ہے

ساعت کے دیکھنے کی نہیں احتیاج ہے

بولا وہ سر جھٹکا کے بجا کہتے ہیں حضور لیکن بڑے حضور سے اظہار ہے ضرور
لایا ہوں ٹھیک میں خبرِ شکرِ غرور بڑھ کر ادب سے تخم گئے عباسؑ ذی شہور

رُخ اپنا سوئے اکبرِ عالی نسب کیا

اور آنکھ کے اشارے سے اُن کو طلب کیا

غازی کے پاس آئے جو ہر مشکل مصطفیٰؐ دہرائیں اُن سے سب خبریں اور یہ کہا
حضرت کو آپ جا کے سنائیں یہ ماجرا وہ بولے آپ ہی نہ کہیں چل کے یں فدا

فرمایا عارفانہ خیال نہ کیجئے
تکلیف اس بیان کی ہم کو نہ دیکھئے

حاصل علم کا واں ہے بن سعد کا غلام عباسؑ یاں غلام شہنشاہِ خاص و عام
کہنے میں اس خبر کے تاثر کا ہے مقام سمجھیں کہیں نہ حسنِ طلب قبلہ انام

ہے آرزو علم کی نہ دنیا کے چین کی
ہم کو تو سلطنت ہے غلامی حسینؑ کی

باتیں چچا بھتیجیوں میں ہوتی تھیں یاں ہم ناگاہ مسکرا کے پکارے شبِ اُمم
بھائی بڑے غیور ہو پہچانتے ہیں ہم یاں سب تمھاری بلکے لے حافظِ احم

ہم سے کہو عمر نے دیا ہے نشان کسے
ہوگا غنی یہ حسنِ طلب کا گناں کسے

کس شے پہ ہوگا حسنِ طلب کا ہمیں خیال آماں کے مہر پر بھی تصرف ہے یاں محال
منصب جو آپ کا ہے خدا دے گا بے سوال باقی جو میرا مال ہے وہ سب تمھارا مال

منتارِ طیل و فوج کے اہل و عیال کے
مالک تمام گھر کے بری جان و مال کے

پھر رنج سب کی دل شکنی کا تعب کیا بیت الشرف سے مصحفِ زمیں اُطلب کیا
آیا تو سورہ فاتحہ کا وردِ لب کیا دیکھی جو نال بہر علم شکرِ رب کیا

بولے جو اپنی رائے تھی رایت کے باب میں
نکلا خدا کا حکم وہی اس کتاب میں

پھر تو ملا زمانِ شبِ کربلا بڑھے پڑھنے کو سب عبارتِ حکیمِ خدا بڑھے
مشتاقِ منصبِ علم مصطفیٰ بڑھے لیکن نہ بازوئے شبِ گلگوں قبا بڑھے

دونوں قدم زمین ادب میں گرے رہے

سر خم کئے کھڑے تھے جہاں پر کھڑے رہے

انساں تو کیا ملک بھی نہیں ایسے مستقل
تھا سر و بود ترا بے قناعت سے پا بہ گل

دیکھے جو حسن اُن کی اطاعت کے متصل
پہلو میں وجد کرنے لگا شاہِ دیں کا دل

رونے لگے حسینِ نصیب اُن کے لڑ گئے

آنسو کے قرعے نامِ مبارک پہ پڑ گئے

ناطق ہوا یہ مصحفِ ناطق ادھر ادھر
شانِ نزول مصحفِ زہرا کی دلوں خبر

روتی تھی جب نبیؐ کو نہایت وہ بے پڑ
کہتا تھا جبریل سے فلاق بحر و بر

جاؤ یتیم خیر و را کو قرار دو

ہلتا ہے عرش۔ عرش خدا کو قرار دو

یہ حکمِ ذوالجلال جو پاتے تھے جبریل
ارض و سما کے بیچ میں آتے تھے جبریل

افسانہ عجیب سناتے تھے جبریل
خیر النساء کو ہوش میں لاتے تھے جبریل

جو ذکرِ جبریل خرد مند کرتے تھے

بابا وہ حرفِ حرفِ قلم بند کرتے تھے

کھولا ابھی جو مصحفِ خاتونِ دوسرا
یعنی علم کے واسطے حکمِ خدا ہے کیا

نکلا سرے پہ قصہ عاشور کر لا
لکھتے ہیں یہ زبانی جبریلِ مرغی

فوجِ خدا کی زیب ہے سالاری حسینؑ

عباسؑ پر ختم ہے علمِ سالاری حسینؑ

پھر ماتم میں لیا علمِ شافعِ اُمم
عباسؑ کی طرف کو بڑھے خود گئی قدم

فرمایا تم کو شرم تھی سو آپ آئے ہم
لو بھائی لو خدا نے تمہیں کو دیا علم

حمزہ کی ارث پائی ہمیں نذر دیکھے

ہاتھوں پہ رکھ کے سروہ پکارے کہ لیجئے

چھاتی سے سر لگا کے دُعادی امام نے بخشا علم نشان رسولؐ انام نے
تسلیم کی حضور کو اُس نیک نام نے لے لے کے نذر بختی آئے سامنے

سیدھی جو چوب بازوئے شاہِ اُمم نے کی

خیمہ میں یاں علم کی زیارت حرم نے کی

پر نذر دے کے عونؓ و محمدؓ ملک شمیم اک گوشے میں کھڑے تھے کئے گردنوں کو خم
تھی فکر یہ کہ فدیہٴ اول ہوئے نہ ہم ہوتے ہیں پہلے فوج کے سببِ حالِ علم

سبقت نصیب حضرت عباسؓ ہو گئی

تھی آس پہلے مرنے کی۔ اب یاس ہو گئی

جاسوس نے عمر کے جو دیکھا یہ ماجرا جا کر کہا عمر سے خداوند کچھ سنا

بولا وہ کیا۔ کہا کہ مبارک کرے خدا واں تفرقہ سپاہِ حسینی میں پڑ گیا

منصب جو اپنے جد کا نہ پایا خفا ہوئے

جعفرؓ کے پوتے فوجِ خدا سے جد ہوئے

کچھ کم نہیں نسب میں یہ سیفِ خدا ہے عباسؓ ہیں علیؓ کے خلف یہ نواسے ہیں

بریز دلِ حمیتِ مہر و وفا سے ہیں ہنتم سے سب کے ساتھ یہ بچے بھی پیاسے ہیں

اب ہو گیا یقین ظفرِ یابِ رم ہوئے

شیرِ خدا کے بیشہ سے دو شیر کم ہوئے

گردن اٹھا کے کہنے لگا شمرؓ بدشور ہاں سچ تو ہے کھڑے ہیں الگ سب سے وہ غیور

اُس نے کہا کہ ان کا ملا لینا ہے ضرور تجھ کو ہے جوڑ توڑ کا اپنے بڑا غرور

ہاں ہدیہؔ یزید کو زینبؓ کے لال لا

وہ تخت دل حسینؓ کے دل سے نکال لا

پر سر کے بھل دیروں کی خدمت میں جانیو ۵۰ مرتے ہیں بات پر نہ اجل سے ڈرائیو

میت سے عاجزی سے خوشام سے لائیو غصہ کے وقت آنکھ نہ اُن سے ملائیو

صحبت رہی ہے فاطمہؓ کے نور عین کی

دیکھی ہیں آنکھیں کھول کے آنکھیں حسینؓ کی

۵۱ گشتیاں بھی میووں کی اور سرد جام بھی آداب عرض کیجیو اور یہ پیام بھی

ہوتا ہے پیشوائی کو حاضر غلام بھی کو نہ تمھاری ملک ہے اور ملک شام بھی

نقارے سک رہے ہیں سلامی کے واسطے

سردار مستند ہیں سلامی کے واسطے

۵۲ روٹھے ہیں اک علم پہ یہ شاہِ انام سے لے جا تو چار پانچ علم فوج شام سے

سمجھا بجھا کے اُن کو جُدا کر امام سے بھڑکا چراغ نور کو حسنِ کلام سے

آئیں گے بھانجے جو شبہ دیں سے چھوٹ کر

ہم سے ملیں گے اور بھی بھول اُن کے ٹوٹ کر

۵۳ آتا ہے رحم دونوں کے بچپن پہ دمبدم گزند کریں کہ لیں گے پیرِ مہاسی کا علم

کہنا کہ یہ خوشی بھی تمھاری کریں گے ہم پر کب کہ جب حسینؓ کا سر ہوئے گا قلم

حاضر ہیں ہم برات کے سورہ پہ مہر کو

عباس کا علم بھی تمھیں دیں گے ظہر کو

۵۴ سینہ پہ ہاتھ رکھ کے پکارا وہ بدشیم یہ بھی ہے کوئی کام ابھی لائے اُن کو ہم

اچھے سے اچھے اُس نے چنے جلد دو علم پشکوں میں جن کے نصب جوابہر تھے یک قلم

دو کشتیاں لیں ایک میں تو سرد جام تھے

اور ایک میں چُنے ہوئے میوے تمام تھے

آگے گمان بر ہوا پیچھے وہ بدگماں نہ بیر کے اُلٹے کو تقدیر درمیاں
عرشہ کی ہر قدم تھی نہ اُجھک یہاں وہاں آیا وہاں کھڑے تھے یہ دونوں خضرِ حیا

دونوں پہ آنکھ شمر کی جو یک بیک پڑی

نخوت پسینہ بن کے جبیں سے ٹپک پڑی

خم ہو کے نیم قد یہ کیا شمر نے کلام اے وارثانِ حیدرؑ و جعفرؑ مرا سلام
یہ آن بان مان گئے رُستمانِ شام واللہ آج تم پہ ہے جرات کا اختتام

یہ بانک پن نظر میں کھپا جی میں گرد گیا

سکہ دلوں میں آپ کی غیرت کا پڑ گیا

جیراں میں سب یہ آپ کے ماسوئے کیا کیا تم کو نہ حاملِ علم مصطفیٰ کیا
منصب تمھارا بھائی کو اپنے عطا کیا لشکر سے اُن کے آپ اک اٹھ آئے بجا کیا

سمجھیں نہ جب بزرگ تو خورِ دوں کو چارہ کیا

اُلفتِ خدا کی دین ہے اس میں اجارہ کیا

شبیرؑ اب علم بھی جو دیں تو نہ لیجئے حاضر یہ دو علم ہیں قبول ان کو کیجئے
سب کچھ ہے چاہئے جسے جو آپ دیجئے سولہ پہر کی پیاس ہے پانی تو پیجئے

ناحق ہے سوچ شوق سے تشریف لے چلو

سردارِ نذر دینے کھڑے ہیں چلے چلو

فضلِ خدا سے عاقبت اندیش ہیں حضور دھیان اپنی آماں جان کے پردہ کا ہے ضرور
اُس نورِ حق کی آنکھ کا ہے نور وہ غیور پیوندِ خاک پر وہ شب میں ہوا جو نور

دُنیا پھرے زمین پھرے آسماں پھرے

پر ننگے سر نہ تم سے دیروں کی ماں پھرے

لو فوج و ملک و مال و خزانہ بس اور کیا ^{۱۰}

دیں نذر خسروان زمانہ بس اور کیا

بیت اشرف کے در پہ جہاں اتجا کرے

اور پانچ وقت نوبتِ شاہی بجا کرے

ہر قوم و ہر دیار کے یاں بھی ہیں کج کلاہ ^{۱۱}

دیرِ نجف نہیں مگر ان میں خدا گواہ

جب ہاشمی کہیں کہ جگر ہم نبیؐ کے ہیں

چلاؤں میں ادھر بھی نواسے علیؑ کے ہیں

سزاجِ تشنگان کا جو سر کاٹ لائیں گے ^{۱۲}

سجادِ ننگے پاؤں سوئے شام جائیں گے

ہو یا نہ ہو رہائی کبھی اس اسیر کی

تم سے بڑھے گی نسل جنابِ امیرؑ کی

یہ سن کے آپ میں نہ محمدؐ رہے نہ عونؑ ^{۱۳}

غصہ سے سُرخ ہو گیا یا قوتِ رخ کا لون

تقِ حق کے صاف سینوں کی ڈھالیں سنبھال لیں

آدھی سر دھیاں کمروں سے نکال لیں

الشہرے پاس شرعِ شہنشاہِ انبیاءؑ ^{۱۴}

یہ ایچی ہے فوج کا اُس کو زوال کیا

چھوٹے نے عینِ طیش میں یہ عونؑ سے کہا

بولا وہ یاد کیجئے مسلمؑ کا ماجرا

کیا ایچی حسینؑ کا وہ بے وطن نہ تھا

تشمیر لاش ہوتی تھی غسل و کفن نہ تھا

چلایا شمر لو ابھی مسلمؑ کا خون بہا حاضر ہے سر بھی لاش بھی دفناؤ ایک جا
کہتا ہوں پھر قصور معاف آگے جو جانا اب بھی سمجھئے دیکھئے اپنا بُرا بھلا

ما تھے یہ باندھ لینے دو سہرا تو باپ کو

دولھا تو کہہ کے لاش پہ ماں روئے آپ کو

نعرہ کیا علیؑ کے نواسوں نے یک بیک بس بس زیادہ منہ سے نہ اب و اہیات بیک

چپ چپ ابکار چپ سرک او بے ادب مرک تیرے فریب و کمر سے اب کانپا ٹھے فلک

بہکا اُنھیں خدا کو جو پہچانتے نہ ہوں

ظالم یہ اُن سے کہہ جو تجھے جانتے نہ ہوں

اوسج کا زب افق شام تیرہ نام آں جناب مخبر صادق سے یہ کلام

ارغواں وادی ستم و کفر اہل شام دن کو چراغ مکر جلا نا ہے تیرا کام

ابیس تو ازل ہی سے آدم فریب ہے

تو آدمی کی شکل میں عالم فریب ہے

لایا ہے دو علم بھی تو مکار ہے بڑا سیدھی تو ہے یہ بات عقیدے میں بل بڑا

پینمبریؑ علم سے نہ ذہن غبی لڑا سدرہ ہے اُس کے سامنے اک پاؤں کے کڑا

رتبہ ترے نشانوں کا ایسا ہوا بھی ہے

جعفرؑ نے اور حمزہؑ نے ان کو چھوا بھی ہے

او جابرؑ شریعت پیغمبرؑ انا نام انصاف میں حسینؑ کے تجھ کو ہے کیا غلام

جن کا خدا خدا ہے حسینؑ اُن کے ہیں امام شان امام یہ ہے کہ عادل ہو و السلام

منصف ہیں یہ کریم ہیں یہ مقتدا ہیں یہ

برحق وزیر اعظم ذاتِ خدا ہیں یہ

کل روز مشران کی عدالت کو دیکھنا دشمن پہ قہر و دست پہ رحمت کو دیکھنا
تقسیم کرتے دوزخ و جنت کو دیکھنا کس طرح بخشواتے ہیں اُسٹ کو دیکھنا

کام ان کو صبر سے ہے کہ باقی جہاں رب

انصاف اگر کریں تو نہ تیرا نشان رہے

ہمدوش حمزہ حیدر کرار تھے نہ تھے روزِ احمد نبیؐ کے علمدار تھے نہ تھے

عباسؑ اس علم کے سزاوار تھے نہ تھے شاہِ نجف کے یہ دُرِ شہوار تھے نہ تھے

تو یہ جُدا ہم اس پہ امامِ ہدایا سے ہوں

بیٹے کے جوتے زاناک وارثِ نواسے ہوں

اس بار کے اٹھانے کی طاقت بھی چاہئے طاقتِ بہرِ حسنِ لیاقت بھی چاہئے

حائل کو اس علم کے رفاقت بھی چاہئے دل کو وفازِ باں کو صداقت بھی چاہئے

ایسا ہے مستظلم کوئی تیرے قیاس میں

ایسوں سے جو لڑائے بہتر کہ پیاس میں

ہم اور وہ ہیں یک تجھے بے خیال کیا اُن کو ملا ہمیں کو ملا قبل و قال کیا

یہ تو ہماری عین خوشی تھی ملاں کیا حکمِ امام میں ہو تفاوتِ ممال کیا

اس رہنما پہ خضرؑ بھی ایسا ہی شمار

ہم بھی عالم بھی فوج بھی عباس بھی شمار

اور شمر کس شمار میں تو اور ترا یزید اور کس قطار میں یہ صغیرِ منیرِ بنیر

شاہراں میں بند و لبت تھی شہِ دنا شدہ آج اُس کی خاک تک بھی زمیں سے ہے بیٹہ

نمرود کو خدائی کے دعوے سے کیا ملا

بندوں میں جس نے ترک خودی کی خدا ملا

دروازے اس چمن کے ہیں دو اک سے اک خدا دریاں ہے ایک در پہ حیات ایک پر قضا

مشتاق سیر باغ کو عبرت کی ہے ندا اک در سے آنا شے کو اور ایک در سے جا

شاہ و گدا کا مسند و بستر سے کوچ ہے

اک در سے داخلہ ہے اور اک در سے کوچ ہے

یاں روز اک طلسم بنا اور بگڑ گیا یاں شب کی شب بسا جو سا فر اُڑ گیا

یاں کل نہال تازہ جا آج اکھڑ گیا نام خزاں کا سکہ زرِ گل پہ پر ٹگیا

یادِ دن نہ سُن حساب کا کچھ میر بھیر ہے

ناتے کسے کھڑے ہیں سواری کی دیر ہے

ہر فرد شوق نامہ ہستی ہے یک قلم یک اجل پکارتا ہے نامہ بر ہیں ہم

سزائے جبین پہ نشان ٹھیک ہیں قلم سینے مقام گور سے یہ خط سوئے عدم

گل ایک ہفتہ باغ میں گل میہمان ہے

سبزہ گل بہار کی رخصت کا پان ہے

انبارِ سیم و زر کے جو اہل درم نکلیں بھولے سے ہم نہ باتِ خدا کی قسم نکلیں

آنکھوں میں شہ کا سرمہ خاکِ قدیم نکلیں پارس کے بھی پناڑ کو ٹھوکر نہ ہم نکلیں

سب نے زبان سے آب و غذا کا مزایا

ہم نے فقط زبان سے نامِ خدا لیا

ارشادِ ذوالمنن سے اگر بہر استخاں پیدا ہوں سو ہزار زمیں لاکھ آسمان

اور ایسے لاکھ شہر بسیں اُن کے دریاں ہستی بھی جاوداں ہو حکومت بھی جاودا

لینے کا سلطنت کے نہ زہار نام لیں

ہم دونوں ایک دامن شپیر تھام لیں

دیکھئے زرہ کے چشم نے ہم سے نہ صفت شکن
گوش پرنے بھی نہ سنے ہم سے تیغ زن

پائے کہیں نہ خود نے بھی ہم سے تیغ زن
سُنیو کوئی گھڑی میں جو کچھ بولتا ہے

اقبال سے حسین علیہ السلام کے

ایسے رڑیں کہ قلے ملیں روم و شام کے

عباسؑ ابن شیر خدا مدظلہ
ماموں ہمارے صل علی مدظلہ

رایت کشائے فوج خدا مدظلہ
سایہ ہے بن کا بال ہمارے مدظلہ

مترد وقت تمام زمانے میں نیک ہیں

عباسؑ اُن چنے ہوئے نیکوں میں ایک ہیں

ان کو علم ملا تو ہمیں کو ملا علم
خاطر ہماری ایسی ہے اُن سے کہیں دُور

ادنیٰ کو بخش دیں علم خسرو اُمم
پر ہم تو خوش ہیں اب کہ شرت دد ہو ہم

سردار ایک ماموں علمدار دوسرا

ہم سا بھی ہے جہاں میں نمودار دوسرا

عرشِ عکاس ہے فرشِ ضیا گستر حسینؑ
آنکھیں ہیں عیشیوں کی سونے ستر حسینؑ

انلاک میں محافظہ نہ دفتر حسینؑ
ہم کیا بڑے بڑے ہیں ہم کہ رہ حسینؑ

حق نے ہماری نانی کو جب کہ خدا کیا

آب و نمک جہیز میں بالکل عطا کیا

قدرت یہ ہے کہ غیب کے اسرار دیکھ لیں
اپنے محل سے خُلد کا گزار دیکھ لیں

چیونٹی کی یہ اندھیرے میں رفتار دیکھ لیں
آنکھوں میں نبضِ مردم بیمار دیکھ لیں

قدرت ہے سب طرح کے سفید و سیاہ کی

لیکن نہ ہے نہ ہوئے گی قدرت گناہ کی

تاتل کو جام دیتے ہیں تعذیر کے عوض رہتے ہیں یہ خدا کی عبادت میں بے غرض
جو ہر ہے لعل فاطمہ زہرا کا سبب غرض یہ خاص سب عوام یہ درماں ہیں گل غرض

سب سایہ ہیں یہ جان نبیؐ بے گمان ہے

سایہ نہ جان میں ہے نہ سایہ میں جان ہے

آنکھوں میں بے حیائی ہے یا کچھ حیا بھی ہے حاکم کا ڈر ہے دل میں کہ خوف خدا بھی ہے
جب شہ سے ہم جدا ہوں تو آب و غذا بھی ہے در نہ لگے پہ تیغ ہے سر پر بلا بھی ہے

ساغر ہٹا کہ دردِ عطش لا علاج ہے

پیاسا بہت ہمارا ولی نعمت آج ہے

حافظِ خدا ہے اماں کے پردے کی فکر کیا شب کو اسی ہراس میں تھی آلِ صطفیٰ

اماں نے ہاتھ جوڑ کے ماموں سے یہ کہا اُمت پہ جان صدقے ہے کیا چیز ہے ردا

شیعوں کے رخ پہ حشروں جنت کا در کھلے

پردہ نہ اُن کا فاش ہو ہم سب کا سر کھلے

ناگاہ بارگاہِ حسینِ بلی تمام دیکھا کہ خاص خیمہ میں برپا ہے شرعام

نفسہ پکاری عیون و محمدؐ کالے کے نام دوڑ دو خوزاد و میری خوزادی ہوئی تما

غیرت کی کوفت دل سے نہ اٹھی گذر گئیں

ایسے پسینے شرم سے آئے کہ مر گئیں

تلوار سے نہ مارا تریوں مارا بے خطا اب ہاتھ جوڑ جوڑ کے یہ کہہ رہا ہے کیا

تم نے طلب کیا کہ خود آیا یہ بے حیا مطلب غرض مراد سبب و جہ مدعا

کاٹو زباں کہ پھر نہ کبھی ہم کلام ہو

اک نیچہ لگاؤ کہ قصہ تمام ہو

تم نیک ہو تمھاری بلا جانے مکر و فند ^{۹۰} یہ شمر اپنے نام کا ہے ایک خود پسند
حضرت کے چاہ و پیار سے تم ہو جو بہرہ مند منظور ہے کہ پست ہو وہ رتبہ بلند

سو یہ بخیر ربط یہاں جا نہیں ہیں

ایسے نہ تم ہو اور نہ ایسے حسین ہیں

لاٹچ کا بھی زباں پہ سخن لایا ہوئے گا ^{۹۱} باغی نے باغ سبز بھی دکھایا ہوئے گا
بچہ سمجھ کے دونوں کو بہکایا ہوئے گا لیکن جواب سُن کے مزہ پایا ہوئے گا

اتنا نہ سمجھا رشتہ ہے شاہ گھنیں سے

زمین کا دودھ پی کے پھر میں گئے ہیں

نزدیک تھا کہ دونوں کا دل آب آب ہو ^{۹۲} بولے بس اب کوئی نہ سوال و جواب ہو
اور شمر جانشانہ تیر عذاب ہو دنیا خراب ہو تیری مقبلی خراب ہو

کیا جانے کیا حضور نے جانا غضب ہوا

اماں نے سُن لیا ترا آنا غضب ہوا

شیروں سے ڈیکے بھاک گیا شمر بد حال ^{۹۳} مسطح چوٹ کھاتے ہرے چوڑی غرا
ابھی حرم سرا کو ہوئے یہ ملک خصال کچھ عفتہ کچھ حجاب کچھ افسوس کچھ طال

چلنے میں شرم سو قدم آگے بڑھی ہوئی

منہ اُترا اُترا عفتہ سے تیوری چڑھی ہوئی

کشمور یاں کھڑی تمہیں پس پردہ بیقرار ^{۹۴} اُن سے کہا دلبروں نے یہ سو کے بے قرار
یوں تو سر ایک دقت ہیں بندے قصور دا پر اس گھڑی قصور نہیں پنا رہنما
سہ شہاب۔

اتماں کے دل میں شک جو پڑا ہے نکال دو

دونوں کو اُن کے پاؤں پہ لے جا کے ڈال دو

دوڑیں و فوریش سے خود زینبؓ حزیں فرمایا میں تو آنے کو تھی ننگے سروہیں

پیا مشورہ تھا شتم سے وہ بولے کچھ نہیں فرمایا خوب لوگوں میں جریا ہے پھر نہیں

شتم لیں نے صلح جو ٹھہرائی ہوئے گی

مرضی تمھاری تھوڑی بہت پائی ہوئے گی

ماموں سے اپنے بوجھ لیا تھا جواب دو زینبؓ نے تم کو اذن دیا تھا جواب دو

اگر سے اس کا ذکر کیا تھا جواب دو اس دن کو میرا دودھ پیا تھا جواب دو

اب سوچ ہے نجات ہو دنیا سے پاؤں گی

جنت میں فاطمہؓ کو میں کیا منہ دکھاؤں گی

ہے مجھے تو اور یہ وسواس اب ہوا شاید علم نہ ملنے کا تم کو تعب ہوا

عباسؓ کو ملا جو علم کیا غضب ہوا گزرا جو ناگوار خلافت ادب ہوا

آئیے کوئی بلا نہ پیر کی کمائی پر

قربان دونوں تم مرے عباتی بھائی پر

قدرت خدا کی اپنے بزرگوں سے آن بان تم کہہ اب یہی یہ لیاقت خدا کی مثال

منہ پر حضورؐ کہتے ہو اور کھوٹے ماسوں بنا اور پیٹھ پیچھے ہائے غضب ہسری کا دھبہ

دونوں بہاں میں سورہ الزام کر دیا

تم نے ہمارے دودھ کو بدنام کر دیا

وہ صدقہ برے ملے تم مرے عباس بھائی پر

وہ منہ پر بھی سور کبھی چھوٹے ماسوں بان

قبلہ کو ہاتھ اٹھا کے پکارے وہ بہ لفت اماں بہت کعبہ کہ خدم ہیں بے خط
 سن لیجئے ہماری تو پھر ہو جسے خفا جن کو حضور پالیں گی وہ ہوں گے یوفنا
 چاروں ملک جو مالک تقدیر سے پھر ہیں
 ہم دونوں بھائی حضرت شہید سے پھر ہیں
 قرآن پہ ہاتھ رکھنے کو موجود ہیں غلام قرآن ہمارا کیا ہے سرائے امام
 اکبر سے پوچھ لیجئے نا اے ملک مقام کھل جائے جھوٹ سیح کی حقیقت ابھی نام
 خدمت غلام کی سیفِ خدا نے جو پائی تھی
 پہلے تو ان کی نذر ہمیں نے دکھائی تھی
 منہ سوکتا ہے کہتے ہوئے چھوٹا مون جان غربت میں ان کی جان کو نہ کی مان
 نہ خاک پا میں کن سے بھلا ہماری کہ دنیا ان سے نہ ضد نہ ست نہ نیت نہ آن بان
 وہ باپ کی جگہ میں بیٹے امام ہیں
 وہ ناب حسین ہم ان کے غلام ہیں
 شہزادوں درازہ پہ تھا اختیار کیا کچھ یاد بھی نہیں کہ بکا نا بکا کیا
 کاذب کے قوال و فعل کا ہے اعتبار کیا ہم تو وہی ہیں آپ کہ بھر نظر کیا
 یسے دے جواب کہ نقشہ بگرد گیا
 جتنا زمین میں صورت قاروں وہ گرد گیا
 زینتِ پکاری میں تو ہوئی سب میں رنگوں جے ہے ہر ایک رنج سے یہ نیچے خروں
 اک تیغ سے بہائے گایہ پنجتن کا خوں سرکھووں شیریں کو چاروں دہائیوں
 لفت جو تھی حسین علیہ الصلوٰۃ کی
 کیوں تم نے میرے بھائی کے قاتل سے بات کی

زہرے بولے ہاں سکوت کی لائے نہ تاب ہم کس منہ سے جاتے پیش رسالت تاب
 سنتے حقارت شہِ عالی جناب ہم حضرت کا دودھ پی کے نہ دیتے جواب
 زینب پکاری پھر کوئی شاید کوئی گواہ
 مڑ کر نجف کو بولے کہ نانا علی گواہ
 در یہ سن کے دونوں پہ ہونے لگی تار پھر کچھ زبان سے نہ کہا دل کو آیا
 سے واہ ان شجاعوں کی باتیں ہیں یادگار بچپن میں یہ سمجھ تھی کہ قرباں تھے جتنے تار
 کوئین کہہ رہے تھے کہ تو قہر دیکھے
 اس عمر میں کلام کی تاثیر دیکھے

مطلع

جوشن ہیں دو پر ایک صغیر اک کبیر ہے زینب کے مہ و شوں کی یہ کامل نظیر ہے
 اک لال بدر۔ اک ہلال منیر ہے ایک ایک جوشن شہِ برنا و پیر ہے
 جوشن ہیں وہ کہ بازوئے روشن کی زیب ہیں
 روشن ہے بازوؤں سے کہ جوشن کی زیب ہیں
 مجموعہ سوادِ عاؤں کا ہے جوشن کبیر صد پار کا عضو ٹٹا ہوئے وقت دار و گیر
 زوج اس دیر کا ہے جوشن صغیر اُس کے لئے ہیں زیر و زبر زخم تیغ و تیر
 حفظِ امام کے لئے تیروں سے چھن گئے
 جوشن تھے پر۔ زہرہ شہِ والا کی بن گئے
 مامانِ خاص حضرت رب العالیہ ہیں جانانِ جانِ قالبِ خیر الوریہ ہیں
 نیرانِ شیر بادیا قل کفا یہ ہیں مردانِ مردِ معرکہ لافتا یہ ہیں

مرد کفر کے لئے قہر الہ میں

نوشیروان عدل کے پشت و پناہ میں

۱۰۹
اُن کی شنا کریں گے بھلا کیا ہمہ شما روح القدس کا نعرہ ہے روحی ذاکر
پر تو فگن ہما پہ جو ہوں یہ ہنر نما زائل ہو عیب تیر گئی سایہ ہما

ناد علی نہ یاد ہو تو ان کا نام نو

پھر جنگ میں زبان سے تینوں کا کام نو

۱۱۰
اب جعفری گلوں سے وداع بہار ہے تیار اجل پہ اپنی ہر اک گلغزار ہے
زینب کو قطع نسل کا غم رو بکار ہے فوج حسینِ حر کے لئے سو گوار ہے

سو کھے گلوں کو تیغ کی لذت کا شوق ہے

بچپن کی موت رن کی شہادت کا شوق ہے

۱۱۱
ناگہ محل میں غرق بخوں آئے شاہ دیں تڑپنی بہن تو بوسے یہ میرا لہو نہیں
حر نے بسائی مقتل سادات کی زمیں لاش اُس کی لائے گود میں اُفت سے خور نہیں

زینب نے حر کے سوگ میں فریاد و آہ کی

شرما کے نور چشموں پہ اپنے نگاہ کی

۱۱۲
وہ گرہ پڑے حسین کے قدموں پہ دوڑ کر پوچھا بہن سے شاہ نے کیوں ہے یہ چشمِ تر
مطلب ہے کیا جو میری خوشامد ہے اس تدہ بولیں کسی کے دل کی جیسے بھائی کیا خبر

پوچھو انھیں سے پاؤں پہ آنکھیں جو ملتے ہیں

میری صلاح و مشورہ پر کیا یہ چلتے ہیں

۱۱۳
شہ نے کہا سعید ازل ہیں یہ نیک خو ہے دورانِ گلوں کے بیاں سے گلے کی بو
فقہ پکاری آ کے شہ دیں کے روبرو قربان جاؤں مصلحتا ہے یہ گفتگو

دم بھرتے ہیں یہ ماں کا وہ دم انکا بھرتی ہیں
 شکوہ نہیں حضور سفارشیں یہ کرتی ہیں
 عباسؑ کو علم جو کیا آپ نے عطا
 چپ چپ کچھ اس گھڑی سے ہیں دونوں یہ تم
 باہر نہ جانے شمرنے کیا جھوٹ بیج کہا
 ان کو تو کچھ حیا ہے خوزادی کو کچھ کلا
 عباسؑ کی طرح سے کرم ان پہ کیجئے
 اُن کو علم دیا ہے رضا ان کو دیجئے
 حضرت سے ملتی ہوئی خود زینبؑ حزیں
 کچھ حُر کا حق ہے ہم پہ بھی فرمایا کیوں نہیں
 محسن ہے میرے خورد و کلاں کا وہ خوش نصیب
 اُس نے کہا کہ میرے بھی نزدیک ہے یوں نہیں
 پر اُس کی بکسی پہ جگر پاشش پاش ہے
 تنہا تمہارے فدیہ اول کی لاش ہے
 زینتؑ کا حُر کی لاش پہ سماں کوئی نہیں
 قرآن خواں کوئی نہیں گویاں کوئی نہیں
 ماتم میں اُس کے چاک گرمیاں کوئی نہیں
 جُز گیسوے بتوں پر ریشاں کوئی نہیں
 شامل رضا جو آپ کی تائید حق سے ہو
 زینبؑ ادا ہر اول مولا کے حق سے ہو
 حضرت کے فدویوں کو شہادت کا شوق ہے
 جنگل میں میر گلشنِ جنت کا شوق ہے
 جاگے ہیں شب کو خواب فراغت کا شوق ہے
 زینبؑ کو حُر کی لاش پہ زینت کا شوق ہے
 حُر کی طرح سے خون میں رنگیں لباس ہوں
 مہماں کی لاش بیچ میں یہ آس پاس ہوں
 زانوئے فکر پر شہر دیں نے دھری جبین
 لے کر بلائیں کہنے لگی زینبؑ حزیں
 کعبہ میں جو کہا تھا وہ ہے یاد یا نہیں
 وعدہ تھا میرے خواب کی تعبیر کا یہیں

اے یوسف علی مری خاطر نشان کرد

فرمایا شبہ نے خواب پھر اپنا بیاں کرد

۱۱۹ بولیں مقیم کعبہ اعظم تھے جب امام کیا دیکھتی ہوں خواب میں اے قبلہ ان
اک دشت ہولناک میں بونڈی کا ہے مقام ہیں ہاتھ میں دو خوشہ انگور سبز و نام
ناگاہ رنگ زرد ہوا ہوش کھو گئے

دو دانے یا تو سبز تھے یا لال ہو گئے

آگے جو اُن کا رنگ ہوا اور کیا کہوں ہو ہو کے خون بہہ گئے جس طور کیا کہوں
دیکھے جو خواب میں تم و جور کیا کہوں میں ٹٹ گئی اُجڑ گئی فی الفور کیا کہوں
جو رنج مجھ کو روز ازل سے نصیب ہیں

بھیا تمھاری جان سے دور اب قریب ہیں

۱۲۰ بے ساختہ تڑپ گئے دل کو پکڑ کے شاہ چلائے آہ نیم جوانوں کی موت آہ
زینب پکاری میں تو ہوں راضی خدا گواہ بولے حسین صبر کی توفیق دے الہ
اس خواب سے ہے غم کے سوا اور دھیان کیا

تعبیر تو عیاں ہے عیاں کا بیان کیا

۱۲۱ انگور میوہ۔ میوہ سے اولاد ہے مراد وہ بن یہ کر بلا ہے۔ بلا جس کی غلہ زلہ
بہم یاں شہید ہوں گے حدیث نبی ہے یاد وہ دونوں دانے ہیں ترے فرزند خوش بہاد
سر سبز و سرخ رو یہ خوش اقبال ہوئیں گے

اپنے لہو میں لال ترے لعل ہوئیں گے

۱۲۲ کی عرض آشکار یہ تعبیر ہوگی کب رو کر حسین بولے اسی روز بلکہ اب
تسلیمیں تین بھانجوں نے کیں بھدادب مان نے کہا مراد دلی پانی شکر مراد

تعبیر خواب شبہ نے ہمیں دی رضا تمہیں
آواز دو پکار رہی ہے قضا تمہیں

۱۲۴ بولے حرم یہ صبر کے معنی ہیں آفریں پر نذر ذوالجلال کا دستور یہ نہیں
بھیجی ہوگی بارگاہِ خدا میں انھیں یو ہیں آلودہ غبار میں گیسوئے عنبریں
قربانی، خلیل سے واقف زمانہ ہے

یاں رختِ فاخرہ ہے نہ سرمہ نہ شانہ ہے

۱۲۵ ابنِ خلیلؑ راہِ خدا میں ہوئے خدا بخشے خدا نے دوشرفِ ان کو جہا جہا
یہ فدیہٴ حسینؑ ہیں اور ہدیہٴ خدا کیا کیا نہ دھوم ہوتی جو ہوتے یہ کہ خدا
آخر کو ہر طرف سے یہ بے آسری ہوئے
پہناد و اب جو ہوں نئے خلعت دھرے ہوئے

۱۲۶ بولیں کہ جو صلاح ہو راضی میں دل حزیں پر آبدار خانہ میں تو بوند بھی نہیں
کیونکر ڈھلاؤں کا کل و رخسارِ ازہیں آئی ندا بہشت کی نہریں تو ہیں قریں
یہ گردِ زلف دیکھ کے روئے گی فاطمہؑ
آج ان کو سلسبیل سے دھوئے گی فاطمہؑ

۱۲۷ اک گوشہ میں گئی وہ جگر گوشوں کو لئے اور قیمتی جواہر و خلعت طلب کے
لا لا کے کشتیوں میں کینزوں نے رکھ دئے دودِ جگر کا پردہ کھنچا جیلے کے لئے
آئی ندائے بے کفنی پیرہن ہوں میں
بچپن کی موت بولی تمھاری دلھن ہوں میں

عہ پہلے مصرع میں لے بمعنی ساتھ اور چوتھے مصرع میں لے بمعنی واسطے

سُرمہ لگایا مدنگہ کی سلائی سے ظلمت کو روشناس کیا روشنائی سے
 بھاگی ہزار میل کدورت صفائی سے کم تھی نہ میل کلک قدر کی رسائی سے
 سُرمہ کے خط سے ترجمہ پورا نظر پڑا
 مردم کو عین صَاد کا سورا نظر پڑا

سُرمہ تھا یا وہ نور کے اقلیم کا سواد ہالہ تھا ماہِ چشم کا یا عین پر تھا صَاد
 تیغِ نگہ کا رعب ہوا سُرمہ سے زیاد جس طرح فتح تیغ دو پیکر کی خانہ زاد
 مردوں کی تمبتیں نہیں رہیں چھپی ہوئیں

تھیں دوسر دیاں وہ برا برا پنی ہوئیں
 پہنایا جامہ زیبوں کو اپنے لباسِ جنگ پوشاک یوں بدن میں کھلی جیسے گل پہ رنگ
 آفت سے خود پٹ گئیں مثلِ تلبے تنگ سجنے لگیں جواہر خوش رنگ بے درنگ
 شرکت جو حسن باطن و ظاہر کی ہو گئی

دونوں سے لاکھ زیب جواہر کی ہو گئی
 موتی کی ثمریں وہ بلوریں کلاسیاں گردِ ہلال عقد شریا تھا ضوفاں
 انگلی میں تھا یہ خاتمِ فیروزہ کا بیاں فیروزہ کلک ہے ہریرِ لگیں یہاں
 انگلی کی ضو نہ ماہ میں نے مشتری میں ہے
 روشن ہلال حلفتِ انگشتی میں ہے

جوشن وہ بازوؤں میں زبرد کے سناکا تجھے مثل جوشنِ اثرِ جن کے بے شمار
 زمیٹ کے لال شادِ نجف کے تجھے رشتہ دار دُترِ نجف کے ہار سے دونی ہوئی بہار
 ناتے کا زور پکے کے بندھنے سے گھٹ گیا
 خوشید کی کمر سے مہرِ نو لپٹ گیا

جھاڑی مڑہ کے پنجہ سے پھر زلف مشک نام روشن ہوئی ہزار شب قدر سے یہ شام
 بولی تمھاری شام غریبی ہوئی تمام اب ہم ہیں اور گردش لیل و نہار شام
 راضی ہوں سر کھلے کہ پریشان حال ہو

پر میرے پیارے بھائی کا بیکانہ بال ہو

پھر زیورِ سلاح سنوارا پئے جدال قہرِ خدا کی تیغ پناہ خدا کی ڈھال
 سلطانِ ملکِ حسن تھے اعضائے بے مثال چار آئینے تھے چار وزیر اُن کے خوش حال

سر کو نجومِ بعد نے بحرے میں خم کیا

ہفت آسماں نے سبعِ مثانی کو دم کیا

یہ دونوں دولہا آئے جو خدمت میں شاہ کی آنکھوں سے تو نگاہ کی اور دل سے آہ کی
 لیکن بہن کے صبر و تحمل پہ واہ کی فرمایا بس یہ شان ہے نذرِ اللہ کی

کیونکر جہاں سے جعفر و حیدر کو لاؤں میں

پوتوں کی اور نواسوں کی زینت دکھاؤں میں

زینت کو تھا نہ ہم سے عجب طرح کا خیال ایسی بہن نہ ہوئے گی بھائی کی حق شناس
 زیرِ فلک کھڑی ہوئی اُس دم وہ بے حواس خور دوکلاں کو جمع کیا اپنے آس پاس

چلائی ہاتھ جوڑ کے سب گھر کے سامنے

پھیلا دو ہاتھ حنائی اکبر کے سامنے

سب قبلہ رکھڑے ہوئے شلِ صفِ نماز ششماہہ کے بھی ہاتھ کئے قبلہ رودراز
 زینت نے سوتے قبلہ کیا گیسوؤں کو وار چلائی اسے کریم تو کل کا ہے کار ساز

چاہے تو برج مہر میں ذرے کو راہ دے

جس کو کوئی پناہ نہ دے تو پناہ دے

دیتا ہے اے کریم تو سائل کو بے سوال ^{۱۳۸} بخشا خضر کو چشمہ سلیمان کو ملک و مال
ہم فاقہ کش ہیں تیرے نبی و علی کے آل نادار و بے دیار و پریشان و خستہ حال

اک چشمِ مرحمت ہے تری دو جہان پر

سب نعمتوں کا ذائقہ ہے اک زبان پر

سب بندگی کو ہیں تو خدائی کے واسطے ^{۱۳۹} سرکارِ حق ہے کارروائی کے واسطے

اس دم میں بے حواس ہوں بھائی کے واسطے آگے ترے کھڑی ہوں گدائی کے واسطے

نئے ملک چاہتی ہوں نہ دنیا کے چین کو

میں بھیک مانگتی ہوں مجھے دے حسین کو

دو جانیں ایک جان کے بدلے قبول ہوں ^{۱۴۰} نوٹدی کے بیٹے فدیہ سبطِ رسول ہوں

یہ ہو تو بس تمام مرادیں حصول ہوں یارب نہ بے حسین کی اماں بتول ہوں

قربان ہو گئی میں تری کبریائی کے

بیٹوں کو روکے روؤں نہ لاشے پہ بھائی کے

تقدیر۔ ان کی موت مجھے ایسی راس لائے ^{۱۴۱} آئی ہو میرے بھائی پہ جو ان کے ساتھ جائے

سبطِ نبی کے پیادوں پہ کوئی نہ آنچ کئے اُجڑے ہوئے مدینہ کو شبیر پھر بسکے

سب کی سلامتی میں بلا سے پناہ ہو

اصغر کا مکتب اور علی اکبر کا بیاہ ہو

ناگاہ بے فروغ ہو مشرقِ خیام ^{۱۴۲} زینت کے آفتاب چلے سوئے فوجِ شام

در پر ہوئی سواری آخر کی دھوم دھام بھیجا قضا نے مالکِ اصغر کو پیام

جائیں جو اڑ کے خلد کو دودھ سمند لا

تابوتِ غازیانِ شہادت پسند لا

اصطبل سے مرقع صرصر رواں ہوئے سیمرغ دو اڑے کتگا ور رواں ہوئے
دونوں جہاں کے ہوش برابر رواں ہوئے رفرت ہوائے عرش میں فر فر رواں ہوئے

رضواں کا ایک قول تھا دونوں کی چال پر

آب و ہوا بہشت کی ہے اعتدال پر

گنگاؤں بہارِ بوقلموں سے جٹاں نما زیرِ قدم زمین کا نام آسماں نما
ہیکل کا عکس دھوپ میں ہے کہکشاں نما کا سہ ہر ایک سم کا ہے جامِ جہاں نما

عالم بزمیر پا ہے یہ عالم نرالا ہے

سرعت نے سین کم سے سراپنا نکالا ہے

شاہین فکرِ نظم کے یاں بال و پر گرے گوچست بازِ طبع کے باز و تھے پر گرے
صفحہ قلم کے ہاتھ سے مثلِ پیر گرے مضمونِ نظر پہ چڑھ کے بوقتِ نظر گرے

حیرت وہ ہے کہ لائقِ شرح و بیاں نہیں

تصویر کی طرح سے دہن میں زباں نہیں

میں اور شہنا علیؑ کے نواسوں کی کیا مجال جن کے جلال و جاہ کا مداح قدو الجلال
میں ننگ وہ شرف میں زوال اور وہ کمال لازم ہے بابِ علم سے اس باب میں سوال

مولا مدد کریں تو سخن اب تمام ہو

تائیدِ جبرئیل علیہ السلام ہو

لوشیعوا آمد آمد روحِ الایں ہوئی لوبخششِ خدائے سخن آفریں ہوئی
اوپچی نویں فلک سے سخن کی زمیں ہوئی لوروحِ پاکِ عون و محمدؐ معین ہوئی

عرشِ خدا سے رخصتِ پرواز آگئی

پروازِ جبرئیل کی آواز آگئی

باریک بال سے بھی جو گھس کر زبان ہو شکر عطاءے حق نہ سر مو بیان ہو
صدقے علی کے نام مبارک پہ جان ہو ذرے پہ کون ان کے سوا مہربان ہو
شیرازہ ہفت دفتر گردوں کا کھل گیا
بندش میں قلعہ خیبر مضمون کا کھل گیا

طالب نہیں صلے کا امیر و فقیر سے دل بے غنی دلائے جناب امیر سے
ترجیح ہے عطار د گردوں سریر سے معجز بیاں ہوں قدرت رب قدیر سے
سائے میں بوتراپ کے یہ خاکسار ہے

کیسا ہما فلک کے بھی سایہ سے عار ہے
چمکا وہ پرچم علم فضل ذوالمنن وہ نوبتی ہے طبل مضایں پہ چوبندن
بائیں طرف حسین ہیں دہنی طرف حسن اور پنج میں بوجہ حسن لشکر سخن
غل ہے خزانہ نظم کا بے فکر و رنج ہے
مداح لے جواہر مضمون کا گنج ہے

بالیدہ فخر سے ہوئی اب خاطر طول جیسے نہ اپنے جامہ میں پھولا سملے پھول
یاں منصب ہزاری بٹل نہیں قبول آیات نظم کا ہے مری شان میں نزول
مدح اہل بیت علی و بتول ہوں
امت ہے میری نظم و بیاں میں رسول ہوں

جانا نہ کچھ بھی اپنے سخن کو دم بیاں اہل سخن میں ہیچہاں ہے یہ مدح خواں
شفقت عنایت ان کی جو کہتے ہیں نکتہ داں پر کس طرح عطیہ سبحان رہے نہاں

اب فخر کے بیان سے چپ ہو گئے ہیں ہم
مصرع پکارنے ہیں کہ سن لوئے ہیں ہم

۱۵۳
 بسم اللہ اب کہو وہ خوزادے ہوئے سوار ددوں سے صدر زین کا ہوا چو گنا و تار
 جیسے عروج شاہوں کے ماتھے سے آشکار مرکز پہ اپنے بختِ رسا نے کیا قرار
 شرمندہ شان سے تزکِ خسروانہ ہے
 ہفت اسپہ سپہر پیادہ روانہ ہے

۱۵۴
 بھڑتے ہیں آسماں سے تگا و قدم قدم لبیک زن ہے رحمتِ داور قدم قدم
 اقبال بے زوال ہے یا وَر قدم قدم قاروں کی ہو رہی ہے پچھا و قدم قدم
 چاندی کے پھول چاند طبق میں بھبھے ہوئے
 سونے کا طشت کاندھے پہ موج دھرے ہوئے

۱۵۵
 نعرے سے ان دلیروں کے سرکش ہیں پاکال جیسے دُعلے حضرت یوسف سے قحط سال
 آنے سے اُن کے فتح کا چہرہ خوشی سے لال جیسے نزولِ نادِ علی سے شکستہ بال
 سر پر زمیں اٹھائی نقیبوں کے شور نے
 بہرام کو اُچھال دیا ہل کے گور نے

۱۵۶
 چپکے ہوئے نقیب تو رن بولنے لگا رن چپ ہوا تو چرخ کہن بولنے لگا
 مرتج مثل اہل سخن بولنے لگا اعدائے دیں کے حق میں بزن بولنے لگا
 آمد کا اُن کی غل یہ بھرا ہر مکان میں
 آیا نہ حشر خون سے اب تک جہان میں

۱۵۷
 ناگاہ بادیا ہوئے ساکن سرزمین وہ زلزلے ٹھہر گئے دو آندھیاں تھمیں
 دیکھا خیال شمر میں سوئے سپاہ کیں بولی ظفر وہ غش میں پڑا ہوئے گا کہیں
 فرمایا ہاتھ چہرہ اقدس پہ پھیر کر
 گر وہ نہیں تو فوج کو ماریں گے گھیر کر

ہے شمر کس شمار میں مارا گیا تو کیا تاج زری عمر کا اُتارا گیا تو کیا
چھینا فزات کا بھی کنار اگر تو کیا سب انس و جن ہوں موکہ آرا اگر تو کیا

کیا تخت سلطنت ہے امیرِ پلید کا

دل پر رکھیں تو ملک اُلٹ دیں یزید کا

پیغمبرِ اپنے حضرت خیر الانام ہیں نانا رسولِ پاک کے قائم مقام ہیں
شبیر مدظلہ الاعلیٰ امام ہیں جن کی ثنا میں چار صحیفے تمام ہیں
جس بادشہ کا عرش بریں پائے تخت ہے

وہ نور چشمِ فاطمہؑ بیدارِ بخت ہے

معجز نما ہیں روز ولادت سے مامون جان ہم نے سنا ہے اپنے بزرگوں سے یہ بیان
پیدا ہوئے حضور تو روشن ہوا جہان پر ٹھیک دو پہر کو ہوا سُرخ آسمان
سب کا سبق "اعوذ برب الفلق" ہوا

دیکھی جو خلق نے یہ شفق رنگِ فق ہوا

آکر یہودیوں نے نبیؐ سے کیا سوال روح القدس بھی آئے لئے وحیِ ذوالجلال
موسائیوں سے شاہِ رسلؐ نے کیا مقال عقدہ شفق کا کھولے مخیر النساء کا لال

خاتونِ کائنات کی ڈیوڑھی پہ جباؤ تم

اللہ کے حسینؑ سے یہ پوچھ آؤ تم

دل میں کہا یہ ہود نے حیرت کا ہے محل یہ عقدہ ایک روز کے بچے سے ہو گاجل
آئے جو بابِ علم کے درپردہ خوش عمل یاں بر میں تھی نہ دلیرِ خیر النساء کو گل

تھے فخرِ خضرؑ بہرِ ہدایت نہ کیوں چلیں

نزدیک تھا کہ جانبِ درگُشنیوں چلیں

کھم کھم اٹھایا دامن زہرائے اپنا سر بولیں بتول کیوں میرے معجز نما پسر
کی عرض در پہ جمع ہیں موسائی یک دگر پوچھی تھی نانا جان سے کچھ غیب کی خبر
کیا جانے کیوں سکوت ہے خیر الانام کو
بھیجو جواب دینے کی خاطر غلام کو

صدیقہ ازل نے کیا شکر کبریا لے کر بلائیں بوسہ لبِ لعل کا لیا
فضہ کے بر میں اپنا قرارِ جگر دیا قرآن سب نے چاند سی صورت پہ دم کیا
موسائی محو دید تھے سب آستان پر
موسائی کی طرح سے ارنی تھا زبان پر

بیت اشرف کے در پہ کیا فضہ نے قیام چمکے رخِ حسین کے پر تو سے قہر و یام
موسائیوں نے دست و زباں سے کیا سلام کلمہ پڑھا کلیم کی شوکت ہے لاکلام
چو کسی نے لے کے کف پا کو ہاتھ میں
اک ڈھونڈھنے لگا یہ بیضا کو ہاتھ میں

بولایہ سکرا کے وہ حیدر کا یادگار موسائیو۔ مراد بیضا ہے ذوالفقار
سُرخِ یہ آسماں کی ہے۔ اسرارِ کردگار اک بے گنہ کے خون کا ہے رنگ آشکار
قسمت میں اُس شہید کے ظلمِ شدید میں
پوچھا تو کہہ دیا کہ ہمیں وہ شہید ہیں

دنیا تھی شب کو میری ولادت باغ باغ گھر گھر خدا کے نور کا تھا قدرتی چراغ
اب سُرخِ فلک سے کیجے ہیں داغ داغ یاں رنگ ہے یہی کبھی کلفت کبھی خراغ
موسائی اس بیان سے حیران ہو گئے
چالیس تن خوشی سے مسلمان ہو گئے

پھر غرض کی یہ خدمت ابنِ بتولؑ میں ایسا بھی ہے عمل کوئی دینِ رسولؐ میں
 کھٹکا ہو جس عمل سے نہ حسنِ قبول میں . تعویذِ عافیت ہو بلا کے نزول میں
 ہم چاہتے ہیں اُس سے دو عالم کے چین کو
 رو کر کہا حسینؑ نے رونا حسینؑ کو

کیوں یہ شرف کسی نے زلمے میں پائے ہیں یہ معجزے بروزِ تولد دکھائے ہیں
 ان کی ثنا میں آیہ والفجر آئے ہیں آہو انھیں کے واسطے جبریلؑ لائے ہیں
 یوں تو ابھی جہاں میں کیا کیا نہ ہوئے گا
 لیکن حبیبِ حق کا نواسا نہ ہوئے گا

تہلیل جو کہے وہ نبیؐ کا بھی نام ہے محبوبِ ربِّ لم یزلی کا بھی نام ہے
 نامِ نبیؐ کے بعد وصیؑ کا بھی نام ہے یعنی ہمارے نانا علیؑ کا بھی نام ہے
 دادا کا نام ہے کے محبِ زن پہ چڑھتے ہیں
 مومن شہازِ جعفرؑ طیار پرڑھتے ہیں

کیا تھی بساطِ جعفرؑ وحیدؑ کے سامنے قنبر کا سامنا نہ کیا زال و سام نے
 پایا شرفِ علیؑ سے نبیؐ کے مقام نے ایسے جری کو مان لیا خاص و عام نے
 کس کس جگہ جنوں سے خدا کے ولی لڑے
 دس دن اور ایک رات کنویں میں علیؑ لڑے

اموں ہمارے ہیں وہ سخی دو جہاں کے شاہ پوشاکِ پہنی آج تو ظاہر ہوا یہ آہ
 کچھ داغِ پشت میں نظر آئے خدا گواہ پڑھ کر عشاءِ مینہ میں سلطانِ دیں پناہ
 انبارِ غلہِ پشتِ مبارک پہ دھرتے تھے
 جا جا کے گھر میں بیووں کو تقسیم کرتے تھے

پانی تم اُس سخی کو نہیں دیتے بوند بھر فاقہ کو بھی شروع ہے چو بیسواں پہر
اب بھی مسافروں پہ نہیں رحم کی نظر اُجڑا لٹا تباہ ہوا بختن کا گھر

گل ایک دو عزیز ہیں اب قتل ہونے کو

بائیں بی بیاں ہیں بہتر کے رونے کو

اس وقت بھی عزیز ہے امت حضور کو ورنہ ہر اک طرح کی ہے قدرت حضور کو

حق نے کیا ہے آیہ رحمت حضور کو بخشی ہے ہست و نیست کی قدرت حضور کو

دونوں جہاں میں کون سی قدرت نہیں انھیں

دشمن کو بد دُعا دیں یہ عادت نہیں انھیں

سُن کر رجز لہز گئے مردان گیر و دار تولا عمر نے نظروں میں ہر ایک کا وقار

دو غول انتخاب کئے بہر کار زار دو دو ہزار اُن میں تھے کیتائے روزگار

نکلے وہ غول فوج سے یا مُردے گور سے

قرنا پھنکی دُہل بھی بکے زور و شور سے

نقارے پر جو چوب پڑی صان اُٹھی یہ دھما دوں دوں غم کینہ کینہ یزید شوم

یاں شوق حب و ضرب کا دل پر ہوا ہجوم بڑھتے ہی تازیوں کے ہوئے گرد شام و دم

تھے دُلدُل و بُراق کہ دورا ہوا رتھے

دو نیچے جو مل کے چلے ذوالفقار تھے

چمکا ہمیں کو نیچے رعون نامور سوئے یسار تیغ محمد ظفر اثر

بجلی سیاہ چیز پہ گرتی ہے بیشتر تیغیں گریں سیاہ کے بخت سیاہ پر

کیسی کرک کرک کے یہ دو بکلیاں گریں

پر بخت خفتہ یہ بھی نہ سمجھے کہاں گریں

آئے تھے دو گروہ اُدھر سے بہر جنگ ^{۱۴۸}
 شائے پہ گرز گاؤں اور زیر راں سُرنگ
 نیکے قضا کی لہریں اُن میں سے وہ نہنگ
 سبطین شیر حق کے حضور آئے بید رنگ

یاں اُن کے واسطے تھا بجز اخطا ط کیا

عرشِ علا کے آگے زمیں کی بساط کیا

منہ دیکھ کر محمد عالی مقام کا ^{۱۴۹}
 کی عرض اُس نے شکر خدائے انا م کا
 بوئے یہ عونِ معرکہ ہے دعووم دھام کا
 وہ آپ کا شکار ہے اور یہ غلام کا
 لو ہاشمی و پنجتنی زہ پہ چڑھتے ہیں

دو تپکے غور کی گردن پہ چڑھتے ہیں

ناکاح تیرہ بختوں نے کی ابتدائے حرب ^{۱۵۰}
 دو نوں کے مفر سے کیا پنجوں کو چرب
 سرگرم جنگ یاں ہوئے شمسین شرق و غرب
 اک خیرہ سر نے عون کے سر پر لگائی ضرب

پر عون حق جو عون سر عون ہو گئی

یوں رُذ کیا یہ وار کہ عقل اُس کی کھو گئی

بڑھ کر لگائی عون نے بھی تیغ بے پناہ ^{۱۵۱}
 چھوٹا پکارا وجہ میں دل ہے خدا گواہ
 دو ٹکڑے ہو گئی سپر ترک روسیہ
 یہ ضرب معجزہ ہے کرامت ہے واہ واہ

کٹ کٹ کے پھول گر پڑے قرصِ سپر ہے

کیا زیر آب تیغ کل نیلو فر ہے

وہ بوئے یاد فاتحِ خیبر میں جھوم کر ^{۱۵۲}
 نانا نے تو قلم کے جبریل کے سہ پر
 بھائی یہ ضرب کیا ہے کہ ٹکڑے ہوئی سپر
 صل علی علی ولی صاحب الطفر

عہ سپر اور سہ پر میں تجنیس ہے "سہ" کا لفظ اُس وقت نصی میں استعمال تھا۔

خیبر میں تیغ جب سوئے افلاک پھر پڑی
 تسبیح اہل عرش کے ہاتھوں سے گر پڑی
 تھا اس طرف حضور محمدؐ جو بد صفات
 عزیٰ پرست عبد اہل خاک پائے لات
 اس گنہگار میں مل گئی حربے کی اُس کو گھاتا
 نیزہ کبھ بڑھا تھا کہ سنبھلا وہ نیک ذات
 بٹھٹی میں لی سنان و عناں اس وقار سے
 جنگل ہو سے بھر گیا گردوں غبار سے
 غصہ میں پایا نیزے کا پھل ترک کرنے
 باندھے گرہ سے دستِ ادب پور پور نے
 دسی گردنی اجل نے لئے پاؤں گورنے
 کلمہ پڑھایا اُس کو محمدؐ کے زور نے
 غل تھا گری جو پھل پہ سناں اُس جناب کی
 کاٹی ہلال نے وہ کرنِ آفتاب کی
 پھر تو اُچھل اُچھل کے فلک پر گئی زمیں
 چلائے جھوم جھوم کے یہ عونِ خوش یقیں
 نامِ خدا سُمی محمدؐ صد آفریں
 یک رنگیاں یہ ضرب کی ہیں حرب میں کہیں
 پھل تم نے کاٹا نیزہ کا ہم نے پیر کے پھول
 یہ چاندنی کے پھول ہیں وہ نیلوفر کے پھول
 بوئے وہ مہر دیکھ کے اس آفتاب کی
 شفقت کرم غلام نوازی جناب کی
 پر دھوم نیزہ بازوؤں میں تھی بو تراب کی
 نیزے میں جن کے نوک تھی تیر شہاب کی
 ہمت کی دادِ دادرِس دو جہاں سے نی
 دُنیا سناں سے نعمتِ عقبیٰ سہ ناں سے لی

عہ سناں اور سہ ناں میں تجنیس بھی ہے۔ یہ الفاظ فصحی میں اُس وقت مستعمل تھے۔

صلی علیٰ یہ ربط یہ ضبط اس و غا میں تھے یہ اُن کی مدح میں تو وہ اُن کی ثنا میں تھے
تیر اُن کے ترکشِ مرثہ اشقیاء میں تھے پیکان اُن کے عینِ دل پر و غا میں تھے
بنیادِ تحت و فوق میں تینوں کی آب تھی

کیسی زمیں فلک کی بھی مٹی خراب تھی
ناگاہِ اذنِ عون خدا عون کو ملا ہاں شیر زہرا فعی شمشیر اُسے پلا
بولی ظفر کہ دے گا خدا جنگ کا صلا کاپی زمین اور طبق آسماں ہلا
چارہ نہ بے گریز دل دیو کو ہوا

بیدل ہوا جو دیو تو بے ضرب دو ہوا
صفدر نے نوکِ تیغ کو پٹکے پہ رکھ دیا تدار نے نیامِ کمر بند کو کی
قربانِ زور و جوہر تیغِ قمر ضیا تنگے نے اُس پہاڑ کو سر پر اٹھالیا
جھپکی پلک تو چشمِ عدو کیا سناتی ہے
یہ نیند وہ بلا ہے جو سُولی پہ آتی ہے

بازوئے عون نے بھی ادھر آزمائی تیغ غازی کے ہم نبرد پہ طوفان لائی تیغ
اُس کج ادا کے فرق پہ ترچھی لگائی تیغ سراسِ کالے کے عون کے دشمن پہ آئی تیغ
سر کا نشان تن پہ ادھر اور ادھر نہ تھا
گویا ازل سے دونوں کی گردن پہ سر نہ تھا

میکال و جبرئیل و سرائیل نے وہیں پیہم کہی پیکار کے تکبیر و آفریں
ہمراہیوں کے جوق کہیں بوق تھے کہیں نے غفلتِ بگیر و بزن تھا نہ ہاں نہ ہیں
دو بچوں کے جلوے سے دم بند ہو گئے
نو دانے آسمان کے اسپند ہو گئے

۱۹۲؎ گرتا تھا غول غول پہ اٹھتا تھا غل پہ غل
گرتا تھا سر پہ سر کہ شگفتہ تھا گل پہ گل
۱۹۳؎ ہوتا تھا پُرزے جزو پہ جزو اور گل پہ گل
کشتوں کے پستے زن میں بندھے بلکہ پل پہ پل

نے زن نہ بن نہ تن کا نہ سر کا پتا ملا

سر پاؤں زن کا بھی جو ملا تو جدا ملا

۱۹۳؎ جو پہلوں بڑھا ہوس کارزار میں
آٹھ اُس کے چار بند کئے ایک وار میں
کھاتے ہی وار غل تھا یہ دارِ ایوار میں
آرن سے اہرمن کا مصاحب ہونا میں

ایمان فوج شام کا شیطان لے گیا

باقی تھا دم سوتیغ کا سلطان لے گیا

۱۹۴؎ بصرہ کے حبش رے کے قشوں روم کے جنو
انصاف کی زبان سے پڑھنے لگے درود

کہتے تھے ان پہ سب مددِ خالقِ درود
سبزہ ہنوز پھول سے رخ پر نہیں نمود

لڑکے ہیں پر جوان و مسن لڑکے مارے ہیں

آئی ندا نجف سے نواسے ہمارے ہیں

۱۹۵؎ طوفان تیغ آب سے حیراں ہوا غم
مثلِ حباب سر بہ گریباں ہوا غم

ماہین فوج موج پریشاں ہوا غم
آہستہ حروف زن سر میداں ہوا غم

ہاں ڈھونڈھو تو صفوں میں کوئی حیلہ ساز ہے

تدبیر کچھ کرے کہ درِ آفت کا باز ہے

۱۹۶؎ پہنچے گا آفتاب تو مغرب میں وقتِ شام
ان کا ہلال تیغ ابھی لے گا روم و شام

پھر ہم نہ تم نہ ملک نہ حاکم نہ خاص و عام
آئنا ہیں شکست کے ہے فکر کا مقام

قابو چلے دیروں پہ وہ بات چاہئے

سج بے سپاہیوں کے لے گھات چاہئے

عبداللہ ابن جعفر طیار گھر میں ہیں یہ بے وطن رکابِ شہرِ بحرِ بر میں ہیں
مانندِ بدرِ داغِ حبِ الٰہی جگر میں ہیں کامل یہ دونوں چاند و غما کے ہنر میں ہیں
ہوں گے وہ ان کی یاد میں یہ اُن کی یاد میں

اب خاتمہ بخیر ہو ان کا جہاد میں
قاصد کی شکل بن کے کوئی اُن کے پاس جاگے دکھلا کے خط کسی کا یکا یک یہ غلِ مچائے
پڑھئے یہ شفق وارثِ جعفر وطن سے آئے بہرِ مددِ قریش کو چُن چُن کے ساتھ لائے
خط کا مطالعہ جو کریں جھک کے زین پر

تن پُڑے پُڑے کر کے گرا دو زمین پر
اب شورِ حشرِ حیدری و جعفری کریں سر پٹنے میں قدسیوں سے ہمسری کریں
زمین کے نامُرادوں پہ نوہ گری کریں آلِ نبی کے ساتھ گریباں ذری کریں
مرقوم یہ ہے آلِ رسالتِ پناہ میں
پیلے انھیں کا خون گرا قتلِ گاہ میں

اولِ نبی کے کُنبے میں شہ کی بہن لٹی پھر دو لٹھا پا کمال ہوا اور دُھن لٹی
کُبریٰ کے بعد بانوسے شاہِ زمن لٹی کیا دولتِ جنابِ حسین و حسن لٹی
سر پیٹو سر گذشت پہ بنتِ بتول کی

دو ماتم اور ایک نو اسی رسول کی
لو خنجرِ فریب ہوا زن میں کا رگر قاصد کی شکل بن کے برہا ایک حیلہ ور
بولا کہ اے دلیر و مبارک تمھیں ظفر عبداللہ آن پہنچے مدینہ سے وقت پر

خادمِ لواح مار یہ تک اُن کے ساتھ تھا
کونا تھا زین پوش کا اور میرا ہاتھ تھا

۲۰۲ پوچھا دیروں نے کہ توقف کا کیا سبب بولا وہ حیلہ ساز کہ نا کے ہیں بند سب
بھیجا ہے یہ عریفہ پئے خسرو عرب کی ہے کمک حسین کی سرکار سے طلب

چہرے سے رنگ سر سے حواس اُنکے اُڑ گئے

بابا کے اشتیاق میں شرب کو مڑ گئے

۲۰۳ مڑتا تھا بس کہ اہل و غا وقت پا گئے نولا کہ عقربوں میں یہ دو چاند آ گئے

شیر خدا کے شیر زیاں چوٹ کھا گئے ہے ہمد میں شیر خدا تھر تھرا گئے

سب عضو وقف نیزہ و شمشیر ہو گئے

جو رنگ ساری فوج کے دو شیر ہو گئے

۲۰۴ پہلے قیامت آئی حسینؑ سیاہ میں شکر سے شور مشر گیا خیمہ گاہ میں

اکبرؑ کو شہ نے دی یہ ندا اشک و آہ میں زینبؑ تباہ ہو گئی بھائی کی چاہ میں

ما سوں پہ دونوں بھانجے قربان ہو گئے

پورے مری بہن کے سب ارمان ہو گئے

۲۰۵ بن بیٹوں کی پھوپھی کو دلا سادو میری جا دو فرش سوگ خیمہ میں بچھوادو میری جا

پرساں حال اُس کے ہو پڑ سادو میری جا ٹوٹے ہیں دو سہارے سہارا دو میری جا

مہلت ہے جتنی سب کو حسینؑ آج روئے گا

ساماں ہمارے سوگ کا کچھ بھی نہ ہو دئے گا

۲۰۶ ناگاہ آئے تاسم و عباسؑ نوحہ گر دونوں کے بر میں دلبر زینبؑ ہو میں تر

شہر بولے اس ثواب کی ہم کو نہ کی خبر کی عرض کہہ گئے تھے یہ باتھوں کو جوڑ کر

فاقہ امام کا نہ فراموش کیجیو

تکلیف لاش اٹھانے کی اُن کو نہ دیجیو

اتنے میں پردہ در ماتم سرا اٹھا آتے ہی لاشے محشر آہ و بکا اٹھا
بکھرا کے بال مجمع الیٰ عزرا اٹھا سجدہ سے سر نہ زینبؑ ناشاد کا اٹھا

غش اُن کو جانماز بتول حزیں پہ تھا

تسبیح ہاتھ میں سر سجدہ زمیں پہ تھا

شانہ بلا کے فقہ نے زینبؑ کو دی ندا لو سرا اٹھاؤ شکر کا سجدہ کرو ادا

پوچھا کنیز زادے ہوئے شاہ پر ندا اُس نے کہا ثوابِ عزرا تم کو دے خدا

تیر و سناں سے صدر و جگر ہیں چھنے ہوئے

دو مسندوں پر لیٹے ہیں دو لہا بنے ہوئے

بچپن کی موت کا ہے پسینہ جبین پر یسین کا ہے خاتمہ دو ایک مبین پر

شانوں سے بہہ رہا ہے لہو آستین پر اس آس پر رگڑتے ہیں ماتھا زمین پر

کہہ دو کہ حق ادا ہوا ان حق شناسوں سے

راضی ہوئی میں شاہ نجف کے نواسوں سے

سُننا تھا یہ کہ شکر کے سجدے ادا کئے اٹھی شہید بیٹوں کی تعظیم کے لئے

لے کر بلائیں تلووں پہ بوسے بہت دئے چلائی بالمشانہ ارشاد کیئے

نامنصفی نہیں ہے میرے خاندان میں

راضی جناں میں فاطمہؑ ہے میں جہان میں

تحسین اے خدا و پیمبر کے محسنو اے فاطمہؑ کے محسنو حیدرؑ کے محسنو

باشم کے اور حمزہؑ و جعفرؑ کے محسنو کنبہ کے محسنو مرے گھر بھر کے محسنو

اکبرؑ کی ماں ہوں اور میں زہراؑ کی پیاری ہوں

پر حشر تک اب آج سے لونڈی تمھاری ہوں

۲۱۲ سودا خدا کی راہ میں تم نے عجب کیا ماموں یہ جان دے کے مجھے مول لے لیا
واقف ہے اس گھڑی مری نیت کبریا دل سے تمھیں خط اپنی کنیزی کا لکھ دیا

لوگو گواہ رہو میں نادار بک گئی

بیٹوں کے ہاتھ زینبِ ناچار بک گئی

۲۱۳ باور نہ ہو تو مجھ پہ تم اتنا کرم کرو اٹھو خطِ کنیزی زینبِ رقم کرو
زینبِ رقم گواہی اہلِ حرم کرو اور خاتمہ پہ مہرِ امامِ اہم کرو

کہنا وہ خط دکھا کے علی کو بہشت میں

یہ بھی لکھا تھا خادموں کی سرنوشت میں

۲۱۴ پوچھیں جو وہ کہ تم نے سلوک ایسا کیا کیا جس کے صلے میں خطِ کنیزی عطا کیا
کہیو سران کے بھائی یہ ہم نے فدا کیا اک شمعِ حقوقِ امامت ادا کیا

اُس کو بہت حسین کی خاطر عزیز ہے

سبطِ نبی کے فدیوں کی زینبِ کنیز ہے

۲۱۵ آج ہر اک کنیز پہ ہیں مالکوں کے کام مالک مرے سدھارتے ہیں کام ہے تمام
خدمت کروں گی کس کی میں ناکام صبح و شام پیار و تمھاری لوندی کا ہے بے نصیب نام

اب کھل گیا نصیب میں جزِ رنج و غم نہیں

ما تم کے بعد پھر ہو خوشی ایسے ہم نہیں

۲۱۶ تھرا کے عین غش میں یہ بوے وہ دل کباب قربان خاکساری بنتِ ابو ترابؑ
تو بہ یہ خانہ زادوں سے فرماتی ہیں جناب نزدیک ہے کہ شرم سے فدی ہوں آبِ آب

آقا ہے کون ہم تو تمھارے غلام ہیں

ہاں ہے یہ فخرِ قدیہ شاہِ انام ہیں

۲۱۷ لکھنا ہے تو یہ لکھئے کہ اہل وفا ہیں یہ تشنہ گرسنہ عبد ذلیل خدا ہیں یہ
 شاہد ہوں میں کہ سالک راہِ رضا ہیں یہ اُمیدوار رحمتِ ربِّ ہدایا ہیں یہ
 دو باتیں کہیں جہان میں عقبی کے چین کی
 طاعتِ خدا کی اور غلامیِ حسین کی

۲۱۸ کلثوم کو پکاری بہن کی مدد کو آؤ اکبر کو لاؤ کاغذ و کلمہ و دوات لاؤ
 ان کی قیامت کے جہنم مجھے دکھاؤ اکبر تو لکھتے جاہیں تم ایک ایک گنتی جاؤ
 جس درجہ زخم ہیں بدنِ لالہ فنام پر
 قرآن پڑھوں گی اتنے میں دونوں کے نام پر

۲۱۹ آئی ندائے غیب یہ ساماں نہ ہوئے گا ان پھولوں کے سوم میں بھی قرآن نہ ہوئے گا
 قبروں پہ ایک شب بھی چراغاں نہ ہوئے گا لاشوں پہ جزِ علی کوئی گریاں نہ ہوئے گا
 ہو گا سوم شہیدوں کا کوچ اور مقام میں
 چہلم کی صبح آئے گی زندانِ شام میں

۲۲۰ ناگہ کلیجہ تھام کے ترپے وہ باوفا کلثوم بولیں دردِ بے زخموں میں کیا سوا
 بوئے حضور دل میں ہے اک دردِ لا دوا جو گردے سبھوں کو ہٹا دیئے ذرا
 کم کم ابھی ہے موت کی لگنت زبان میں
 کچھ ہم کہیں گے والدہ صاحب کے کان میں

۲۲۱ یہ سن کے پیٹے ہوئے سادات ہٹ گئے اک یاس کی چھری سے جگر سب کے کٹ گئے
 بے ہے حسین کہہ کے یہ ماں سے لپٹ گئے اور عرض کی کہ سب کے مقدر اُلٹ گئے
 پھر چپکے چپکے کان میں بھی کچھ بیاں کیا
 زینب نے پیٹ پیٹ کے محشر عیاں کیا

سب نے سر حسینؑ کی زینبؑ کو دی قسم بیٹوں نے کیا کہا کہ ہوا یہ قلق یہ غم
 بولی کوئی گھڑی میں یہ گھر ہے نہ تم نہ ہم کہتے ہیں جب جگر پہ لگے نیزہ ستم
 نانی نے آکے لاشوں پہ حالت تباہ کی

منہ پیٹا بال نوچے کفن پھاڑا آہ کی
 جب خوب روچکیں تو کئے غضب کے بین فریاد بعد فوج کے ہے نوبت حسینؑ
 اماں تمام گھر کا ہے ماموں کے دم سے چین اب آپ کے حوالے ہے زہراءؑ کا نور عین
 یاں موت چھین لے گی شہ مشرقین کو

لے جائے مدینہ میں آت حسینؑ کو
 نشر لگا رہے ہیں دل بے قرار میں وہ بات کہتے ہیں جوں ہی اختیار میں
 انکار مصلحت نہیں اس انتشار میں ہوئے گی ان کی دل احتضار میں
 کیا بس معاٹے میں خدا و رسول کے
 کچھ ہو چھری پھرے گی جگر پر تول کے

اکبر پکارے ہم سے کہو کیا ہے استماس ماموں کے عاشقو پھوپھی اماں میں بے حواس
 ہم ہیں سپر امام کی پھر کیا تمھیں ہراس دے کر دعائیں کہنے لگے وہ خدا شناس
 ماموں کو لے کے آپ مدینے میں جائیں گے
 یہ بوسے ہاں ابھی جو رضا ان کی پائیں گے

یہ سن کے مطمئن ہوئے وہ غازی وغنی منکا ڈھلا نہ اشک ہے وقت جاں کنی
 نوکان کی مڑی نہ پھری منہ پہ مُردنی پتھر انا کیسا آنکھ میں دو فی تھی روشنی
 مرتے ہوئے غضب کی دیر ہی دکھاتے تھے
 رگ رگ سے دم نکلتا تھا اور مسکراتے تھے

۲۲۷
 پھر اپنے خوں میں گلے کی انگلی کو کر کے تر کچھ لکھ کے دست چپ کی تھیلی پہ کی نظر
 کیا دیکھتی ہیں حضرت زینبؓ جھکا کے سر لکھا ہے اسم اقدسِ شبیر نامور
 دیکھا کئے حسینؑ کا نام اور مر گئے
 آئی ندا کہ خاتمہ الفت کا کر گئے

۲۲۸
 پیٹے عمامہ پھینک کے لاشوں پہ شاہ دیں بیودوں کو لوٹنے سے لرزے لگی زمیں
 اکبرؑ نے در پہ خیمہ کے کرائی یوں جس دڑے سردوں کو کھول کے اصحابِ خوش نصیب
 اکبرؑ پکارے عونؑ و محمدؑ گزر گئے
 ہمیشہ زادے قبلہ و کعبہ کے مر گئے

۲۲۹
 لو حاضرین بزمِ غم بادشاہ دیں کہتی ہیں تم سے فاطمہؑ بیکس و حزیں
 تم میرے باپ کے کلمہ گو ہو یا نہیں پیٹو کہ مر گئے مری زینبؓ کے مر جس
 پُر سادہ خاتمہ ہوا میرے نواسوں کا

۲۳۰
 مظلوموں کا غریبوں کا بھوکوں کا پیاسوں کا
 بس خامہٴ دبیر یہ دفتر ہے ناتمام اس تپ میں ایسی نظم یہ ہے شکر کا مقام
 قربان بندہ پروریِ منافقِ انام اک شمع اس کے شکر کا شکل ہے لاکلام
 تائید تیری طبع پہ یہ ذوالمنن کی ہے
 تائید ذوالمنن کی مردِ پنجتن کی ہے

مرثیہ (۵)

کس شیر کی آمد ہے کہ زن کانپ رہا ہے زن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے
رستم کا بدن زیر کفن کانپ رہا ہے ہر قصر سلاطین زن کانپ رہا ہے
شمشیر کفن دیکھ کے حیدر کے پسر کو

جبریل لرزاتے ہیں سمیٹے ہوئے پر کو

طلب و دہل و بوق کو سکتہ ہوا ڈر سے اک بار اڑے تاج ہما شاہوں کے سر سے
خنجر گرے کھل کھل کے شجاعوں کے کمر سے تائب ہوئے مزنج دزمل فتنہ و شر سے
خورشید و مہ نو نے کہا چرخ بریں پر

اب کھول کے رکھ دو سپر و تیغ زمیں پر

ہیبت سے ہیں نہ قلعہ و افلاک کے در بند سیلا و فلک بھی نظر آتا ہے نظر بند
و ابے کمر چرخ سے جوزا کا کمر بند ستارے ہیں غلطاں صندت طائر پہ بند

رنگت پہ عطار د سے قلم چھوٹ پڑا ہے

خورشید کے پنجہ سے علم چھوٹ پڑا ہے

خود فتنہ و شر پڑھ رہے ہیں فاتحہ خیر کہتے ہیں انا العبد لرز کر سنہم ویر
جان خیر بدن غیر سکاں غیر کیوں غیر جز رنگ رخ فوج نہ اڑتا تھا کوئی طبر

کتنے میں فلک خوف سے مانند زمیں ہے

جز طالع اعدا کوئی گردش میں نہیں ہے

چمکا کے مہ و خور زر و نقرے کی عصا کو سرکاتے ہیں بے پیر فلک پشت دوتا کو
 عدل آگے برکھا حکم یہ دیتا ہے قضا کو ہاں باندھنے ظلم و تم و جور و جفا کو
 گھروٹ لے بغض و حسد و کذب و ریا کا
 سرکاٹ لے کر وحسد و طمع و دغا کا

ہر بند گھلا قبر میں رستم کے کفن کا اور چرخ پہ ڈھلنے لگا بہرام کا منکا
 تھا ہوش تہمتن کو نہ اپنے سر دتن کا نام اڑ گیا مہروں سے سلاطین زمن کا
 جس شیر نے شیروں سے سدا پنجہ کیا ہے
 جنگاہ میں آج اُس نے قدم رنجہ کیا ہے

نہ چرخ کے سودورے نہ اک رخس کا کاوا دیتا ہے سدا عمر رواں کو یہ بھلاوا
 یہ قسم ہے ترکیب عناصر سے عسلاوا اللہ کی قدرت ہے نہ چھل بل نہ چھلاوا
 طاؤس ہے سیما ہے عنقا ہے ہوا ہے
 آہو ہے فرشتہ ہے پری ہے کہ ہما ہے

اس رخس کو عباس اُڑاتے ہوئے آئے کوس لمن الملک بجاتے ہوئے آئے
 اک تیغ بگہ سب پہ لگاتے ہوئے آئے تکبیر سے سوتوں کو جگاتے ہوئے آئے
 کھینچے ہوئے غصے سے ہر ابرو کی کماں کو
 اور تانے ہوئے پلکوں کی ایک ایک سناں کو

نہ گاہ ہوا غل کہ علمدار وہ آیا تخت جگر حیدر کرار وہ آیا
 تہر و غضب حضرت جبار وہ آیا فرزند پیمبر کا مددگار وہ آیا
 اب جانوں کے بچنے کا کوئی طور نہیں ہے
 عباس ہے عباس کوئی اور نہیں ہے

لکھا ہے مورخ نے کہ اک گرد و دلاور ہفتم سے فروکش تھا میانِ صفتِ لشکر
روئیں تن و سنگین دل و بد باطن و بدبر سر کر کے مہم نيزوں پہ لایا تھا کئی سر

حاضر یہ جلو فوج تھی ڈنکا تھا نشان تھا

جاگیر کے لینے کو سوئے شام رواں تھا

تقدیر جو اس کو شب ہفتم یہاں لائی خلوت میں عمر نے یہ اُسے بات سنائی
سادات سے درپیش ہمیں بھی ہے لڑائی واں نچتین چند یہاں ساری خدائی

ہم کو تو نہ اکبر کا نہ شمشیر کا ڈر ہے

دو لاکھ کو اللہ کی شمشیر کا ڈر ہے

بولادہ لرز کر کہ ہوا مجھ کو بھی دسواں شمشیر خدا کون عمر بولا کہ عباسؓ
وہ بولا کہ پھر بچنے کی کیونکر ہے تجھے آس یہ بولا کہ دو روز سے عباس کو ہے پیال

ہم بھی ہیں سپاہی نہیں ڈرتے ہیں کسی سے

پر روح لرزتی ہے تو عباسؓ علیؓ سے

یہ ذکر تھا وہ شیر جو میدان میں آیا اُس گبر کو چپکے سے عمر نے یہ سنایا
اندیشہ تھا جس شیر کا لے دیکھ وہ آیا اُس گبر نے سُنھ فوج کی جانب سے پھرایا

دیکھا تو رز کر کہا اُس اہل جہنا سے

بندے سے رڑا تا ہے ویا تہر خدا سے

پھر اسکو سجنے لگا وہ گبر ستمگار اور پیک اجل آیا کہ ہے تہر بھی تیار
خنجر لیا مُنہ دیکھنے کو اور کبھی تلوار مثل ورم مرگ چڑھا گھوڑے پہ اک با

غصے کی حرارت تھی عجب طبع لیں میں

جو بیٹھتے ہی آگ لگی حنا نہ زمیں میں

اس سلطانہ سے زیں پہ وہ نخوت سیر آیا جو سایہ کو بھی ساتھ سے اس کے حذر آیا
گرد اپنے لئے نیزوں پہ کشتوں کے سر آیا جو دیکھ کے سب فوج کا منہ کو جگر آیا
زندہ بھی پئے سیر نہ کچھ رن میں کھڑے تھے
سو مردوں کے نیزوں پہ تماشے کو چڑھے تھے

نیزے کو بلایا کبھی ترچھا کبھی آڑا پڑھ پڑھ کے رجز باغ فصاحت کو اجاڑا
ظالم نے کسی پشت کے مردوں کو اکھاڑا بولا مری بخت نے جگر شیروں کا پھار اڑا
ہم پنجہ نہ رستم ہے نہ بہراب ہے میرا
مرحب بن عبدالقمر القاب ہے میرا

فتراک میں سر باندھتا ہوں پیل دماں کا پنجہ میں سدا پھیرتا ہوں شیر زیاں کا
نظارہ ذرا کیجئے ہر شاخ فساں کا اس نیزے پہ وہ سر پہ نلاں بن نلاں کا
جو جو تھے یلان کہن اس ذرہ نو میں
تن اُن کے تہ خاک میں سر میری جلو میں

انسان کا کیا حوصلہ جو مجھ سے کرے جنگ جنات کے رخ کا دوزخ دست سے اُڑے گنگ
ہنگام و غاد یو فلک مجھ سے ہے دل تنگ اک وار میں دد شیر کو کتہ موت جیو گنگ
بہمن کو میں اور گیو کو ہوں نہ سمجھتا
میں رستم دستاں کو ہوں کمزور سمجھتا

یاں سیف زباں صیف الہی نے غم کی فرمایا مرے آگے بہ تر رستم کی
گر منہ سے کہا کچھ تو زباں صاف غم کی کونین نے بدن مری دے رستم کی
طاقت ہے ہماری اسد اللہ کی طاقت
بچے ہیں ہمارے سب ید اللہ کی طاقت

یہ تو خدا جانتا ہے شمس و قمر کو بے شب میں زوال ایک کو اور ایک سحر کو
ہم چاہیں تو سرسبز کوں خشک شجر کو معلوم مری قدر ہے ہر جن و بشر کو

جب قبلے کو ہم نے رخِ اُمید پھرایا

مشرق کی طرٹ شام کو خورشید پھرایا

بعد القمر نخس کا تو داغِ جگر ہے میں چاند علی کا ہوں تجھے کچھ بھی خبر ہے

و کفر ہے میں دین ہوں میں غیر تو شر ہے میں مالکِ فردوس ہوں تو اہلِ سقر ہے

تو غولِ بیابان میں سلیمان علی ہوں

تو روبہ ہے میں شیرِ نیستان علی ہوں

رجب ہے تو ہمِ مہرب و اتیر کے کشدے انتر کے کشدے ہیں اور اثر کے درندے

ژدر کے درندے ہیں تو خیبر کے کشدے خیبر کے کشدے ہیں تو لشکر کے بوندے

لشکر کے بوندے ہیں تو شمشیرِ خدا ہیں

شمشیرِ خدا ہیں سیرِ آلِ عبا ہیں

ماہوں کا چراغ آتے ہی گل کر دیا ہم نے سرِ جاعلِ ختمِ رسل کر دیا ہم نے

نقد پہ درِ قلعہ کو پل کر دیا ہم نے اک جزو تھا کلمہ اُسے گل کر دیا ہم نے

کیا جانے یہ تو سب شریکِ آلِ عبا ہیں

وہ ہیں نہ جدا ہم سے نہ ہم ان سے جدا ہیں

نارسی کو خاری کی رجز پر حسد آیا یوں جل کے پئے غرور و غول پھر آیا

یا کہ سقر سے عمرِ عبیدہ د آیا اور رزے میں مہرب بھی میان کی آیا

نفرینِ پیمر نے کی تحسینِ عمر نے

مہر کیا عباس کریان فتح و ظفر نے

۲۵ غل تھا کہ دلِ آلِ عبا توڑے گا مرعب بندہ جگر شیر خدا توڑے گا مرعب
 اور بازوے شاہ شہدا توڑے گا مرعب گوہر کو نہ سنگ جفا توڑے گا مرعب
 یہ خار وہ گل ہے یہ خزاں ہے وہ چمن ہے
 وہ چاند یہ عقرب ہے وہ سوچ یہ گہن ہے

۲۶ یوں بڑھ کے لعینوں نے شہر دیں کو پکارا لو لو تھتا ہے دست زبردست تمھارا
 اب دیکھنا مرعب نے اُسے جان سے مارا سر اُس نے ہزاروں کا ہے تن پر سے اتارا
 آفت کا ہوا سامنا عباس علی سے
 اب تک نہیں سمجھ پھیرا ہے مرعب نے کسی سے

۲۷ شہ نے کہا کیا روح علی آئی نہ ہوگی کیا روح حسن قبر میں چلائی نہ ہوگی
 جنت میں خبر فاطمہؑ نے پائی نہ ہوگی کیا روح نبیؐ خلد میں گھبرائی نہ ہوگی
 اعدا پہ عیاں زور خدا کرتے ہیں عباسؑ
 سن لینا ابھی جنگ میں کیا کرتے ہیں عباسؑ

۲۸ یہ کہہ کے گئے خیمے میں پھر سبطِ پیمبرؐ بہنوں سے کہا مانگو دُعا ہاتھ اٹھا کر
 مرعب مرے عباس کے آیا ہے برابر سب اہل حرم نے کہا اے خالقِ اکبر
 یہ غم نہ رکھانا تو شہنشاہِ اُمم کو
 مرعب پہ خضر دیکھو سقائے حرم کو

۲۹ اس صبح میں جلے کئے مرعب نے وہاں چارہ پر ایک بھی اس پنجتنی پر نہ لگا وار
 ری ہوئی تلوار تو ناری ہوا ناچار بیکار ہوا اس کا ہر کمرہ دے پکار
 تب تیغ کو جھنجھلا کے رُخِ پاک پہ کھینچی
 تمھرا کہ یہ اٹھا تو الف خاک پہ کھینچی

تلوار جو عاری ہوئی حضرت کی سپر سے ظالم نے لیا خنجر ہندی کو کمر سے
خنجر تو ادھر سے چلا تلوار ادھر سے اس وقت ہوا آنہ سکی بیچ میں ڈر سے

اسوار کے سر پر جو پڑی انپ کے بیٹھا

تھرا کے یہ اٹھے تو فرس کانپ کے بیٹھا

اُس تیغ نے سرکش کے جو ترکش میں کیا گھر غل تھا کہ گرا برج کبوتر میں وہ اثر در
پر تیروں کے کٹ کٹ کے گرے مثل کبوتر ظالم ہوا مضطر صفت طائر بے پر

ناری نے نہ پھر نیزہ و تلوار سنبھالی

اک ہاتھ سے سر ایک سے دستار سنبھالی

اک وار میں اُس دست ستمگار کو کاٹا خود و زرہ و بکتر و خونخوار کو کاٹا
پہرے کئے اسوار کے رہوار کو کاٹا اک شور ہوا نور سے کیا نامہ کو کاٹا

خرسن پہ جفا کار کے کیا آگئی بجلی

یہ کوندی کہ بے پیر کو بس کھا گئی بجلی

بجلی گری بجلی پہ اجل آئی اجل پر اک زلزلہ طاری ہوا گردوں کے محل پر
ستارے ہٹے کر کے نظر تیغ کے بھل پر مریخ گرا شمس پہ اور شمس زحل پر

چہرہ نہ کیا سامنے سورج کی چمک نے

خود دانتوں سے تاروں کے زین پٹری فلک نے

غازی نے کہا بس اسی فن پر تجھے تھا ناز سیکھا نہ یدائلیہیوں سے جنگ کا انداز
پر کھینچی اس انداز سے تیغ شررا انداز جو میان کے بھی سُنہ سے ذرا نکلی نہ آواز

یاں تیغ کو دہشت سے کیا میان نے خالی

واں قالب اعدا کو کیا جان نے خالی

خبر کو جو کاٹا تو نہ ٹھہری وہ تیرے
سیدھی گئی سر پر تو وہ تھی قلب و جگر پر
ٹھہری نہ سر پر تو وہ سیدھی گئی سر پر
تھی قلب و جگر پر تو وہ تھی صدر و کمر پر

تھی صدر و کمر پر تو وہ تھی دامنِ زین پر

تھی دامنِ زین پر تو نہ گھوڑا تھا زین پر

دو کرتی ہوئی گردن بدکیش سے نکلی
پھٹلی کی طرح بازو دے دل ریش سے نکلی
ارواح صفت جسم براندیش سے نکلی
آزادی کبھی ہو ہو کے پس و پیش سے نکلی

دم سینے میں کانر کے رُکا اور یہ الگ تھی

دو ہو کے وہ دوست لڑا اور یہ الگ تھی

ایمان نے اُچھل کر کہا وہ کفر کو مارا
قدرت نے صدا دی کہ یہ ہے زور ہمارا
حورِ دل سے نبی بولے یہ ہے فخر تمھارا

حیدر نے کہا یہ بری پتلی کا ہے تارا

پروانہ شمع رُخ تاباں ہوئی نہ ہر ام

محسوس کو لے گود میں قریاں ہوئی نہ ہر ام

اس صفت پر گری تیغ سمٹ کر اُسے مارا
سیدھی گری اُس پر تو اُلٹ کر اُسے مارا

ہٹ کر اُسے مارا تو پٹ کر اُسے مارا
بڑھ کر اُسے مارا کبھی گھٹ کر اُسے مارا

اللہ ری صفائی کہ ذرا خون نہ بھرا تھا

یہ کاٹ کے نکلی بھی تو سرتن پہ دھرا تھا

توسن نے کہا دیکھ میں بجلی ہوں ہوا ہوں
تلوار پکاری کہ میں آفت ہوں بلا ہوں

وہ بولا میں طائر ہوں عنقا ہوں ہوا ہوں
ہنس کر یہ کہا تیغ نے میں تہر خدا ہوں

گھوڑے نے کہا لاشوں کو میں روند کے نکلوں

شمشیر پکاری میں کہ ہر کوند کے نکلوں

اس برق نے چورنگ سرقاٹ کیا تھا ہر قاف میں گھر تیغ نے ناقات کیا تھا
منصف نے عجیب طرح کا انصاف کیا تھا مطلع پئے خورشید علی صاف کیا تھا

جب خون میں ڈوبی ہوئی انبوہ سے نکلی

تھا شور کہ وہ لال پری کوہ سے نکلی

لڑتا ہوا دریا میں دلاور جو در آیا دی خضر نے آواز علیؑ کا پس آیا

دریا میں ہوا شور کہ عالی گہر آیا تھی دھوم ترائی میں کہ وہ شیر نر آیا

سکتہ یہ ہوا خضر کو ایاس نے دیکھا

پانی کو اتر گھوڑے سے عباس نے دیکھا

سوکھے ہوئے مشکیزہ کا پھر کھولا دہانہ اور بھرنے لگا جھک کے وہ سراج زمانہ

اعدائے کیا دور سے تیروں کا نشانہ اور چوم لیا حیدر کرار نے شانہ

فرمایا کہ کیا کیا مجھے خوش کرتے ہو عباسؑ

پانی مرے پوتے کے لئے بھرتے ہو عباسؑ

دریا سے جو نکلا وہ ید اللہ کا جانی غل بیڑ گیا وہ ابر کرم نے چلا پانی

سقای سکینہ کی یہ کی مرتبہ دانی بس آن کے سب ٹوٹ پڑے ظلم کے بانی

قبریں نبی و حیدر و زہراء کی ہلا دیں

سب برتھیوں کی نوکیں کلجے سے ملا دیں

داحسرت و دردا کسی بے پیر نے آکر اک گرز لگایا کہ جھکے خوں میں نہا کر

یہ سانحہ دیکھا جو در خیمے پہ جا کر زینبؑ نے کہا ہاتھ سوئے قبلہ اٹھا کر

اے رب ہدا شبہ کی فدائی کو بچانا

شبہ نے کہا یا رب مرے بھائی کو بچانا

۳۵
واں حشر ہوا کٹ گئے بازوے علمدار
نگر گنگ ہوا سنبل گیسوئے علمدار
ہنستے ہوئے آئے تھے عدو سوئے علمدار
ٹھکڑے ہوئے آئینہ پہلوئے علمدار

تھے شیر ترائی کی طرف پھر پڑے عباس
یا حیدر کزار کہاں گر پڑے عباس
دی سید بکس کو نہ اوقت مدد ہے
یا شاہ غریب الغر با وقت مدد ہے
دنیا سے یہ جانباز چلا وقت مدد ہے
اے روح سعادت کے ہما وقت مدد ہے

یا سبط رسول الثقلین آئیے جلدی
فدوی ہے سر راہ حسین آئیے جلدی
۳۷
اس تہر کی آواز نے دل شبہ کا ہلایا
عمائے کو اپنے سر اقدس سے گرایا
رور و کے قدم جانب جنگاہ بڑھایا
اس طرح سے رور و کے تب اکبر کو سنایا

۳۸
لواماہ نبی ہاشمی آئے ہیں ادھر کو
گھیرا ہے کسی نخس ستاروں نے قمر کو
چلائی سکیں کہ خدارا ارے لوگو
بتلاؤ نہیں ضبط کا یارا ارے لوگو
بابا کو ابھی کس نے پکارا ارے لوگو
کیا میرے چچا کو مارا ارے لوگو

نکلوں تو خفا ہوتے ہوئے آئیں گے بابا
سر ننگے مجھے دیکھ کے جھنجھلائیں گے بابا

۳۹
پھر دھوم ہوئی مارہو یہ جانے نہ پائیں
آئیں جو حسین ابن علی آئے نہ پائیں
صورت شہ سفاک کو دکھلانے نہ پائیں
غنیے چمن زخم کے مرجھانے نہ پائیں

مہلت کوئی دم شہ کے فدائی کو نہ دیتا
باں کاٹ کے سر بھائی کا بھائی کو نہ دیتا

سن کر یہ سخن فوج کا تھرا گئے شپیر
شمشیر تڑپنے لگی جھنجھلا گئے شپیر
کھینچے ہوئے تیغ دوزباں آگئے شپیر
سرکا کے مسبھوں کو لب دریا گئے شپیر

بند آنکھیں کے ربکس و بے یاس کو دیکھا

غش میں شبہ مظلوم نے عباس کو دیکھا

دیکھا کہ جسیں ریگ بیا باں سے بھری ہے
پہلو میں چھدی مشک کینہ کی دھری ہے

خورشید اللہ حیدر رخ سحری ہے
پیکان تو پس پشت ہے سینہ میں دھری ہے

تڑپے جو علمدار سنبھالا شبہ دیں نے

منہ پھیر کے پھر تیز نکالا شبہ دیں نے

جھک جھک کے شگاف شہر صفدر بھی دیکھا
خوں پونچھ کے بازوے دلاور بھی دیکھا

پہلوئے علمدار و بار کبھی دیکھا
پھر گرد رخ دلیر حیدر کبھی دیکھا

نامے کے شپیر نے غازی سے لپٹ کر

منہ منہ سے ملا خوب نمازی سے لپٹ کر

ماتھے پہ دھرا ہاتھ ولی ابن ولی نے
پہچان لیا شبہ کو سعید انلی نے

ہنس کر یہ کہا حضرت عباس علی نے
ممتاز کیا صبط رسول عسری نے

عباس شہنشاہ حجازی کے تصدق

اس پیار کے اس بندہ فوازی کے تصدق

یہ کہتے ہی دنیا سے سفر کر گئے عبا
شپیر تو دیکھا گئے اور مر گئے عبا

شبہ بولے کہ پیارے لب کو شہ گئے عبا
ٹکڑے ہوئے اور خون میں بھی بھر گئے عبا

کیا کیا نہ قلق دل پہ خجالت سے سہوں گا

پوچھیں گی تو کیا خیمے میں بھاج سے کہوں گا

یہ کہتے تھے لاشہ سے عکسہ کے گفتار۔ جو نوحہ شناسا زوجہ عباس کا کبار
اسے بیویہ زندہ سائے کا جوڑا کرو تیار۔ غل کیسا ہے ماسے گئے کیا بن میں عکسہ

دریا پہ جو آب ہائے برادر کی صدا ہے
شہر روتے ہیں والی کو مرے قتل کیا ہے

۱۷ میں رائڈ ہوئی دل مرادیتا ہے گواہی پر دیں میں آئی مرے بچوں کی تباہی
یہ ایک اُدھر سر پہ ہیں دو لاکھ سپاہی کس کس سے لڑے ویرِ فرخام الہی

پیاسے پہ جو کوہِ غم جانکاہ گرا ہے
یا مشک چھدی یا عالم شاہ گرا ہے

۱۸ فتنہ سے کہا پردے کا اس وقت نہ ردھیا بچے مرے روتے ہیں لبوں پہ بے مری جان
ہے ہے مجھے ماتم کا نظر آتا ہے سامان لادے مرے والی کی خیمہ میں آتا ہے

دریا پہ ہیں یا شام کی بدلی میں جہاں ہیں
دیکھ آ کے سکینہ کے چچا جان کہاں ہیں

۱۹ فتنہ گئی روتی ہوئی اور پیٹتی آئی تھاب پہ کمر کہ دہائی ہے دہائی
سیدانیوں مارا گیا شتیر کا بھائی حیدر کے بھرے گھر کی بونی آئے سنائی

ہر سمت نظر لکھ غم آتا ہے لوگو
عباس نہ آئیں گے عکسہ آتا ہے لوگو

۲۰ حضرت کو ہے بھادج کے زندا پے کا بڑا غم پڑے کے لے آئیں گے اب ویرِ عالم
عباس کے خیمے میں بچھا دو صفت ماتم روئیں وہاں سب بیباں نہ کہوں گے با

پردیس میں عمو سے چھٹی ہائے سکینہ
تھاموں اسے ایسا نہ ہو مرید سکینہ

ہوش اُڑ گیا بانو کا ہوا حال مکتدہ سرکھول دیا پھینکی سرپاگ سے چادر
نوحہ کیا عباس کے ماتم میں یہ رو کر ہے مرے دیور مرے دیور مرے دیور

سقائے سکینہ مہتابان بہشتی

بھاوج ترے صدے ترے قربان بہشتی

اس حال سے بانو نے سکینہ کو جو دیکھا سرپٹا کبھی اور کبھی سینے کو پیٹا
مادر سے یہ گجرا کے کہا وائے درینا اماں مرے عمو یہ ہے کیا حادثہ گنڈا

اکبر کی قسم تم کو سفر کر گئے عباس

بانو نے کہا پیٹ کے سر مر گئے عباس

ناگاہ عالم شہ کا چمکتا ہوا آیا ماتم تھا کہ پنہ بھی چمکتا ہوا آیا
مشکیزہ بھی پانی کا ٹپکتا ہوا آیا اور خون پھریرے سے ٹپکتا ہوا آیا

لشکر کی جو زینب کو فضا لوٹ گئی تھی

صدے سے علم کی بھی کمر ٹوٹ گئی تھی

تھامے ہوئے دامن عالم سبط پیمبرؐ خوں سُخہ پہ مے چاک گر جان گھلے سر
دامن کو سنبھالے ہوئے چلاتے تھے اکبر حمزہ کی دفات آج ہوئی اُٹھ گئے حیدرؑ

عمو یہ تھامی ہوئی اس جاہ و حشم کی

بس آخری ہے آج زیارت بھی علم کی

ڈیوٹھی پہ جھکا کر اُسے خیمے میں جولاؤ سب اہل حرم زہر علم پیٹے آئے
غل پڑ گیا ہے اسد اللہ کے بجائے مشکیزہ بھی تیروں سے چھدا زخم بھی کھائے

پیا سے رہے پانی نہ پیا نہر پہ جا کے

صدے تری سقائی کے قربان وفا کے

ناشاد سکینہ کا عجب حال تھا غم سے ماں تھامتی تھی اور لپٹتی تھی علم سے
آنکھوں کو چرلے ہوئے سلطان اُم سے چلاتی تھی فریاد چچا چھٹ گئے ہم سے
یہ تشنہ جگر قابلِ تسذیر ہے لوگو

کیوں پانی کو بھیجا بری نصیر ہے لوگو

اب کون برے پیا سے کا غم کھلے گا ہے کون اب برے مشکیزہ کو بھر لے گا ہے
کیا جانتی تھی تیج یہ پڑ جائے گا ہے ڈوبا ہوا خون میں یہ علم آئے گا ہے
رد کو نہ کوئی واسطے دیتی ہوں خدا کے

اب جا کے میں سر پیٹوں گی لاشے پہ چچا کے

اُس شور میں زینب سے کہا شہ نے کہ جاؤ اب زیر علم زوجہ عباس کو لاؤ
زینب نے کہا بانوے بیکس کو بلاؤ پہلے جو مناسب ہو تو رنڈ سالہ پنجاؤ
نقدیر نے لوٹا اُسے آفت کے سفر میں

اک دن تھا کہ یہ بن کے دھن آئی تھی گھوڑوں

لے آئیں اُسے بیبیاں کرتی ہوئی زاری چلاتی سکینہ کہ چچا حسان میں داری
دیکھو تو ذرا خون بھری مشک ہماری وہ زیر علم خاک پہ گر کر یہ پکاری
مشکیزہ تو دیکھا یہ تنِ پاشش کہاں ہے

بتلاؤ کہ وارث کی برے لاش کہاں ہے

یہ سن کے اٹھے خاک سے روتے ہوئے سرور مسند پہ لٹایا علم اور ڈال دی چادر
بھاوج سے یہ فرمایا کہ اے بکس مضطر مجبور تھا دریا سے انھیں لاتا میں کیونکر

لاش نہ اٹھانا یہ وصیت تھی اخئی کی

سمجھو کہ یہی لاش ہے عباس علی کی

پھر کر جو لگے دیکھنے وہ بیکس وناچار معلوم ہوا صاف کہ ہے لاش علمدار
دم گھٹنے لگا سینہ میں گھبراہ دل زار تاریکی سی آنکھوں کے تلے چھا گئی اک با

طاقت یہ نہ پائی کہ گرے جا کے علم پر
غش ہو گئے سر رکھ کے سکیٹ کے قدم پر

پھر غش سے ذرا ہوش جو اس بی بی کو آیا زینبؑ نے اُسے دوڑ کے چھاتی سے لگایا
شیر نے تب خواہر بیکس کو بلایا اور کان میں آہستہ یہ رورو کے سنایا
بیوہ ہے زیادہ اسے پڑھاتی ہو زینبؑ

رند سالہ کا جوڑا نہیں پہناتی ہو زینبؑ

زینبؑ نے جو رند سالہ کے جوڑے کا سُنا نام عیشہ یہ ہوا غم سے لگے کانپنے اندام
رند سالہ پنھانے لگی جس وقت وہ ناکام سادات کے رونے سے ہوا خیمہ میں کہرام

سب کہنے تھے مُتنا ہے نشان آج علیؑ کا

فرزند زبردست ہے احمد کے دھی کا

تب رو کے یہ کی زوجہ عباسؑ نے تقریر اے بیویو تم میں تو نہیں بانوے شیر
سایہ نہ پڑے اُس پہ مرا اب کسی تدبیر بیویں صدوسی سالہ شہ بیکس و دیگر

صدر شکر کہ شوہر ہوا سرور پہ تصدق

اولاد مری اکبر و اصغر پہ تصدق

روٹی تھی بہت حضرت عباسؑ کی دختر فرمایا سکیہ نے بہن میرا مفتدر
آیا ہے یہ غم دونوں کے حصے میں بزرگ تو منہ پہ مرے خاک لگا میں ترے منہ پر

آفت میں گرفتار ہیں محبوس بلا میں

عباس علمدار کے ہم اہلِ عزاء میں

ہے جب خاک غرادوں نے ماتھے پر گائی اور ہائے علمدار کہا دھوم مچی
 حضرت کو گھر دیکھ کے واپس نہ لائی آخر چلے میدان کو شبہ کرب و بلائی
 طاقت نہ رہی ضبط کی سلطان اُمم کو
 اللہ نگہبان کیا شبہ کے حرم کو
 خاموش و سیراب کہ نہیں طاقت گفتار ہر مصرع برجستہ ہے سلک دہشوار
 ہے مثل ہے یہ مرثیہ بے منت و تکرار جز عون علمدار یہ تقریر ہے دشوار
 روشن ہے یہ سب پر کرم شاہ زمین سے
 کیا گوہر مضمون نکلتے ہیں دین سے

مرثیہ (۶)

بانو کے شیر خوار کو ہفتم سے پیاس ہے بچے کی نبض دیکھ کے ماں بے حواس ہے
نے دودھ ہے نہ پانی کے ملنے کی آس ہے پھرتی ہے آس پاس پر جینے سے یاس ہے

تنبہتی تھی کیا کروں میں دُبائی حسین کی
پیتکی پھری ہے آج مرے نور عین کی

فریاد یا علی میں کدھر پاؤں یا علی ان داغوں کو کہاں سے جگر لاؤں یا علی
کس طرح اُن کی سانس کو ٹھہراؤں یا علی پانی کا قحط ہے میں کہاں پاؤں یا علی
پچھلے کو آنکھ کھولی تھی اب کھولتے نہیں
روتے نہیں ہکتے نہیں بولتے نہیں

اگر دم بھی ہائے غم سے نہیں انفراد ہے تازہ ابھی جوانی اکبر کا داغ ہے
لو پھر گئی ہے کان کی گل یہ چراغ ہے کیا لوٹنے کو موت کے میرا ہی باغ ہے

اصغر کا پاتراب ہے اکبر سدھارے ہیں

سما خاک میں مانے کو میرے ہی پیارے ہیں

میں کہتی تھی نجف میں انھیں یکے جاؤں گی شاہ نجف کا ان کو محاور بناؤں گی
انگلی پکڑ کے گرد لحد کے پھراؤں گی ہے ہے انھیں کو قبر میں اب میں سلاؤں گی

منت کے طوق بڑھ چکے پروان چڑھ چکے

نسین کا وقت آگیا قرآن پڑھ چکے

اب کس کی بامراد بڑھناؤں گی ہنسیاں ہے ہے گرفت ہو گئیں یہ نرم انگلیاں
تور بدل بدل کے پھراتے ہیں ہتھیلیاں اب میرے لال باندہ نہیں کئے ہتھیلیاں

باقی حواس پیاس سے معصوم کے نہیں

سُنہ میں اگلوٹھے لیتے ہیں اور چوستے نہیں

ہر دم سکیٹہ سامنے بھائی کے آتی ہے ہاتھوں میں لیکے اُن کے کھلونے دکھاتی ہے
سہلا کے ننھے تلوے یہ رو کر سُنانی ہے من جاؤ بھائی جان یہ بھیٹا مناتی ہے

کڑھتی ہیں اماں آنکھ کو تم کھولتے نہیں

اللہ ہم پکارتے ہیں بولتے نہیں

سرنجے گر دھولے کے سب کہنے ہے ہم پھیلا رہے ہیں کٹے ہوئے پاؤں کو حرم
تکیہ پہ سر ڈھلا ہوا رکھتے ہیں دم بدم جھاتی پہ ہاتھ رکھ کے کبھی دیکھتے ہیں دم
قرآن کی ہوا کبھی گھبرا کے دیتے ہیں

بانو کو دیکھتے ہیں تو سُنہ پھیر لیتے ہیں

آخر کہا یہ سب نے بلاؤ امام کو لاؤ خدا کے واسطے لاؤ امام کو
اس بے زباں کا حال سناؤ امام کو نیلی رگیں گلے کی دکھاؤ امام کو
اکبر کی لاش لے گئے ہیں قتل گاہ میں

کوئی پکار لو وہ ابھی ہوں گے راہ میں

حضرت لٹا رہے تھے وہاں لاشہ جوان جو بے حواس میسوں کی یہ سُنی فغاں
بولے کہ چین بھائی کو جن بھائی کے کہاں اکبر تمھاری لاش کا خالق نکا۔ ساں

ہم خیمہ گہ میں جاتے ہیں اصغر بلاتے ہیں

اُن کو بھی لا کے پاس تمھارے سلاتے ہیں

منہ پر جوان بیٹے کا تازہ لہو لگائے ماتم سرا میں گنج شہیدان سے شاہ آئے
جھولے پہ ہاتھ پکڑے ہوئے البیت لائے بچے کے ہاتھ پاؤں ہلا کر نہیں دکھائے

رو کر کہا کہ سانس فقط آشکار ہے

سو اس کا کیا حساب کہ دم کا شکار ہے

یہ سرحانے جھوٹے کے شیر سر جھکا^{۱۱} اصغر کے کان سے لب مجوز نما ملائے
چپکے سے کچھ کہا کہ وہ سُنتے ہی سکرائے سوئے حسین ہاتھ بھی بے ساختہ بڑھائے

بولی سکینہ بابا نے مشکل کشائی کی

اماں مبارک آنکھ کھلی میرے بھائی کی

ہاتھوں پہ لے چلے جو اُسے شاہ اتقیا^{۱۲} بانو پکاری لوندی کو صاحب جلا لیا
سیدانیوں کے پاؤں پہ پھر سر کو رکھ دیا بولی خدا نے سب کی دُعا سے کرم کیا

لب پر ہستم آنکھوں سے شہ کے نظارے ہیں

ہم تم کوئی نہیں انھیں بابا ہی پیارے ہیں

رینیب نے پوچھا شہ سے کہ اے فخر کائنات^{۱۳} کیا آپ نے کہا کہ جو چونکا یہ نیک ذات
شہ بولے ان کے دادا ہیں حلال مشکلات اس بے زبان کان میں میں نے کہی یہ بات

چلتے ہو پہلوئے علی اکبر میں سونے کو

آتے ہو میرے شیعوں پہ قربان ہونے کو

جھوٹے سے اٹھ کے قتل کے میدان کو دیکھیے^{۱۴} کیا لعل و درہیں گنج شہیداں کو دیکھیے
کوٹے ہوئے علی کے گلستاں کو دیکھیے خنجر کے پھل کو غنچہ پریکاں کو دیکھیے

یہ سن کے میری گو دین جھوٹے سے آئے میں

مقتل کو شوق تیر میں مُنہ کو پھرتے ہیں

بانو پکاری ان بہ تو سب رحم کھائیں گے^{۱۵} بچہ سمجھ کے پانی بھی دشمن پائیں گے
شہ بولے جو غیب میں ہو گا وہ پائیں گے پہلے انھیں کے آگے انھیں لیکے جائیں گے

خاطر سے ان کی پانی کے سائل بھی ہوئیں گے

انجام کار یہ ہے کہ ہم ان کو رو دیں گے

بانو نے دی قسم کہ یہ فرمائیے نہیں گزری میں ایسے پانی سے لے جائیے نہیں
اب دل مرا نہ ملنے کا سمجھائیے نہیں اصفر کو دیکھئے بھٹے رُوائیے نہیں

شبہ بولے ان کو شیعوں سے پیارا کروں گی تم
جھولے میں موت آئے گی تو کب کروں گی تم

اب تو ضرور جائیں گے یہ رن میں جائیں گے پانی اگر ملے گا تو ان کو پلائیں گے
جیتا خدا جو لائے گا ہم لیکے آئیں گے پر عمر بے جو کم ہی تو کیوں کر بڑھائیں گے
بندے کا کچھ نہ زور نہ کچھ اختیار ہے

مختار موت و زیت کا پروردگار ہے

سمجھانے پر حسین کے بانو نے رو دیا دیکھا فلک کو یاس سے اور سر جھکا دیا
لے کر بلائیں بیٹے کی پھر یہ بیان کیا داری سدھار و خیر جو مرضی کبریا
دیکھوں پھر آج کب تمہیں گودی میں لیتی ہوں
اللہ و نجات کی ضمانت میں دیتی ہوں

اصفر کو لے چلے جو شہنشاہ بحر و بر مڑ مڑ کے اُس نے کہہ یہ مسرت سے کی نظر
نکھا سا ہاتھ ماتھے پہ رکھا جھکا کے سر بانو یکا ری پھیر کے ننھ کو ادھر ادھر
لوگو مرا کلیجہ نکلتا ہے تھام لو

اصفر سدھارتے ہیں جہاں سے سلام لو

گھر سے نہیں چلے ہیں یہ دنیا سے جاتے ہیں ننھے سے ہاتھ جوڑ کے ماں کو دکھاتے ہیں
زینب پکاری ہوٹوں کو تو بھی بلاتے ہیں اتنے دنوں کے دودھ کا حق بخشواتے ہیں

وہ بولی بس کلیجے پہ نشتر نہ مار دتم
لو دودھ چھ مسینے کا بخشا سدھار دتم

باتھوں پہ لیکے اُس کو چلے شاہِ اتقیا اور ساتھ ساتھ گود کو کھولے ہوئے قضا
لکھا ہے دھوپ تیز تھی اور گرم تھی ہوا اصغر پہ ماں نے ڈال دی جلی سی اک دا

چادر نہ تھی وہ چہرہ پر آب و تاب پر
مکڑا سفید ابر کا تھا آفتاب پر

ہر اک قدم پہ سوچنے تھے سبطِ مصطفیٰ لے تو چلا ہوں فوجِ عمر سے کہوں گا کیا
نے مانگنا ہی آتا ہے بگو نہ النبیٰ منت بھی گر کروں گا تو وہ دیں گے کیا بھلا
پانی کے واسطے نہ مٹیں گے عددِ مری

بچے کی جان جائے گی اور آبرو مری
پہنچے قریب فوج تو گھبرا کے رہ گئے چاہا کریں سوال پہ شرما کے رہ گئے
غیرت سے رنگ فق ہوا تھرا کے رہ گئے چادر پسر کے چہرے سے سرکا کے رہ گئے
آنکھیں جھکا کے بولے کہ یہ ہم کو لائے ہیں

اصغر تمھارے پاس غرض لے کے آئے ہیں
ماں نے بہت گلے سے لگایا نہ چپ ہوئے گہوارے میں کھوپھی نے جھلایا نہ چپ ہوئے
بہنوں نے گود یوں میں کھلایا نہ چپ ہوئے رورو کے سارے گھر کو رلایا نہ چپ ہوئے
واں اٹکبار تھے تو یہاں بے قرار ہیں

پانی کے تم سمجھوں سے یہ اُمید وار ہیں
گر میں بقولِ شمر و عمر ہوں گناہگار یہ تو نہیں کسی کے بھی آگے تصور وار
مشہا بہ بے زباں نبی زادہ خیر خوار ہنتم سے سب کے ساتھ یہ پیاسا ہے بقرآ
سن بے جو کم تو پیاس کا صدمہ زیادہ ہے

مظلوم خود ہے اور یہ مظلوم زادہ ہے

جُز شیر اور کچھ نہیں ان کی غذا ابھی نے گھٹنیوں چلے ہیں نہ کتب ہوا ابھی
 بابا کا نام بھی نہیں منہ سے لیا ابھی یہ تو ہر ایک دین میں ہے بے خطا ابھی
 کیا کام ان سے بغض ہے تم کو اگر مرا

جانو جُدا کا بندہ نہ سمجھو پسر مرا
 یہ کون بے زبان ہے تمہیں کچھ خیال ہے دُورِ نجف ہے بانوے بکس کا لال ہے
 لو مان کو تمہیں قسم ذوا بجلال ہے شرب کے شاہزادے کا پہلا سوال ہے
 پوتا علیؑ کا تم سے طلبگار آب ہے
 دے دو کہ اس میں ناموری ہے ثواب ہے

پھر ہونٹ بے زبان کے چوے بھٹکا کے سر رو کر کہا جو کہنا تھا سو کہہ چکا پیر
 باقی رہی نہ بات کوئی اسے مرے پسر سوکھی زبان تم بھی دکھا دو نکال کر
 پھیری زبان لبوں پہ جو اُس نور عین نے
 تھرا کے آسمان کو دیکھنا حسینؑ نے

مولا فلک کو دیکھ رہے تھے کہ ناگہاں لی حرمہ نے شانہ سے دوتاگ کی گمان
 ترکش سے چُن کے کھینچ لیا تیر جاں ستاں جوڑا کہاں میں تاک کے حقوق بے زیاں
 چھٹے ہی حلق بچے کا چھیدا جو تیر نے
 گھبرا کے غش سے شمول دس آنکھیں صفیر نے

کیا سن تھا تیر کھاتے ہی بچہ بک گیا سوکھے گلے میں خون بھرا دم اٹک گیا
 ترڑپا جوشہ کے اُتھوں پہ قامت سرگیا ٹوپی گری زمین پہ منکا ڈھلک گیا
 سخی کلائیوں میں تشنگ سے بل پڑے
 پچکی سی آئی منہ سے اٹھوٹھے نکل پڑے

نہ آسمان سے شہ نے پھرایا کہ کیا ہوا دیکھا کہ پارِ خلق سے تیر بفا ہوا
تجہ ترپ رہا ہے لہو میں بھرا ہوا یوں دیکھتا ہے جیسے کہ کوئی ڈرا ہوا

آنکھیں پھرائے دیتے ہیں تو رہ بدلتے ہیں
آگے تو دودھ اُگلے نھے اب خون اُگلے ہیں

رو کر کہا لعینوں سے کیوں اے جوان پیر ہم نے کہا تھا کیا جو بھلا تم نے مارا تیر
ہم سے کلام کرتا تھا میں یا کہ یہ صنیر اس بے زبان نے تو نہ مانگا تھا اب شیر

ثابت غلی کے پوتے کی تم نے خطانہ کی
تم نے ہمارے لانے کی بھی کچھ حیا نہ کی

ہنس ہنس کے سب حسین کے رونے پیٹ گئے شہ نے وہ آہ کی کہ دو عالم اُلٹ گئے
صفر ہک ہک کے پیر سے پیٹ گئے ننھے سے ہاتھ پاؤں لرز کر سٹ گئے

ہونٹوں پہ شہ کے ہونٹھ ملے اور گذر گئے

اک بوسہ مسکرا کے لیا اور مر گئے

لاشے کے منہ کو دیکھ کے کہنے لگے یہ شاہ بیچارگی کا وقت ہے اصغر خدا گواہ
ماں ہے گی گھر میں باپ پہ یاں زرخہ پیا یہ یگ گرم اور یہ بدن نرم آہ آہ

دل ساتھ نکلا پڑتا ہے کیونکر جدا کروں

سونپوں کے لٹاؤں کہاں آہ کیا کروں

ناگہ صدا یہ آئی کہ اے میرے بے دیار تجھ پر بھی میں فدا ترے اصغر پہ بھی نثار
مرتے ہیں مومنوں کے جو اطفال شیر خوار جنت میں پالتی ہوں انھیں میں بگرنگار

اے وائے گر نہ پوتے کے کام آئے فاطمہ

واری کھڑی ہے گود کو پھیلائے فاطمہ

تے ہیں ہر جنگ بڑھی فوج اشتیقا
 اور دین کے ہلال کو دی مہر کی ضیا
 انصاف کو شبہ نے پاموسے ابر میں رکھ دیا
 پہنچا زبان تیغ سے بھی حکم کبریا
 قربان ذوا بکنان شبہ دیں پناہ پر
 غصہ تو پیچھے آیا یہ پہلے سپاہ پر

موشر کے زلزلہ نے عذاب آکے تھام لی
 چابک زن فلک نے کرن کی لکھ مہر لی
 نصرت کے زلزلہ نے رکاب امام لی
 شامی تو کیا ہیں روزے بھی راہ شام لی
 میرت کی قتل خوت سے بن دیک بنے
 دو پاؤں بھاگے زمین دنگ بنے

دریا تھا موت پر مگر اس آن چھپ گیا
 شکر میں شمر ہوئے پریشان چھپ گیا
 کہسار میں یہ جا کے بیا بان چھپ گیا
 ڈر کر عمر کے نلب میں شیطاں چھپ گیا
 یاں موزہ دیاں سنا حدہ دستار ہو گئی
 آمد ہی میں یہ فوج کی رشتہ ہو گئی

دریا تھما حسام دو بکیر کے گھاٹ تے
 شکر نے ہاتھ دھوئے رطائی کے گھاٹ تے
 زندوں نے کی قلاتن سخن اس کے پاٹ سے
 اک دم بھی خیر سے نہ کما اس کے کاٹ سے
 تلوار تھی رتہ مدد دند پاک کا
 طوفان ہوا کا آک کا پانی کا خاک کا

بو کی طرح دماغ میں آئی چلی گئی
 مانند شعلہ باگ اٹھائی چلی گئی
 مثل ہوا سروں میں سمائی چلی گئی
 آنکھ کی طرح آگ لگی چلی گئی
 سینہ میں سمات آئی تکی اور صاف بناتی تھی
 انداز دم کی آمد و شد کا دکھاتی تھی

حکمت میں آئے جانے میں آبِ حیات تھی اور روشنی میں سیرا عظم کی نوات تھی
 زنجیر کرنے کو یہ قیامت کی رات تھی منہ سے نکلتا اس کے لئے ایک بات تھی

رن میں تو کافروں کے فقط خلق پر پھری

پر شہروں میں زبانوں پہ مثلِ خیر پھری

سیدھی چلی یہ تیغ تو شکرِ اُلٹ دیا جیسے غلی نے بات سے خیر اُلٹ دیا
 پکڑے گئے رسالوں کے دفتر اُلٹ دیا غصہ سے پھر یہی تو مقدر اُلٹ دیا

جس دم تری نہ پشت پہ باقی رہا کوئی

جیسے پٹ کے چوٹ کرے اُٹو با کوئی

ناگام شوقِ خلد کے دیدار کا ہوا اور حوصلہ بندہ گوں کے دیدار کا ہوا

اور ان دو جہان کے ہر سو سر کو خیاں پر یہ غفار کا ہوا

کی تیغِ سیاں میں تو وہ بولی دُبائی ہے

بِ شکرِ علی کے پسر سے جُدائی ہے

تو یہ حادثوں کی کھالے کے خیر دیکھتا ہے سکنہ کا منہ سیلوں سے

ہوتے ہیں لاشہ تھما رہا اس بازاروں میں کھلے ہیں ہی زادیوں کی

خندہ تہِ شتر کا جو پوتا ہے

..... کھینچ کے بہوش ہوتا ہے

آئی نذا کہ یہ بھینچ رہا ہے پردیس میں امیر کی زینب قبول ہے

شہ نے کہا قبول ہے رست قبول ہے منت کی ہو رہائی ہمیں سب قبول ہے

..... کی اُمت عزیز ہے

..... گھر نہ کنبہ نہ حرمت عزیز ہے

مطلع

بر باد جب مرقع خیر انسا ہوا اور اک قلم قلم چمن مرتضیٰ ہوا
 پھر اقلوا کسین کا غل جا بجا ہوا سبط نبی پہ نرغہ اہل جفا ہوا
 خنجر قلق کا فاطمہ کے دل پہ پھر گیا
 زہراء کا چاند فوج کے بادل میں گھر گیا
 ناگہ بلا کی طرح گرا شکرِ جفا خشکی میں اہلیت کا گھر ڈوبنے لگا
 اور اقلوا کسین کا غل ہر طرف ہوا اک گھر کے ساتھ غرق ہوئے گھر ہزار

اب تک محب سید عالی تباہ ہیں
 والی ہوا شہید موالی تباہ ہیں
 نیزہ لگے جو سینہ میں تھرا کے رہ گئے بیٹھا جو تیر ماتھے پہ تیور کے رہ گئے
 شکرِ خدا زبان سے فرما کے رہ گئے گرنے لگے تو ہاتھوں کو لٹکا کے رہ گئے
 اکبر نہ تھے جلو میں نہ عباس پاس تھے
 مظلوم بیچ میں تھا عدو اس پاس تھے

سینہ پہ بھائے رکھ کے گرایا حسین کو جی بھر کے ظالموں نے ستایا حسین کو
 گرنے پہ خاک تودہ بنایا حسین کو ہے ظلم کی یہ حد کہ گرایا حسین کو
 پر دیکھو حواس شہنشاہ نیک کے
 سجدے میں سر جھکا دیا ہاتھوں کو ٹیک کے

آیا سرِ معانے تیغ بکھٹ شمر و سیاہ بولا گلا کہ میں ہوں پیر کی بوسہ گاہ
 دل نے کہا یہ سینہ ہے گنجیۃ اللہ بیٹھا وہ اُس جگہ کہ نہیں جائے شرح آہ

اس ظلم تو سے چرخ کہن کا سپنے لگا
 ایسا حسین تڑپے کہ رن کا سپنے لگا

ڈیڑھ ہی پہ آئے سب حرم بادشاہ دیں ہے جے یہاں ہے کوئی مسلمان یا نہیں
چٹائی پیٹ پیٹ کے یہ زمین پر حزیں بیٹھا ہے کس بزرگ کے سینہ پہ یہ لعین

اے ابن سعد سن کہ نبی تیرا روتا ہے

تو دیکھتا ہے بھائی مرا قتل ہوتا ہے

بولائے عمر کہ روک لو خیمہ کا سامنا اس ظلم سے بس اور بھی زینب کا دم گھٹا
آک غول آکے خیمہ کے آگے کھڑا ہوا فضہ کو رن میں بھیجا کہ حضرت کو دیکھ آ

مقتل کو وہ بڑھی تھی کہ چلا کے آہ کی

کشتی تھی بوسہ گاہ رسالت پناہ کی

زینب کے بال کھول کے رن کو قدم بڑھائے سیدانیاں بھی ساتھ چلیں گریز میں جھکائے
زینب پکاری ہائے مرے بھائی جان ہائے بھیتا پکارو یہ بہن کس طرف کو آئے

بھیبوں کے تلاش کو سب میرے مر گئے

آنکھیں بہن کی ٹھونڈ ٹھنکتی ہیں تم کدھر گئے

کشتی تھیں واں گلے کی گیس کون دے جواب ریتی پہ لوٹ لوٹ کے بولی وہ دل کباب

اے آسمان کہاں ہے حسین فلک جناب اے آفتاب کیا ہوا زہرا کا ماہتاب

کہہ اے فرات پیاسوں کا سلطان کدھر گیا

اے کر بلا بتا ترا مہاں کدھر گیا

ناگہ چلی عمر کی طرف رن سے فوج شام افق کی ندا ہوئی باجے بکے تمام

واں سے بڑھی نہ بھائی کی عاشق جو چند گام بے سر ملا تر پتا ہوا لاشہ امام

جو جو قلع ہوئے تھے دم ذبح بھائی پر

وہ سب کے سب گزر گئے زہرا کی جانی پر

۵۶
 ہر بی بی بال کھولے ہوئے خاک اڑاتی تھی
 پر بانوے حسین کو کچھ بن نہ آتی تھی
 جب سر کے کھولنے کیلئے ہاتھ اٹھاتی تھی
 کچھ اپنے دل میں سوچ کے وہ ٹھہر جاتی تھی
 چھریاں سی پھر رہی میں دل پاش پاش پر
 اک آہ آسماں پہ بھی ایک ناشس پر

۵۷
 آخر ترپ کے حضرت زینب کو دی صدا
 اک دن وہ تھا کہ بخت ہوئے خواب میں رہا
 جنت سے آئیں لڑکی کی ہیں اشرف النساء
 سرگوندہ ہا اور پھوٹنے پھلنے کی دلی دما
 عاشق جو مجھ کو پایا شہِ مشرقین کا
 دکھلا دیا جمال جنابِ حسین کا

۵۸
 اکبر کا صدقہ اب تو مرے کام آئیے
 آخر ہوا سہاگ مرے کام آئیے
 لڑکی کے بال کھول کے بیوہ بنائیے
 بھابھی حسن کو روئی تھیں کیڑ کر بتائیے
 رنڈ سالہ میں طلب نہیں کرتی جناب سے
 محروم تو نہ رکھئے عزا کے ثواب سے

۵۹
 زینب پکاری آؤ گلے سے لگاؤں میں
 ماں نے دلوں بنایا تھا بیوہ بناؤں میں
 آؤ جہیں پہ خاک ملوں نہ بڑھاؤں میں
 مانگو دما ز میں پھٹے اور سماؤں میں
 بے ہے پچھڑ کے گور کنارے گئے حسینؑ
 جیتی ہوں اور یہ سنتی ہوں مارے گئے حسینؑ

۶۰
 بس اے دبیر بس کہ پریشان دل کا حال
 کہتے ہیں شاہزادی ایران کے سر کے بال
 برچند طبع پر ہے بجومِ غم و ملال
 شکوہ مگر کسی کا نہیں شکر ذوالجلال
 برعکس ہے کوئی تو کوئی برضلاں ہے
 آئینہ دل اپنا براک رد سے پاک ہے

مرثیہ (۷)

جب شامیوں میں صبح کی نوبت کا غل ہوا سناں قتل نائب ختمِ رسل ہوا
 زینب کے گوش زد جو فروشنِ دہل ہوا بونی چراغ اب مری آماں کا گل ہوا
 کیا جلد رات چار پہر کی گزرتی گئی
 اندھیر ہے یہ صبح ہوئی میں نہ مر گئی

ثابت جو انتقال نجومِ دُسر ہوا ماتم میں خاک دامنِ جیبِ سحر ہوا
 پیدا کفنِ سفیدی کا افلاک پر ہوا مشرق سے آفتاب عیاں ننگِ سر ہوا
 تفرائے آفتاب تجبی ٹکس کے ہاتھ
 انجم کے فاتحہ کو اٹھائے کون کے ہاتھ

داں سینہ بپاک چاند کے غم میں فمر کا تھا یاں دل دو نیمِ عترتِ فیر البشر کا تھا
 در پیشِ ان کو داغِ علی کے فمر کا تھا ہر دم یہ نوحہ زینبِ خستہ جگر کا تھا
 کیا جلد رات چار پہر کی گزرتی گئی
 اندھیر ہے یہ صبح ہوئی میں نہ مر گئی

بیزار کیا اجل بھی ہے زینب کے نام سے بیٹھی تھی میں تو موت پہ تیارِ شام سے
 پیدا ہوا سپیدہ میں بچھڑی امام سے بھٹا گئے نماز کی خاطرِ خیام سے
 شام آج کی حضورِ بابا میں ہوئے گی
 اب صبح کی نماز نہ دُنیا میں ہوئے گی

کس گھر میں آج حشر بپا ہوگا صاحبو ^۵ کس کا جہاز غرقِ فتن ہوگا صاحبو
 جب دوپہر ڈھلے گی تو کیا ہوگا صاحبو کس کا بہ زیر تیغ گما ہوگا صاحبو
 بن بھائی کی جو زینب و کلثوم ہوتی ہیں
 پچھلے پہر سے ناطہ جنگل میں روتی ہیں
 کل صبح یہ نمازی خیرالنسا کہاں یہ کہہ بلا کہاں یہ صعبِ اتقیا کہاں
 شورِ اذان اکبر گنگوں قبا کہاں کل صبح یہ موزنِ فوجِ خدا کہاں
 مغرب کے وقت لوٹ ہے اور یہ پیام ہیں
 امین ظہر و عصر بہتر تمام ہیں
 ناگہ چمک ہوئی درِ دولت پہ نور کی خیمہ کے قہقہہ کو ٹی شمعِ طور کی
 غل پڑ گیا محل میں ہے آمدِ حضور کی اب سب سے ہے وداعِ امامِ عہد کی
 بانو کی کونیش کے لئے سر جھکاتے ہیں
 پردہ کردہ جنابِ علمدار آتے ہیں
 اُس وقت چھپنے والوں میں حشر بپا ہوا بے پردگی کے واقعہ کا سامنا ہوا
 بانو سے فضا ہوئی کہ صاحب کو کیا ہوا اٹھو میں داری در پہ ہے دیور کھڑا ہوا
 یہ سن کے وہ چھپی پہ نہ قابو جگر پہ تھا
 خود گوشے میں تھیں گوشہ چادر نہ سر پہ تھا
 بولی بلاو جعفر ثانی پہ میں ندا طاعت بے حکم شرع کی پردہ ہے ان سے کیا
 ماں کہتے ہیں وہ بچو میں فرزندِ دلِ رُبا اور آج پردہ کیسا کہ ہونا ہے بے ردا
 کل دوپہر کی دیر ہے قتلِ امام میں
 پھر در بدر پھر دن کی میں افواجِ شام میں

بیٹھی تھی پردہ ڈالے جو بانوے خوش نصیب عباس کو نش کو ٹھکے واں بصد ادب
 پوچھا سکینہ جان سے کیونکر کٹی یہ شب وہ بولی مثل ماہی بے آب بے غضب
 پوچھا کہ ہوشیار ہیں اب یا کہ سوتی ہیں
 بانو پکاری رد بھی ہوئی تم سے روتی ہیں

نقصہ داخل ہوا خیمہ میں شاہ کا پردہ اٹھایا لوندیوں نے بارگاہ کا
 پیش نگاہ نکل ہوا روشن نگاہ کا پردہ ساتھ ہی سلام کے نعرہ تھا آہ کا
 قبلہ حرم میں چار طرف کو امام تھے
 سرخم تھے اور زبان سے جاری سلام تھے

تب پردے کے تلے سے بڑھائے چلنے ہات یاں سے بڑھی یہ کہہ کے وہ سرمایہ حیات
 بس بس نہ بے نصیبوں پہ فرماؤ انفات اللہ آج شب کو نہ پوچھی تباری بات
 دو وقت ملتے ہو غضب کی غلطش ہوئی
 ان سے پوچھئے کہ میں کئے بار غش ہوئی

سو کھے ہوں کو چوم سے عباس نے کہا ایسا ہی کام تھا کہ نہ حاسہ ہوا تپ
 شبنوں کی فوج شام میں تھی شام سے بنا حضرت نے پاسبانی سادات کی عطا
 صبح گزرد خیمہ اہل حرم رہے
 اس پردہ میں نشانہ تھیں پر تو ہم رہے

یاں و نشان حسین نے یا قوت لب کئے دربار نڈوا بجااں کے کپڑے طلب کئے
 زینب نے سر کو پیٹ کے نالے عجب کئے برلی سمھوں کے داغ نئے تم نے اب کئے
 کیا خوب چار زخموں پہ مرہم لگاتے ہو
 اک نام پنجتن کا ہے وہ بھی مٹاتے ہو

بھائی حسینؑ آپ نہیں تو بہن کہاں لاتی ہوں کپڑے پہنو یہ میرا کفن کہاں
 میت کی قدر بعد شہ بے وطن کہاں بہر جنازہ دوش امامِ زمن کہاں
 دکھائیے نہ فتنہ پیچتن مجھے
 صدقہ بنی کے گور کا دے لو کفن مجھے

رو کر حسینؑ بولے سنو حکمِ ذوالمنن جس کا کہ بھائی ہم سا ہو بے یار دے وطن
 جائز ہے آپ غسل و کفن دے اُسے بہن بھائی تو بہنوں کو نہیں پہناتے میں کفن
 اُس کی تو ہے اُمید تمہیں سے بہن ہمیں

دُشمنِ روانہ چھینے تو دینا کفن ہمیں
 وہ بولیں کیا رہا بھی شکر اُتاریں گے فرمایا ہاں بہن تری چادر اُتاریں گے
 لوئیں گے گھر سکینہ کے گھر اُتاریں گے اصفہر کی تنہی لاش کا یہ سر اُتاریں گے
 مغرب کے وقت دیکھ ہی لوگی جو ہوئے گا

سب ہوں گے بے حواس ہمیں کون روئے گا
 یہ سن کے تو شیخانی کو زینب چلی اُداس اور پیچھے پیچھے دوڑی سکینہ بھال یاں
 پھر آئی خالی ہاتھ بہن شاہ دیں کے پاں مانگا لباس شہ نے تو بولی وہ حق تناس
 حاضر ہیں کپڑے عذر نہیں حکمِ شاہ میں

ضد کر کے لے لئے ہیں سکینہ نے راہ میں
 گر دن جھکا کے آگے بڑھے شاہ بھر دبر دیکھا سکینہ بیچ میں ہے سب کے لئے سر
 اک ایک کو وہ کپڑے دکھاتی ہے کھول کر کہتی ہے لوگو آج تو ہے میدانِ حشر
 ہے ہے پھٹا لباس بدن پہ سنواریں گے
 کیوں صاحبو کہاں مرے بابا سدھاریں گے

شہ بولے عید گاہ شہیداں میں جائیگے اُس نے کہا مرے لئے کیا آپ لائیگے
 فرمایا جو تمہارے مقدر سے پائیگے اس جاے سے نماز جماعت پڑھائیگے
 تم نے جو باپ کو یہ لباس کہن دیا
 گویا شہید راہِ خدا کو کفن دیا
 ۲۱ لو اب نہ ضد کرو کہ یہ کارِ ثواب ہے دے دو ہمارے کپڑے کہ جانا شتاب ہے
 منزل ہے دور راستے میں قحطِ آب ہے بی بی کی پرورش کو خدا کی جناب ہے
 منہ دیکھ کر وہ بولی بجا آپ کہتے ہیں
 پر میں نہیں سمجھتی یہ کیا آپ کہتے ہیں
 ۲۲ آخر کہاں سدھارے تے ہو کچھ بتاؤ تو جلد آؤ گے قسم علی اکبر کی کھٹاؤ تو
 رخصت تو ہونا پر میں خفا ہوں بتاؤ تو مرجاؤں گی تڑپ کے سدھارو تو جادو
 کن بچوں کو یہ رنج یہ صدمے نصیب ہیں
 کیا اس جہاں میں ایک ہمیں بے نصیب ہیں
 ۲۳ ماں کو پکاری سنئے پر کیا سناتے ہیں کچھ آپ کی سمجھ میں یہ ارشاد آتے ہیں
 ہوا ماں ہم تو روٹھے ہیں اور آپ جاتے ہیں جی تو ہے یہ بات بلا کر لائے ہیں
 کہتے ہیں ضد نہ کرو یہ بھلا ماں یوں گی میں
 پوشاک مانگتے ہیں نہ دی ہے نہ دوں گی میں
 ۲۴ کیوں اماں جانے دوں گی تو بابا پھر کئیگے کیوں اماں پھر بھی سینہ پہ ہم کو سلائیگے
 کیوں اماں پھر بھی قبلہ و کعبہ کو پائیگے ماں نے کیا اشارہ کہ گردن کٹائیگے
 باہر تو صف کشی ہے ہجومِ سپاہ ہے
 میں داری عید گاہ نہیں قتل گاہ ہے

یہ سن کے جی میں خوف یتیمی سما گیا
 قاتلہ میں رنگ بے پردی منہ پہ چھپا گیا
 ننھا سادل جو تڑپا بدن سننا گیا
 ہاتھوں کے پٹوے چھوٹ پڑے اور غش گیا
 آیا جو ہوش ضبط کیا شور و شین سے

سہمی ہوئی وہ دوڑ کے لپٹی حسین سے

عارض پہ ایک ہاتھ دھرے ایک کان پر
 ڈر ڈر کے دکھتی تھی برابر ادھر دھر
 آخر کہا یہ شبہ سے کہ اے مہراں چہر
 اس وقت یہ مکان ڈرا تا ہے اس قدر
 دل کا پتا ہے جان حزیں تھو تھرائی ہے

چاروں طرف سے رونے کی آواز آتی ہے

آیا نظر پہ عالم غش میں ابھی مجھے
 گویا طمانچے مار رہا ہے کوئی سبھے
 زلفیں پکڑ کے کھینچتا ہے اک شقی مجھے
 ہے نہ تم بچانے موندناں بھونچا
 موتی اُتار رہا ہے کوئی میرے کان سے

شاووں کو باندھتا ہے کوئی ریسہاں سے

اب ہو گیا یقین کہ ہوں گے یہ سب ستم
 بابا کسے پکاریں گے ان آنکھوں میں ہم
 بچپن میں ہو کسی کو نہ بے داری کا غم
 اب اتنی پردیش یہ کرو یا شہ اُمم
 داغ فراق اپنا تسلی کے ساتھ در

بابا چچا کے ہاتھ میں بیٹی کا ہاتھ دو

یہ سنتے ہی تڑپ گئے سلطان کائنات
 فرایا صبر دے تمہیں سوداگر ذات
 کیونکر چپائے ہاتھ میں بی بی کا دون میں آ
 ان کے تو ہاتھ آج کیٹیں گے لب خرات

ہم روئیں گے اخی کے تر پاستش پاش پر

بیٹوگی ننھے ہاتھوں سے تم ان کی لاش پر

عباس کی صورت سے بھی ٹوٹی جوداں کی آکھ
کپڑے پر کے رکھ دے اُن نے پدے پائے
پہنا کفن کی طرح سے حضرت نے دلہنا
اک ایک کے گلے سے ملی پھر بجاں اس

رن کو رواں جو یوسف خیر البشر ہوا

بے نور مثل دیدہ یعقوب گھر ہوا

تسیم گھا دیں ہوئی مجھے کی دھوم دھام
یوں دفعہ دفعہ جانب آتا بڑے غلام
جس طرح رات ایک کے بعد رک سوئے اٹا
پر آخری یہ فوج کا مجرا تھا واسدا

آنے سے شہ کے جان پڑی جان نثاروں کا

آیا اک آفتاب بہتر ستاروں پر

شہ نے شہ و غور سے کی سوئے فوج تمام
دیکھے نئے سداخ نور بیرقیں تمام
آہستہ مڑ کے نکالی سے کئے گئے ام
تعمین تم کو جوگی یہ نذیب کو دو دیا

خواہر تبرکات کے صندوق بھیج دو

باہر تبرکات کے صندوق بھیج دو

عباس وں وں ہائے کرکی بھیج یہاں
شان نزول آ کر ہی ہوئے وں
نثار پہ جوہر بہت آتکے نس وں
آئے تبرکات کے صندوق ناگہاں

سب حاضر ہوئے اور ام ہدا کے

مفتاح باب علم سے قتل اُن کے واگئے

پروہ وں کے ڈیورھی سے زینب کی نظر
دیکھا سالار مانستے ہیں شاہ بکروہ
بے رافت پکار ہی بہن صدقے آپ پر
تقدار امیدوار کھڑے ہیں دھڑا دھڑ

آتا ہر اک غلام سے جو ہر شناس دیا

دو نیچے بھی تیغ حسینی کے پاس ہیں

گر دن بلا کے شاہ نے وہ نیچے اٹھائے ^{۲۵}
 اور پہلوؤں سے ملنے ہمشیر لادے آئے
 ننھے سے ہاتھ قبلہ دیں کی طرف بڑھائے
 ماں اُس طرف ادھر شہ ابراہم کرائے
 فرمایا اپنی ماں سے اشارے سمجھ گئے

کی عرض ہاں غلام تمہارے سمجھ گئے
 شفقت سے والدہ نے کہی اُس گھڑی یہ بات ^{۲۶}
 خود ان پہ آپ کی ہے نگاہ و تفضیلات
 دنیا میں آنکھ کھول کے دیکھی تمہاری ذات
 دعویٰ یہ ماں کے ساتھ نہ ہم کو پردے ساتھ
 اماں اگر نہ کہتیں تو حضرت نہ دیتے کیا

یہ نیچے حضور سے خادم نہ لینے کیا ^{۲۷}
 زینب پکاری بس بہت اخلاص میں نہ آؤ
 عاشق سہی مگر نہ ادب قاعدہ بھلاؤ
 باور مجھے تو جب ہو کہ قدموں پہ سر کٹاؤ
 ماموں پہ جو کہ آئی ہو ساتھ اپنے بیتے جاؤ
 کچھ کج تو نئے نئے انداز کرتے ہو

کیا سرفدا کئے ہیں جو یہ ناز کرتے ہو
 بیٹوں نے دی نہ کہ ہے مزا محال کیا ^{۲۸}
 ہم سرفروش ہیں تن و سر کا خیال کیا
 ماموں سے بڑھ کے عرض کریں یہ مجال کیا
 دنیا ہے چند روزہ بھراس کا حال کیا
 اب یا کہ وقت ظہر فرا تشنہ کام ہوں
 جب کہئے ماموں جان پہ صدقے غلام ہوں

حضرت نے بھانجوں کو گلے سے لگا لیا ^{۲۹}
 زینب نے واں زمیں پہ سراپنا جھکا دیا
 خود نیچوں کو پیار سے زیب کمر کیا
 ناگہ ہوا دُور تجلی کبریا
 عرشِ علیٰ پہ صلِ علیٰ کی صدا گئی
 خوشبو نبی کی سب کے دماغوں میں آگئی

زینبؑ نے پھر نظارہ کیا ردی شاہ کا دیکھا کہ سر جھکا ہے شبہ کم سپاہ کا
 اک ہاتھ میں ہے تاج رسالت پناہ کا اک ہاتھ میں نشان ہے شیر آلہ کا
 تجویز کر رہے ہیں کسے یہ عطا کروں
 منصب ہیں دو عزیز بہت عذر کیا کروں

بھائی کو چاہتے ہیں علم بخشیں شاہ دیں پر بھانجوں کے کڑھنے سے خاطر نشان نہیں
 تجویز تاج کی ہے پے اکبر حسین لیکن کھڑے ہیں قائم نوشاہ بھی قریں
 حضرت کو اُس کی دل شکنی کا خیال ہے

بن باپ کا پسر زن بیوہ کا لال ہے
 قاسمؑ کی ماں سے مڑ کے یہ اُس نے کیا کلام کچھ آپ سمجھیں فکر میں کیوں میں شبہ امام
 وہ بولی میرا لال تو ہے تابع امام زینبؑ پکار ہی میرے بھی فرزند ہیں غلام
 پر ایک دم کو پاس بلانا ضرور ہے
 قول و قسم کا یاد دلانا ضرور ہے

نفسہ سے دختر اسد اللہ نے کہا قاسم کو اور بیٹوں کو میرے بلا تو لا
 باہر نکل کے اُس نے خوزادوں کو دی صدا برج شرف سے تین ستارے ہوئے جدا
 اکبر تو شاہ دیں کی طرف دیکھنے لگے
 عباس بڑھ کے سوئے نجف دیکھنے لگے

بابر سے گھر میں آئے شتابی وہ رہ لقا قاسم نے پہلے کی یہ گزارش کہ اے چچا
 فرمائیے کہ حامل مطلب ہے اس سے کیا اماں نے دودھ بخش کے خادم سے یہ کہا
 گر چاہتے ہو قبر میں راحت ہو باپ کو
 بیٹا غلام جانو اکبر کا آپ کو

۴۴
 داری کیا چچا نے تمہارا جو پہلے بیاہ اکبر کو اس قدر مولیٰ مشادی خد گوار
 بخشیں جو کوئی عہدہ انھیں شاہ دیں پتا تم بھی خوشی وہ کرنا کہ خوشنود ہوالہ
 کی عرض میں نے نذر بھی کچھ بھیج دیجو
 فرمایا ہنس کے آج تو سر نذر کیجیو

۴۵
 زینب کے لاڈلوں نے یہ بڑھ کر کیا کلام عقدے ہمارے اماں نے حل کر دئے تم
 سب نے دیابے قبلہ و کعبہ کو یہ پیام جو آپ کی صلاح وہ زینب کی یا امام
 شکر کی افسری انھیں دونوں کو آج دو

۴۶
 عباس کو علم مرے اکبر کو تاج دو
 مشتاق اس پیام کے تھے شاہ اتقیا بوسہ جبین اکبر کلفت نام کا بیا
 اور مسکرا کے تاج نبی سر پہ رکھ دیا آنکھوں کے آگے پھر گئے محبوب کبریا
 سرتاج عرش روشنی تاج ہو گئی

۴۷
 اکبر کے سر سے تاج کو معراج ہو گئی
 نذر میں گئے دکھانے جو اتان حیدری محل تھا امام زادے مبارک ہو افسری
 لو کچھ خطاب بھی کہ رب نام آوری اکبر نے آہ سر نہ عجب درد سے بھری
 فرمایا ایک دم میں نہ ہم نہ شباب ہے
 بہتر جوان مرگ سے کوئی خطاب ہے

۴۸
 یہ تہنیت سنی جو سکینہ نے بار بار عباس کی دلا نے کیا اس کو بے قرار
 پردہ سے کٹھ نکال کے بولی وہ گاندار بھیا ہوئے پتو بھی کی سفارش سے تاجدار
 خاطر مری بھی اسے شہ ابرار کیجئے
 بابا مرے چچا کو علمدار کیجئے

مولانا پکارے بنفس کے علمدار بھائی کو بیک کر کے آئے وہ پرچم کشائی کو
دامن علم کا اڑ کے چلا پیشوائی کو ٹھنڈی ہوانے یاد دلایا ترائی کو

ریت تھا یا کہ قاصدِ ربِ اناام تھا
ثقلِ علم کا جعفر ثانی کا نام تھا

ابن علی کے بختِ رسا نے رسائی کی پائی علی کے پردہ میں دولتِ خدائی کی
مشکل کش کے مال نے پرچم کشائی کی کاندھے پہ اُس علم نے جو پر تو نمائی کی

پنجہ نشان شاہ غنی کا چمک گیا
اقبال فوج پنجتہنی کا چمک گیا

کھینچتا تھا یوں عالمِ طرفِ بازوے امام دل جس طرح سے شیعوں کا سوئے علی امام
شکلِ زباں بنا تھا نشانِ شہِ امام گویا کہ پایا چاہتا تھا لیکے اُن کا نام
عالم جو دیکھا دوشِ مبارک کی شان کا
بے ساختہ پھڑک گیا شانہ نشان کا

بوللا سما کہ نہ بہرِ فلدِ آشیاں یہ ہے جس سے ہیں سب نہاں وہ سرورِ ہاں یہ ہے
عمرِ دراز فوجِ خدا کا نشان یہ ہے عنقائے سرِ بندی کون درمکان یہ ہے
خورشید اس کے مہر سے جلوہ نما ہوا
میں بھی اسی کے سایہ میں آکر ہما ہوا

سبیلِ فلاح جو ادا کی امام نے جاسوس نے کہی یہ خبر آ کے سامنے
کی سیرِ گھاٹ گھاٹ کی اس دمِ غلام نے آبِ رواں بھی بند کیا فوجِ شام نے
فوجِ خدا کو نہر سے دوری نصیب ہے
شہِ بوسے کیا مضائقہ کوثرِ قریب ہے

ناگاہ اُتکوا کی صدا تا فلک گئی آواز طبل جنگ بھی عیوق تک گئی
چتے کھینچے کمان کیانی کر دک گئی ہر سمت مغربی و جنوبی چمک گئی
رن کے درق پہ جنگ کے آئین کھینچ گئے

ہندی سرود بیان عربی زین کھینچ گئے
اُٹھ اُٹھ کے زن میں پھیلے بگولے نشانوں کے باجوں کے غل سے کان کھلے آسمانوں کے
شکل زبان مارے پھل سبناؤں کے جھومے وغا کے نشہ میں سر نو جوانوں کے
مسنوں نے مثل شیشہ دباں قہقہے کے

طوبی کی عندلیبوں نے یاں چہچہے کے
زلاکھ ظالموں کا یورش دفعتاً ہوا قبر بخیل سے بھی سواتنگ زن ہوا
ڈنگے پہ نوبتی عمر چوب زن ہوا نزدیک عصر خاتمہ پنجتن ہوا
روکش خدا کی فوج سے چھوٹے بڑے ہوئے
ستجادہ سے امام زن اُٹھ کھڑے ہوئے

مسطبل سے نسیم بہاری عیاں ہوئی زہرا کے غنچہ لب کی سواری عیاں ہوئی
معبود کی مشیت باری عیاں ہوئی تصویر حکم نافذ باری عیاں ہوئی
وہ باد پاتھا کھلنے میں بالکل سخی کا ہاتھ
جس کو نہ پائے جزیرِ قدرت کسی کا ہاتھ

سرعت میں بسکہ تیز روی سے وہ پیش تھا سونا نام ذوا بجلال میں بھی پہلے پیش تھا
دلدل نسب براق حسب برق کیش تھا قدرت میں دور چرخ تھ کم اور وہ پیش تھا
طے ہر قدم پہ ایک مہینے کی راہ تھی

رودیت ہلال نعل کی اُس پر حلال تھی

۹۰
 دریا کے یا علی شہر منقر ہوئے سوار ہٹ کر عقاب پر علی اکبر ہوئے سوار
 عباس کے لے کے رایت حیدر ہوئے سوار جیسے شہسوار برابر ہوئے سوار

چالیس پیدل آ کے جلو میں بہم چلے
 لے کر یہ فوج لڑنے کو شاہِ اُمم چلے
 ۹۱
 بائیں سینوں نے اٹھائیں جونا کہاں دستِ فلک سے چٹ گئی جونا کی پھرنا
 اللہ رے دیدہ کہ دیا اوج آسماں اللہ رے طنطنہ کرتے پھر وہ اک ہوا

آئینہ ہو کے شرع کا آئین رہ گیا
 رستوں سے کفر بھاگ گیا دین رہ گیا
 ۹۲
 رن تھا عرق سے تازیوں کے خون عرق میں ٹاپوں سے درد ہوتا تھا فاروں کے زرق میں
 گہ شرق غرب میں تھا کبھی غرب شرق میں چھپتی تھی برقِ رعد میں اور رعد برق میں
 بھاگیں جدا جدا یہ زمینیں دہل گئیں
 زندوں کے گھر تو مردوں کی قبریں بدل گئیں

۹۳
 آورد گاہ آمد فوجِ الہ سے روشن ہزار چند ہوئی برجِ ماہ سے
 پیاسوں پہ تیر بر سے غد کی پیاد سے بچپن کے آشنا رفقا چھوٹے شاہ سے
 لشکر تمام ہو گیا نصفِ انہار تک
 فوج اک طرف شہید ہوا شیرِ خوار تک

۹۴
 جھوٹے سے آ کے خاک پہ سویا جو شیرِ خوار گہوارہ نیام میں چونک اٹھی ذوالفقار
 اعدا کے خون پینے کو یوں تڑپی ایک بار جیسے بغیر دودھ کے بچہ ہو بے قرار
 یوں چھوڑ کر نیام نکل آئی خشم سے
 جس طرح اشکِ صاحبِ ماتم کی چشم سے

تسخیرِ نیام سے تھے رگِ شست و رداں خوشید ماہ نو کے گریباں سے تھا عیاں
کشتیِ نوح چھوڑ کے طوفاں ہوئی ردِ لہا ماہی نے کھینچ کر لہا سے الاماں
پر ناز شاخِ سدہ سے کی جبریل نے
محراب سے بلند کیا سرِ خلیل نے

وہ تسخیرِ دو زبان جو ہوئی ناگہاں یہ نعلِ نیام کے تھک درمیں بلند
بزرگِ بخت میں مُردہ کی جس دمِ نشان قبرِ علی سے ہوئیں گی دو ٹنگیاں بلند
کھینچا یہ نقشہ تسخیرِ شبہ گہ گہ گہ
اثرِ در کو دو کیا ہے جنابِ امیر نے

رغبت سے نورِ عین علی نے جو کی نگہ قبضہ نے عینِ آکھ میں دی بات کو بگہ
پر تسخیرِ نگہ بھی نہ کی سوئے رزمگہ جلاؤ آسمان پکارا کھڑا تو رہ
پھر نا کہاں کا ہٹنے سے چرخ کہن گئے
نو دائرہ سمٹ کے بس کہ نقطہ بن گئے

روح القدس پاک کی زرہِ مردک کی ڈھال حوریں کند زلفوں کی پریاں نگہ کی بھال
اور انبیا سپاہِ دُعا دافعِ ظال لائے ہیں بہرِ پیشکش شادِ خوشحال
یاں سب سے بہت شبہ مرداں بلند ہے
کہتے ہیں بس خدا ہی کا احساں پسند ہے

یہ امتحانِ صبر و شجاعت کا وقت ہے مالک کی بندگی و عبادت کا وقت ہے
ان مرحلوں کے بعد شہادت کا وقت ہے وہ خاص دوستوں کی شفاعت کا وقت ہے

غالب ہے سب پہ کیا ہوا پیاسا حسین ہے
سمجھو تو دل میں کس کا نوا سا حسین ہے

پھر باگ شیر بیشہ جرات کی لی کہ ہاں
گداز میں لرز گئی مچھلی رواں دواں

خالی نقطہ بلال پہ دھوکا ہے زین کا

نقرہ ریا فلک کا نہ سبزہ زمین کا

اک حملے پر صفوں پہ ہزار انقلاب آئے
غبار پر گیا جناب جمالت تاب آئے

دل بہر پیشوائی تیغ دو دم چلے

سراٹھ کے گردنوں سے مثال قدم چلے

جو ہر میں تھی و د تیغ سفید آب زیر گاہ
دوبے مگر وہ دھوکے میں بنکھو تھی زر کی چاہ

منے تھے گرم دسرد کو آپس میں لاگ ہے

یہ دیکھو ایک موج میں پانی اور آگ ہے

ناگاہ رستمانہ بڑھا ایک پہلوان
نہشت و پناہ فارسیان قالب تو ان

پہلے بیان نام و نسب اپنا سب کیا

دریافت پھر نسین سے نام و نسب کیا

فرمایا دگارسپاہ قنیل ہوں
مصدق اسم اعظم رب قنیل ہوں

پیش خدا بزرگ ہوں تم میں ذیل ہوں

شہزادہ لاکھ و سب قنیل ہوں

حسن البادی وطن اپنا جہان میں

آیا صحیفہ کا ہماری ہی شان میں

میں ہوں کمین دوش نبی ہر مکان کا فخر
کوثر کی آبرو ہوں اور اہل جہاں کا فخر

شیر خدا کا لال ہوں نو تیرواں کا فخر

کعبہ کا نور عرش کا اوج آسمان کا فخر

نام و نسب سے قدر عجم اور عرب کی ہے

رواق ہمارے نام سے نام و نسب کی ہے

پسپا ہوئے عجم میں عرب جا کے چند با
جب ہم گئے توفیق ہوئی صاف آشکار
جائے ہی مثل کاہ لگی فوج نابکار

راہ جہاد میں قدم اپنا ہے ذوالفقار
بنیاد ہم نے شہروں میں ڈالی ہے دین کی

نقش قدم ہمارا سپر ہے زمین کی

ۛۛۛ

پیرو ہمارے نانا کا جو روز بہ ہوا
ایمان روز بہ کا ہر اک روز بہ ہوا

ذکر سے آفتاب ہوا کہ سے مہ ہوا
قدمت سے رفتہ رفتہ شرت اس کا یہ ہوا

ہم رنگ آل سے ہے نبی کی جناب میں

من البستی آیا ہے سماں کے باب میں

ۛۛۛ

روشن پیر کا زور ہے دنیا پر دین پر
ششہ تھے جبریل کے جبکہ تین پر

پا ہوں تو بیٹھے بیٹھے اک انگلی سے زمین پر
گردوں کی ڈھال چیرے رکھ دین پر

ہم نو بہار گلشن صبر و ثبات ہیں

ہم شہسوار تو سن و العادیات ہیں

ۛۛۛ

رجوں کو اپنی مہر سے شمس و قمر سے
دریا کو اپنی چاہ سے لعل و گہر سے

بن پر سے مس کیا جو ہمیں بال و پر سے
قوس کے ذہن میں نہ یہ رہتے تھے پر سے

اس رتبہ کا اسی پہ نقط خانمہ ہوا

آزاد کردہ پسران طمہ ہوا

ۛۛۛ

کی بل اتنی خدانے عطا ہم کو بھوک میں
نادغلی بھی بھیجی ہے جنگ نوک میں

عالم کے یروہ پوش میں ہم ہوں چوک میں
ہم خضر سے زیادہ میں سب سوک میں

گویا شجر ہوئے ہیں ہماری صفات میں

بولے ہیں سنگریزے مرے جد کے بات میں

مطلب ہر ایک حق کی عنایت سے بن گیا خطبہ ہمارا نام امامت سے بن گیا
محضر طلب کا مہر امامت سے بن گیا اُمت کا کام سیری شہادت سے بن گیا
جو ہر جو حرب و ضرب کے میں کھل ہی جائیگا

اب تیغ دو زباں کی زبانی سنائیں گے
سُن آئیہ مباہلہ میں چار تن ہیں بس نفس نفیس نانا کے خیر شکن ہیں بس
ابنا نسا کا ترجمہ ہم اور حسن ہیں بس اماں نسا نانا میں بوجہ حسن ہیں بس
ہیں چار تن پہ ایک یہ عالی وقار ہیں

جیسے کہ واحد ایک ہے اور حوت چار ہیں
چودہ خدا کے نور ہیں بے سر ہیں ان میں ہم جس کا جو سر قلم وہ ہے بیکار یک قلم
پر میری پیروی میں ہے یہ رتبہ و شتم سر کٹے پر رواں ہو زیادہ دم دم
چودہ تنوں کے حق نے یہ رتبے بڑھائے ہیں
دو بار سات آئیہ الحمد آ لے ہیں

اُس نے بھی حملہ غالب کو نہیں پر کیا تیغ دو سر نے ضرب سے حربوں کو سر کیا
گر رگیاں کے پیش کو زیر و زبر کیا شمشیر کو اس کے طائر بے بال و پر کیا
سہا یہ ترکش اُس کا کہ سب تیر گر پڑے
کانپا یہ کھیل کہ جو ہر شمشیر گر پڑے

جسے رُشا کا زور کیا شہ نے آشکار لائے جھٹکا کے تیغ سوئے تنگ راہوار
رکھ کر شکم ذرا کا سر نوک ذوالفقار اونچی جو تیغ کی تیر اُتر آیا مع سوار
پھر خود مثل رنگ پریدہ ہوائی تھا

خود ایک طرف زور کا بھی دیدہ ہوائی تھا
پست دہنہ سے ہوا غل یک دُر بلند فائدہ میں رتبہ زور کا ہے کس قدر بلند
تیغ دو سر پہ ایک و مرکب ہیں سر بلند حیدر کی انگلیوں پہ ہے خب کا دُر بلند

کھینچا یہ نقش تیغ شبہ قلعه گیر نے

مرحب کو دو کیا ہے جناب امیر نے

سب سے کہا عمر نے تمہیں ہے خیال کیا اک اک رٹے حسین سے توبہ مجال کیا
ان کے حضور تیغ زنوں کا کمال کیا اسفند یار بہمن و سہراب و زال کیا

مل کر رٹو و گرنہ ہزیمت ہے صاحبو

اس پر بھی فتح ہو نہ غنیمت ہے صاحبو

پھر تو بڑھے جنود و قشوں سب پئے جدال ٹاپوں سے مرکبوں کی اڑا عرصہ قتال
چمکی نکل کے رُز سے یوں تیغ خوش جمال جیسے گھٹائیں بڑھ کے کسی چاند کا جمال

پنجر میں شاہ کے مہ نو گرم لاف تھا

رویت کی بھی وجہ یہ تھی طالع بھی نہ تھا

حملہ کیا امام ابد اقتدار نے یا مرسل اریاح کہا را ہوار نے
یا شاہ ذوالفقار کہا ذوالفقار نے گھیرا صفوں کو ہیبت پروردگار نے

آورد گاہ دیکھ کے آمد رواں ہوئی

زن کی زمین دل کے اٹھی آسماں ہوئی

میزان تیغ اپنا ہنر تو سنے لگی ریلے کو ریل کر درجاں رونے لگی
ہر خورد ہر زہرہ کی کمر کھولنے لگی اعدا کی پشت و پیش نگہ بولنے لگی

گردن ہلا کے تیغ رواں جھیلنے لگی

نواکھ کے سروں پہ اجل کھیلنے لگی

سایہ گرا تو بوئی سنبھل میرے ساتھ چل ہچل پہ مہرباں ہوئی چل میرے ساتھ چل
لٹکاری روح کو کہ نکل میرے ساتھ چل آواز دی بسوئے اجل میرے ساتھ چل

مل جاتے تھے زمین و فلک اونچ نیچ میں

کہتی تھی موت کون پڑے تیرے بیچ میں

دم مارا جس نے صاف سر اس کا قلم کیا بے مغزوں نے حباب نمط جس دم کیا
 اُس جس دم نے موت کا پید اور دم کیا پڑتے ہی تیغ موت نے نقش قدم کیا
 غلبہ بدن عینوں کا فی الفور چھ نہ تھا
 پانی کا بلبل تھا فقط اور کچھ نہ تھا
 جو ہر کا سلسلہ تھا گر پھیلیوں کا جال یہ سیف خود پھڑکتی تھی اُس دم دم جدا
 جو ہر میں طائران گد کا تھا طرت حال جس طرح دل حسینوں کی کاکل میں بال بال
 تھی راست گو وہ تیغ یہ روشن جہاں پہ تھا
 جتنا ہو پیا تھا وہ جاری زباں پہ تھا
 گر اُس سب تھی زخموں میں اور گاہ اُس سے عاشق بھی یوں نہ کو چہ معشوق سے پھرے
 دُنیا بھی یوں نہ آئینہ سے دیندار کے گرے پامال اس روش سے کئے اُس نے سر زے
 کئے تھے سر نہ تیغ امام عراق سے
 سر گر رہے تھے خاک پہ کعبہ کے طاق سے
 شبہ کے حواس خمسہ پہ تھے شجہت نہاد پڑھ کر رجز کو تیغ لکائی حوا و اخلاص
 وہ ذوالفقاریں پڑتی تھیں دشمن پہ یک بار فرد بدن کی شکل رہا ہی تھی قتلہ چار
 سر کو نہ وصل تیغ سے اصلا دریغ تھا
 کیا سب کی سر نوشت میں مصراۃ تیغ تھا
 اہل ہنرمیں سبزہ جو ہر کی تھی بچہ کیا بولتا تھا سبزہ طوطی ذوالخفاص
 دن لال اور ولایت اسلام سبز دار صدقہ کو آیا بلبل سدا ہزار بار
 دل بر ملک کا اُس کے ہنر کھولے لگا
 طوطی کے ساتھ آئینہ بھی بولنے لگا
 اک ضرب میں یہ رنگ کے چورنگ کرتی تھی روش بصورت بہ رنگ کرتی تھی
 شکل و رقص سے یہ نگل "رنگ" کرتی تھی نہ سوج کاہ فوج میں جو نہ گشتی تھی

روپوش ریت میں تھیں لب جو کی مچھلیاں

دریا میں جل کے چھپتی تھیں پانی کی مچھلیاں

۹۸

سایہ دو نیم رنگ دو نیم اور دو دو نیم
ہر بار چار آئینہ تھا چار سو دو نیم
رو کا یہاں شمار ہے کیا آبرو دو نیم
سینہ میں دل تو دل میں ہر اک رز دو نیم
دل خوب اُس کی کاٹ کی لذت سمجھتا تھا

کتنی تھی جو گھڑی وہ غنیمت سمجھتا تھا

۹۹

نصرت کا تھا یہ آہ کہ خم سے ہوا تھا تون
پاکیزہ اُس کا پھل نجس و ظالموں کا خون
تفسیر لایمہ الا المطلبہ ر و ن
صورت تھی کون ربط کی وہ نیک یہ ر و ن

پیدا ہوئی ہے ظالموں کا خون بہانے کو

ہمراہ آب رکھتی تھی اپنے نہانے کو

۱۰۰

ایمان و کفر توبہ و عصیاں دم جہاد
کیا کیا کمال رکھتی تھی شمشیر خوش نہاد
یہ زندہ اور وہ مردہ یہ خوش دل وہ مراد
جو ہر کند نوک سناں خود بق و باد
اک بوند بھی نہ خوف کے مارے نکل سکی

اس کے حضور دھار لہو کی نہ چل سکی

۱۰۱

اس سے نہ کوئی پہلوے امن و امان چھٹا
چھٹنے کو اُس سے خون کا فوارہ ہاں چھٹا
چل نہ زہ نہ گوشہ دوش کماں چھٹا
باقی کمان دب میں یہ تیر زباں چھٹا
دشمن کو قید آب و خورش سے چھڑا دیا

کھینچا گرایا مارا حبس لایا اڑا دیا

۱۰۲

ہر سو یہ ہی تھا شور ہی صورت الغیاث
زیست الحفیظ کہتی تھی اور موت الغیاث
مہنگامہ خیر و شر کا موافقت الغیاث
چلا رہے تھے خود ملک الموت الغیاث

میدان تیغ نائب حیدر کے ہاتھ تھا

میدان جنگ تیغ دو پیکر کے ہاتھ تھا

ناگاہ آفتاب پہ شہ کی نظر پڑی دیکھا کہ عین وعدہ وفا کی گھڑی
وصلِ خدا کے شوق میں آنسو بنے رُسی خنجر کے اشتیاق میں شہ رگ ہوئی کھڑی

کیا دخل تیغ کو تھا مزاجِ امام میں

مڑ کر نظر کی اور در آئی نیام میں

اب یوں بیان کرتے ہیں اربابِ اعتبار فاقہ میں تین روز کے تھی جو کہ کارزار
گھوڑوں پہ تھر تھرانے لگا جسم زخم دار اک ساعت ابنِ شیر خدا نے کیا قرار

گیسو دکھا رہے تھے تباہیِ حواس کی

کانٹے زباں کے توڑتے تھے قدرِ پیاس کی

آگے ہے اُس جفا کا بیاں دامِ مصیبتاہ شیعوں کے دل پہ چوٹ لگے گی خدا گواہ
بیرحموں کی صفوں سے بڑھا ایک ردِ سیاہ برچھی لگائی پشتِ خمیدہ پہ آہ آہ

سینہ سے پھل زباں سے صدا نکلی یا علی

اور کانپ کر گرا فاقہ رفتنی علی

وہ لوں وہ بھاپ ریت کی وہ جسمِ نازیں وہ حربے گرم قہر کے وہ سینہ وہ جبین
پہلے فلک پہ شمس تھا اور رخِ سوئے زمیں سایہ جو پوچھو تیغ و سناں کے سوا نہیں

پھل برچھیوں کے پھول سے چہرہ پہ لیتے تھے

جو آج رورسی میں دعا ان کو دیتے تھے

جرات نہ کی رسولوں نے یہ وہ مقام تھا دیباچہ اس بلا کا شہ دیں کے نام تھا
انتِ ہمی نہ کی زباں سے کہ شیعوں کا کام تھا یہ حصّہ حسین علیہ السلام تھا

سُن سُن کے انبیاءِ سلف جن کو روتے تھے

مولا وہ دُکھ اٹھاتے تھے اور شاد ہوتے تھے

لکھتے ہیں یہ مصائبِ برجیس نیک نام اک ننہ ان کے مصر میں تھا مادشاہ نام
اس مصر میں یزید لعین کا وہ تھا مقام آزار اُس بی کو وہ دیتا تھا تیغ و سناں

نورِ خدا کو خاک میں ماری ملا تھا

بندہ تو قتل کرتا تھا خالق جلا تھا

۹
اک دفعہ سنگ دل نے کیا اُن کو سنگ سار اک مرتبہ جلا کے فریادِ عذاب مار
اک بار زندہ دفن کیا پا کے خاکسار یوں طرزِ نو سے تفل کیا اُن کو سات بار
ان سات حادثوں سے شرن بیس ہو گئے

جرمیں اوج صبر کے برصیں ہو گئے

۱۰
باقی نہ ان پہ کوئی جفاے جہاں رہی اک چاشنیِ خنجر و تیغ و سناں رہی
محفوظ تشنگی کے قلق سے زباں رہی رُخ سے کمالِ موت کی شادی عیاں رہی
انڈ سے شکایتِ جور و جفا نہ کی

غیر رازِ دعاے نیک کبھی بد زمانہ کی

۱۱
پھر خلعتِ حیات جو حق نے عطا کیا حاکم کے آگے جا کے یہ شکرِ خدا کیا
زندہ کسی کو تیرے بھی بُت نے بھلا کیا میرے خدا نے تو یہ کرم بارہا کیا
ادبِ بت پرست متاقل پروردگار ہو

غافلِ نبی کی قدر سمجھ ہو شیارِ مو

۱۲
یہ سن کے اپنی فوج سے اُس نے کہا کہ باں لے جاؤ اُس خرچ میں اُس کو کشاں کشاں
جس دشتِ حق و دق میں دزدِ ذکا ہو رکنا باقی نہ اب کی بارہا کہو نام کو ستاں

تینوں سے پُر زے پُر زے سراپا بدن کرو

و جاتے تو نہ غسل نہ گور و کفن کرو

۱۳
صابر کو لے گئے اُسی جنکَل میں۔ و سیاہ جمعہ کا دن تھا ماہِ عزاکِ رہبرِ تقی آہ
تینوں سے پُر زے پُر زے جو کرنے لگی سپاہ بے سافہ پکاری کہ منسیرِ یاد یا اے

یہ عرضِ پنجتن کے لئے مستجاب کر

تمہارے بلکہ قہر کہ ان پر عذاب کر

آئی ندا کہ صبر و تحمل یہاں نہیں تینوں کی آنچ میں تمہیں تاب تو انہیں
کی عرض باں نہیں مرے معبود ہاں نہیں قابل اس امتحان کے خستہ میں جاں نہیں
دولت ثواب و صبر کی یہ درد کھوئے گا

یاں تو نہ ضبط مجھ سے ہوا ہے نہ ہوئے گا
زندہ ہوا میں دفن رہ کر دھار میں پتھر لگے پہ فرق نہ آیا سترار میں
تینوں کی آنچ سے نہ رہا اختیار میں سختی یہ سنگ میں ہے نہ گرمی ہے نا میں
میں جانتا ہوں یا کہ مراد دل ہے جانتا

دل سے زیادہ خالق عادل ہے جانتا
آئی ندا کہ ہم پہ عیاں سب کا حال ہے نبوی کمال عشق خدا کا یہ حال ہے
یہ حادثہ اٹھاوے کوئی کیا مجال ہے پر ہاں ہماری فاطمہ کا ایک لال ہے
جس دکھ میں مبتلا ہے مجھے شور و شین کا

یاں صبر و شکر کام ہے میرے حسین کا
انساں تو کیا ملک نہ یہاں پر بلا سکے صحرا بد کوہ و دشت نہ برداشت لاسکے
یہ بوجھ آسمان نہ سر پر اٹھا سکے صابر حسین سا ہو تو یہ زخم کھاسکے
پھر آنکھوں سے تباب کا پردہ اٹھا دیا
عاشور کر با کا مریح و کعبہ دیا

یوں حال پر حسین کے ردیادہ ذی وقار ماں جس طرح سے اتس پسر پر ہو بھڑا
زخموں پہ آنکھ سے جو بھی آنسوؤں کی دھار پس اقیام پائے سب زخم ایک بار
یہ زخم کیا ہیں جو شہ بیکس کو روٹے ہیں
جیسے کہ مرض مس کر ہیں سب دور ہوتے ہیں

اب یہ زیادہ دیکھتے رونے کا ہے مقام جن زخموں میں تڑپ گئے مر جیس بیکار
وہ زخم کھارے ہیں تمہارے لئے ارم تبغین نقیہ رباں تمہیں یہاں نہیں ہے آقا

نیزے بھی گرز کا رد و فخر بھی تیر بھی

۱۲۰ بگڑے بدن بھی رخت جناب امیر بھی

جر جیس کا مریض پسربے دوانہ تھا پیاسا بھی تین روز سے وہ پیشوانہ تھا

سن شباب میں کوئی بیٹا موانہ تھا بچہ ترپ کے ہاتھ پہ بے دم ہوانہ تھا

اک دوپہر میں قتل نہ چھوٹے بڑے ہوئے

۱۲۱ یاں خاک پر ہیں چاند بہتر پڑے ہوئے

ان حادثوں پہ سبط نبی زخم کھاتے ہیں ظالم جگر کو تیردوں کا تودہ بناتے ہیں

نیزوں پہ نیزے تیغ پہ تیغ اب لگاتے ہیں مظلوم کہہ رہا ہے کہ ٹھہر و غش آتے ہیں

اتنا تو وقفہ دو کہ میں شکر خدا کروں

۱۲۲ اور اپنے رونے والوں کے حق میں دعا کروں

لو مومنو لرزتا ہے اب دشت کر بلا لو غش ہوا بتول کی آغوش کا پلا

لو شمر ذبح کرنے کو مظلوم کے چلا لو اب چھری ہے اور شبہ مظلوم کا گلا

بیٹے موے نہ نکلی مگر اب نکل پڑی

۱۲۳ منہ ڈھانپو اسے سینو زینب نکل پڑی

دھڑکا یہ ہے کہ ذبح نہ ہو جائے شاہ دیں چاتی ہیں جلد اور زمیں سو جھتی نہیں

واں کر کھڑائیں اور یہاں منہ کے بھل کریں آنکھیں کہیں خیال کہیں اور دل کہیں

بو سو جگھتے ہیں خون کے تھالے جو ہتے ہیں

۱۲۴ دل کی طرح سے کانوں کے بندے بھی ہتے ہیں

یار و حمیہ کہتا ہے میں زن میں تھا کھڑا حیران ہو کے میں نے یہ رکشخص سے کہا

یہ کون بی بی نکلی ہے خیمہ سے بے روا اُس نے کہا کہ ہائے غنیمت چھتا ہے کیا

یہ عاشق جمال شہبے بنظیر ہے

منہ ڈھانپ لے یہ بنت جناب امیر ہے

تا حشر وہ نہ بھولے گی زینب خدا گواہ جس شکل سے حسین ملے دا مصیبتاہ
 اک آنکھ بند کرتے تھے اک کھوتے تھے شام پھیلا تھا ایک پاؤں تو مٹا تھا ایک آہ
 کچھ سر پہ کچھ زمیں پہ گلابی عمامہ تھا
 آلودہ خاک و خوں میں پیمبر کا جامہ تھا

دوڑی تڑپ کے پھر تو ادھر دختر علی رو کر کہا حسین حسین اور اخی اخی
 مشتاق بوسنے کا ہوا ناسب علی پر لب ہلا کے رہ گئے تھے ایسی تشنگی
 اس بیکسی سے مڑ کے بہن پر نگاہ کی
 جو غش ہوئی تو ایسی رسالت پناہ کی

آیا جو ہوش بوے پیمبر کا واسطہ آئی بہن جواب دو حیدر کا واسطہ
 خیر النساء کا واسطہ شہر کا واسطہ اے بھائی بے زبانی اصف کا واسطہ
 بتایا چلو اٹھو تمہیں بھابھی بھائی ہیں

اے لو سکینہ جان بھی وہ دوڑی آتی ہیں

س یاس کے کلام سے چھاتی جو پھٹ گئی باہیں گلے میں ڈال کے زینب پٹ گئی
 چلائی ہے غضب مری قسمت اُلٹ گئی اب زندگی بزرگوں کے ماتم میں کٹ گئی
 اے کاش آج خاک کا پیوند ہوتی ہیں

کنبہ میں سب کو روتی تھی تم کو نہ روتی ہیں

یہ بین کر کے منہ پہ ملا منہ کو ایک بار بھائی کو یکے گود میں بیٹھی وہ بے قرار
 بوے کہ سر کو رکھ دو سکینہ میں شمار ہے ہے تمام سوتا ہے بھائی بہن کا پیار

ہے ہے اخی کے سر سے بدن کی جدائی ہے

بھائی سے بے نصیب بہن کی جدائی ہے

اتنے میں تازیانہ لئے اک شقی بڑھا اتنا ہی بس ہے رونے کو آگے کہوں کیا
 لیکن نہ اس جفا پہ بھی زینب ہوئی جفا شہ نے کہا بہن تری آفت پہ میں خدا
 زینب منبھل کے تو کایہ جنبھال لو

اب تو گلے سے بھائی کے باہیں نکال لو
 جاؤ سدھارو ہم کو گلے سے لگا چکیں آفت دکھا چکیں مرے دل کو دکھا چکیں
 میراث اماں جان کی اس وقت پا چکیں اب اور کیا ارادہ ہے دتہ تو دکھا چکیں
 ضربت کہاں لگی ہے ذرا دھیان کیجئے
 گھر جا کے اپنے درد کا درمان کیجئے

وہ بولی غم سے آپ کے یہ غم نہیں سوا مجھ کو نہیں خبر بھی کہ س پر ہوئی جفا
 سوتا زیا نے مجھ کو لگا لیں یہ اشقیا پر تم سے ہاتھ کٹھالیں میں راضی مرا خدا
 آنکھیں فدا کروں کہ دل و جاں فدا کروں
 کیوں بھائی کس طرح سے بچو تم میں کیا کروں

یہ کہہ کے خیمہ گاہ میں وہ خستہ دل گئی یاں تیغ بوسہ گاہ پیمبر یہ حیل گئی
 یاں بوسہ گاہ قبر ید اللہ مل گئی تاعرش فاطمہ کے سدا تسلس گئی
 کیا دیکھتی ہے مڑ کے ادھر خواہر حسین
 خولی چڑھا رہا ہے سناں پر سر حسین

اب انجمن میں شور قیامت ہے اے دیر اس نظم کی ننگ کو رہ مست اے دیر
 حیرت ہے کیوں زبانا سلامت ہے اے دیر ہاں صاحب الزماں کی امامت اے دیر
 آگے وہ دن کہ مہدی دیں گا ظہور سو
 روشن ہو دین تیرگی کھنر دور ہو

مرثیہ (۸)

بستِ خدا کا قوتِ بازو حسین ہے محبوبِ حق کا زینتِ پہلو حسین ہے
بازارِ دین کا یوسفِ خوشرو حسین ہے اور جنسِ معرفت کی ترازو حسین ہے

ایمان اس کی جان پہ ایمان کی جان ہے
قرآن فقط دہن ہے یہ گویا زبان ہے
ایمان کی سند ہے محبت حسین کی مثلِ نمازِ فرض ہے طاعت حسین کی
مفتادِ حج میں ایک زیارت حسین کی واجب ہے کائنات پہ بیعت حسین کی
دنیا و دین کا بیعت مولا سے چین ہے
ایمان زیرِ دست جناب حسین ہے

لکھا ہے بے وطن جو امامِ امم ہوئے چندے حرم کوئے کے قیامِ حرم ہوئے
کعبہ میں آگے اور حرمِ محترم ہوئے گویا کہ اہلبیتِ خدا سے مہم ہوئے
پر خانہٴ خدا میں بھی کوئی ستانے نئے
پیکِ اجلِ خطوطِ اجل روز لاتے تھے

عباس کے پسر سے حدیثوں میں ہے رقم کعبہ میں جب مدینہ سے آئے رقم
اک روز اپنی آنکھ سے کیا دیکھتے ہیں ہم در پر کھڑا ہے کعبہ کے وہ قبلہ رقم
پالوسِ آستانِ حرمِ شاہِ دین کا ہے
اور ہاتھ ان کے ہاتھ میں روحِ الامیں کا ہے

چشمِ ادب سے مل کے کعبہ شاہِ شرقین جبریل دے رہے ہیں ندایوں بشوہِ شین
اسے امتِ نبیؐ یہ نبی کا ہے نورِ عین بیعتِ خدا کی ہے بخدا بیعتِ حسین
بیعت کی آرزو ہو جسے ذوالجلال سے
بیعت کرے وہ آن کے زہرا کے لال سے

یہ ہاتھ وہ ہیں جس سے ملک فیض پاتے ہیں بیعت سے اس کی کیوں یہ بشر ہاتھ ٹھانے میں
 پہلے دُعا سے عرش پہ یہ ہاتھ جاتے ہیں مثل عصا کلیم کے یہ ہاتھ آتے ہیں
 حیرت ہے کیوں طبق نہ زمیں کے اُلٹ گئے
 ہیبت کر بلا میں وہی ہاتھ کٹ گئے
 ہرگز سنی نہ ایک نے جبریلؑ کی صدا بیعت طلب حسینؑ سے کی وا محمدؐ
 کعبہ سے عین غرہ کو مولا ہوئے جدا تعجیل کی قضا نے نہ حج کر سکے ادا
 آواز سنگ کعبہ نے دی شور و شین سے
 اے اہل کعبہ پھر نہ ملو گے حسینؑ سے
 اکثر منجموں نے لکھا ہے یہ جسدِ نر جس سال نام شہ پہ پڑا قعرِ سفر
 تھی اُس برس یہ شدت گرما کہ اُکھڑ مثل چنار آگ سے جلتا تھا ہر شجر
 جائے غبارِ ریگ کے شعلے بلند تھے
 مجرّمین گرم تھی ذرہ سپند تھے
 مثل تنور گرم تھا پانی میں ہر حباب ہوتی تھیں سیخ موج پہ مرغابیاں کباب
 گلخنِ صدف تو دانہ بریاں در خوش آب آتش سے اپنی لعل بہ فشاں تھا آب آب
 یہ دھوپ تھی کہ دانہ کا بچنا محال تھا
 دانہ اگر بچا بھی تو وہ خال خال تھا
 اس فصل میں تباہ نبیؐ کا سفینہ تھا آوارہ کوہ و دشت میں نہ مہینہ تھا
 اصغرؑ کو ماں کی گود میں چوڑھا مہینہ عابد کو تپ تھی زرد تال سکینہ تھا
 مٹی گل سا مثل غنیمت تصویر خشک تھا
 گرمی سے شیر بانوئے شہیر خشک تھا
 دُر و قدم پہ ہوتے تھے اطفالِ جویں اک پانی پانی کہتا تھا اور ایک پیاسی جویں
 قافلہ تھا گردِ علمدارِ حق شناس جس طرح پیاسے شہر میں کوثر کے آس پانی

عباسؑ شان ساقی کو شر دکھاتے تھے
 اک دم میں ساری فوج کو پانی پلاتے تھے
 فرماتے تھے حسینؑ غضب کی عطش ہے باکؑ کیا ہو جو ایسی دھوپ میں پانی نہ باتھ آئے
 کہتے تھے خیر خواہ نہ وہ دن خدا دکھائےؑ مولا جواب دیتے تھے اللہ ہی بچائے
 پانی ابھی تو منزلوں میں پیتے جاؤ گے
 آتا ہے اک مقام کہ قطرہ نہ پاؤ گے
 کعبہ سے تا بکوفہ جو بہزن تھے جا بجا چلتا تھا راہ چھوڑ کے وہ کل کارمنہا
 تھا قریہ قریہ حکم یہ ابن زیاد کا لوٹوں گا گھر حسینؑ کا مہاں اگر کیا
 ایمان کیا تھا تیغ بزدلیوں کے ہاتھ
 غلہ نہ بچتا تھا کوئی شاہ دیں کے ہاتھ
 اب یوں کتب میں منزل آخر کا ہے بیاں نہ لکھا چاند اول شب کو ہوا رواں
 منزل دراز رات سیہ راہ نے نشان جنگل صیب خار مغلیاں بیاں ویاں
 تن غازیوں کے کانٹوں سے افکار ہو گئے
 آلودہ خار سے گل بے خار ہو گئے
 سبیل صفت قبا ہوئی ہر گل کی تار تار پلکوں کی طرح بد گئے چشم زرہ میں خار
 زینبؑ حسینؑ کے لئے ہو ہو کے بیقرار کہتی تھی بڑھال روک لو پہرے پہ میں شا
 کانٹے غضب میں باگ اٹھائے ہوئے چو
 اکبر کو بھی سپر میں چھپائے ہوئے چو
 فرماتے تھے حسینؑ نہ ہوا اتنی بے قرار کافی ہے اے بہن سپر حفظ کر دگار
 ہے آج تو فقط غلش خار رو بکار اک روز یہ دینہ دیکھتے ہوں گے پار
 دل اُس مریض کے لئے ہے اضطراب میں
 کانٹوں پہ نئے پا جو پھرے گا بخار میں

۱۷
اتنے میں صبح منزل آفر عیاں ہوئی لیکن یہ صبح سبط نبیؐ کو کہاں ہوئی
جس جا سزا ہی رک کے نہ آگے رواں ہوئی حیراں سپاہ خسرو کون و مکاں ہوئی
چہ گھوڑے بدے روش نبیؐ کے سوار نے

۱۸
لیکن قدم اٹھایا نہ اک راہوار نے
وہ خش جس سے ہوش ہوا کے اڑا کریں گر اک اشارہ خامس آل عبا کریں
طے راہ شش جہت کی وہ شش بادی کریں پڑ جائیں بیڑیاں جو قضا کی تو کیا کریں
حیرت سے گھوڑے تو سن تصویر بن گئے

۱۹
نعلوں کے چلتے پاؤں کی زنجیر بن گئے
جنش جو مرکبوں میں بنائی حسین نے اک مشت خاک ٹھک کے اٹھائی حسین نے
خود سونگھی اور بہن کو سونگھائی حسین نے ہشیر کی سنی نہ دوہائی حسین نے
ہے ہے یہ خاک پھیکو مہی جان جاتی ہے

۲۰
بتیا تمھارے خون کی اکین آتی ہے
باشندوں کو وہاں کے یہ مولانے دی صدا نام اس زمیں کے جنت ہیں لو تم خدا جدا
وہ بولے آپ کو جو مبارک براک با! یہ بیوا ہے مار یہ ہے اور کربا
معبد ہے یہ کلیم کا موند کیج کا

۲۱
شہ بولے اب بولے گا مشہد دج کا
موتی کو یاں شجر میں نظر آئی وہ ضیا جس روشنی نے نغمہ ان اللہ کا کیا
عینی کو ماں نے غسل ولادت تھایاں دیا ہم زیر تیغ دیکھیں گے وہ نور کبریا
پر ہم نہ بعد مرگ بھی یاں غسل پائیں گے

۲۲
چہلم کو قہر باب کی عابد بنائیں گے
عباس کو پکارے نہ آگے عالم بڑھاؤ منزل یہی ہے چھاؤنی پر دیسوں کی چھاؤ
ہمیشہ صاف کو ندادی بڑھے نہ جاؤ بیٹا قناتیں گھیر و طنائیں بھی سب لکاؤ

غزہ کو تو ہوا ہے ہمارا سفر تمام
دسویں کو ہوگا فاطمہ زہرا کا گھر تمام

نقارہ تو ہی نے بجایا مقام کا یعنی یہاں سے کوچ نہی دارالسلام کا
خیمہ پیا ہوا جو شب خاص و عام کا بھیا فلک نے دور سے تحفہ سلام کا
خیمہ نہ تھا وہ دامن قدرت کا سایہ تھا

دنیا میں عرش خیمہ کے پردہ میں آیا تھا

خیمہ تھا یا کہ تاج سر کر بلا تھا وہ نکبت میں خلد اوج میں عرشِ علا تھا وہ
دست میں مثل دامن عفو خطا تھا وہ خاک شفا زین تھی دار الشفا تھا وہ

خیمہ نہ کہئے آئے تھے شہ قتل ہونے کو

پتہ زمیں نے منہ پہ لیا تھا اور ونے کو

مل کر فلک سے خیمہ شاہِ فلک پناہ اکجا ہوئے نماز ملائک پہ دو گواہ
خیمہ تھا باقضاء قدر کی تھی بارگاہ فرش اس کا عرشِ حاجبِ صوراں صلالِ جاہ

زیبِ زمین خیمہ شہ پیر ہو گئے

آپس میں عرش و فرش بنگلیں ہو گئے

مہمان کس زمیں کے ہوئے تھے شہِ زماں خیمہ تھا اپنی جوب سے انگشت در دہاں
گویا زبانِ جوب سے کرتا تھا وہ بیان ظلمِ یزید سے تہ و بالا ہیں دو جہاں

سو بیچ میں زمین و فلک کے پڑا ہوں میں

دیکھو براے صلح دو عالم کھڑا ہوں میں

وہ دیدہ زیب تھا و یا خیمہ حسین پاکوں کی طرح گردِ طنابوں کی زیب و زین
اس چشم کو خدا نے دیا نورِ مشرقین پتلی تھی اُس کی فاطمہ زہرا کا نورِ عین

بنیاد کفر میں خلل اُس وقت پڑ گئے

ہر جاستونِ دین کے میخوں سے گڑ گئے

باندھیں لگائیں غازیوں نے نیزہ گاڑ کر اور فرش زین پوش کئے گرد جھاڑ کر
 جنگل بسایا چرخ نے بستی اُجاڑ کر بولو علی کفن کا گر بیان پھاڑ کر
 جنگل میں الہیت رسالت کا گھر ہوا

آخر مرے حسین کا پہلا سفر ہوا

۲۹ وہ وقت صبح اور وہ بیابان کی ہوا وہ چھاؤنی حسین کے لشکر کی جا ہی
 وہ مرکبوں کے بولنے کی چار سو صدا وہ خیمہ وہ سراپہ وہ بے چوہہ خوشنما
 اڑنا پھر ہروں کا وہ چمکنا نشان کا

وہ ابر دھال کا وہ مہ نوکان کا

۳۰ بستر پہ کوئی آیا کوئی سیر کو گیا کوئی سپر کو زیر بغل رکھ کے سو گیا
 مصروف اک تلاوت قرآن میں ہو گیا آکر فرات پر کوئی سنہ ہاتھ دھو گیا
 عباس سبز پوش کھڑے تھے فرات پر

۳۱ جس طرح خضر چشمہ آب فرات پر

کہتے تھے دل شگفتہ یہاں غنچہ دار ہے دربار واں ادھر تو ادھر سبزہ دار ہے
 گر پنج میں ہو قبر مری تو بہسار ہے دریا میں شور تھا یہی تیرا مزار ہے
 صحرا میں لوح قبر شہ نیک ذات ہے

۳۲ عباس آبرو مری اب تیرے ہاتھ ہے

مداح کر بلا تھے رفیقان شاہ دیں کہتے تھے کیا لطیف ہے واللہ یہ زمیں
 مطلق لال قطع منازل کا اب نہیں آب و ہوا ہے کوثر و فردوس کی نہیں

صحرا ہے یا کہ قدرت رب غیور ہے

ہر خار باغ خلک ہے ہر ذرہ حور ہے

۳۳ مرقوم ہے کہ اک شجر سدرہ تھا وہاں شاخ اس کی اک رفیق کی قطع ناگہاں
 شاخ بریدہ سے ہوا تازہ لہور واں سب نے کہا یہ تو پکارے شہ زماں

خوں حاجیوں کا جمعہ کو اعدا بہائیں گے
تینوں سے نو نہال علی کاٹے جائیں گے

۳۴ کب اس زمیں نے پائے تھے یہ لعل یہ گہر یہ بھول یہ ستارہ یہ خورشید یہ قمر
آئے سب اہل قر یہ زیارت کو یک دگر نکلیں گھروں سے میبیاں برقع منبھال

بولاکوئی کہ نام خدا کیا سپاہ ہے
اک نے کہا کہ واہ عجب بادشاہ ہے

۳۵ یہ ہے عزیز مہر کہ کنعاں کا تاجدار یہ خسرو عرب کہ عجم کا ہے شہریار
کیوں نکلا ایسی دھوپ میں گھر سے یہ بیڈیا ہر سو فساد فتنہ ہے اور قحط کی پکار

ہے یہ نیچے بچوں سے کس جا کہیں ہوا
آباد اس زمین پہ کوئی نہیں ہوا

۳۶ مولا کے اک رفیق نے بڑھ کر یہ دی ندا تم کس کا کلمہ پڑھتے ہو بولے رسول کا
اُس نے کہا کہ ان کا نواسہ ہے لاڈلا بیرحمی یزید سے ترک وطن کیا

جاری تمھاری بستیوں میں یہ جو نہر ہے
یہ نہر اس عرب کی مادر کا مہر ہے

۳۷ آواز دور باش کا ناگاہ غل اٹھا اور خیمہ میں اُترنے لگے آل مصطفیٰ
ڈیوڑھی سے پر کیا وہ زینب جو نہیں لگا خود اہتمام کرنے لگے شاہ کربلا

رو کی تنات اکبر و قاسم نے آن کر
عباس گرد پھر نے لگے نیزہ ناں کر

۳۸ دربان عصا اٹھا کے بڑھے جانب یسار دہنی طرن نقیب گئے ہاتھ کر قطار
آ کے در پہ لونڈیاں چلائیں بار بار آئے ادھر سے اب نہ کوئی جائے ہوشیار

آواز غیر سن کے وہ اندیشہ کرتی ہے
آہستہ بولو دختر نہ ہرا اُترتی ہے

عفت کے جتنے مرتبہ خیر النساء نے پائے وہ ماں کے بعد دختر مشککشانی پائے
 ہاں ہاں مسافرو نہ کوئی غل مچانے پائے ناقہ پہ بیٹھ کر نہ ادھر کوئی آنے پائے
 حسنِ ادب یہی ہے کہ حق کو پسند ہو

۳۷ وہ بیٹھ جائے جس کا کہ قامت بلند ہو
 القصہ اُتری ناقہ سے بنتِ شہِ عرب اور ہاتھوں ہاتھ لے گئے آلِ رسول سب
 اس قاعدہ کو بھول گیا چرخِ بے غنیمت غرہِ تلک یہ پر وہ تمنا نہ سب کا یہ ادب
 دسویں کو بال کھولے ہوئے ننگے سر بھری

۳۸ رن میں گری رسن سے بندھی در بدر بھری
 سند پہ یاں بٹھا کے بہن کو شہِ ہرا کرسی بچھانے بیٹھے قریب حرم سرا
 تھے دست بستہ گردِ جواناں مہِ نقا لے لے کے نذریں آئے زمیندار کر بلا
 استادہ فرطِ خلق سے شیر ہو گئے
 نذروں پہ ہاتھ رکھ کے بغلیں ہو گئے

۳۹ بٹھلا کے پہلوؤں میں اٹھیں یوں کیا بیان اے کر بلائیوں میں تمھارا ہوں یہاں
 ظالم مجھے ستاتے ہیں جاتا ہوں میں جہاں بیچو جو یہ زمین تو چندے رہوں یہاں
 اب خاک تم عزیز کرد اس غریب کی
 سید کی ہے وطن کی مسیبت نصیب کی

۴۰ سودا رضا کے ساتھ ہے جو رجفا نہیں جبراً درست شرع میں مع دسترا نہیں
 پر اب سوا یہاں کے ٹھکانا مرا نہیں بیچو تو بیچو ورنہ مجھے کچھ کلا نہیں
 رہنے سے یاں ہمارے سب آرام پائیں گے
 خاکِ شفا تمھاری زمیں کو بنائیں گے

۴۱ سب نے کہا کہ غدر ہمیں کیا ہے یا امام حاضر غریب خانہ ہے واں کیجئے مقام
 پر کر بلا کی بیج میں ہے خوفِ لا کلام آزار پاتے آئے ہیں یاں انبیا تمام

ابن ابوتراب سے پیاری زمیں نہیں

پر یہ زمین لائق سلطان دیں نہیں

۵۵

پاؤں پہ صدمہ سنگ کا آدم اٹھا گیا گر کر خلیل ناقہ سے یاں تھر تھرا گیا
کشتی پہ نوح کی یہاں طوفان آگیا پر سُنتے ہیں کہ آپ کا بابا بچا گیا
شہر ہوئے سر نوشت میں کب فرق ہوئے گا

اب یاں جہاز آل نبی عسقر ہوئے گا

۵۶

افضل زمین کعبہ سے ہے سیری کربلا میں جانتا ہوں اس کا شرف یا مرقدا
بنے تو دو مزار حسین شہید کا پھر دیکھنا یہ خاک ہے یا نور کربلا

یوسف نہ ہوگا پر یہاں بازار ہوئے گا

زوار آئیں گے ہرادر بار ہوئے گا

۵۷

دیکھو مے محبتوں کو تم چین دیکھو مہمان تین دن مرے زار کو کیجیو
گر کچھ قصور ان سے ہو بدلا نہ لیجیو پیاسوں کو میرے رو یوجب پانی پیجیو
پانی ابھی تو ملتا ہے نہرا کے جانی کو

پر ساتویں سے ترہ ہیں گے معصوم پانی کو

۵۸

دینار دے کے ساتھ ہزار ان کو یہ کہا میں نے نکھیں یہ بخشی زمیں تم کرو جبا
شتیر کے معاٹ پر سب نے رو دیا کہنے لگے قبائلہ زمیندار کربلا

غل پڑ گیا حسین وطن کو نہ جائیں گے

لو مول لی زمین یہیں بستی بسائیں گے

۵۹

مرفوم ہو رہا تھا قبائلہ کہ ناگہاں خیمہ سے اک نن عربیہ ہوئی عیاں
سرتما قدم نقاب سے سارا بدن نہاں پر اس پہ بھی حیا سے لڑنے تھے انکھواں

میتاب ہو کے الفت اکبر سے آتی تھی

راوی نے یہ لکھا ہے کہ نہرا کی جانی تھی

۵۰ لے کر بلائیں کان میں بھائی سے کچھ کہا
 اور جلد یوں پھری کہ نہ سایہ نظر بڑا
 کرسی سے یاں تڑپ کے گرے شاہ کر بلا
 عباس نے اٹھا کے کہا ہائے کیا ہوا

کیا کہہ گئی نوا سی جناب رسول کی

۱۵۵ مولا بتا قسم تجھے شیر بتول کی

شہ بولے آہ مجھ سے یہ زینب کا تھا کلام
 بھیا قبائہ میں مرے اکبر کا چوے نام
 یعنی کہ اُس کے ملک میں ہو یہ زیریں تاں
 عباس جاؤ کہہ دو کہ مجبور ہے امام
 اٹھا رہ سال کے یہ زمانے سے جائیں گے

۵۲ اک قبر کی جگہ علی اکبر بھی پائیں گے

۵۳ پر محکو اُس کی دل شکنی کا خیال ہے
 کیو بہن مجھے تری خاطر کمال ہے
 نادم ہوں اور عفو کا تجھ سے سوال ہے
 اکبر کے نام کا یہ قبالہ محال ہے

قبضہ کریں غلام ترے اس مقام پر

۵۴ کی وقف یہ زمین ترے شیعوں کے نام پر

۵۵ عباس خیمہ گہ میں گئے کہنے کو یہ پیام
 زینب نے دیکھتے ہی انھیں یہ کیا کلام
 کیوں بھائی میری بات پہ راضی ہوئے امام
 لکھا گیا قبائہ میں اکبر کا میرے نام

ددا بٹاؤں گی میں دوٹھن بیاہ اڈائی

۵۶ اکبر کے نام کی یہاں بستی بٹاؤں گی

یوسف سے ملک مصر ہے منسوب جا بجا
 لگہ ہے مرتضیٰ کا مدیسہ رسول کا
 مشہور ہو یونہیں مرے اکبر کی کر بلا
 آواز دی قضاے رہو مرتضیٰ رضا

جب سے بتائے کرسی و عرش مجید ہے

۵۷ مشہور کر ہائے حسین شہید ہے

عباس روئے حسرت زینب پہ زار زار
 وہ صابرہ بھی روئے فی ہو کے بغیر
 عباس کی بلائیں لیں گھبرا کے بے قرار
 پر چھپا میں نہ تہ جاؤں کر کیا ہے راجہ

میں جانتی تھی خوشخبری لے کے آئے ہو
 تم ہاتھ دل پہ رکھے ہو گردن جھکائے ہو
 شاید مرا سخن ہوا بھائی کو ناگوار ^{۵۶}
 عابد پہ بھی میں صدقے ہوں صنوبر بھی نثار
 جینے رہیں مسین کے جتنے ہیں ورثہ دار
 اکبر کے نام پر یہ سند کس کو شاق ہے
 فضل خدا سے بھائیوں میں اتفاق ہے

عتیاس بوئے اس کا تو واں ذکر کچھ نہیں ^{۵۷}
 شہ نے ہبا کی آپ کے شیعوں پہ یہ زمیں
 ہر عرض ہے حضور کی مقبول شاہ دیں
 پر کججو سفارش اکبر نہ اب کہیں
 بھائی مرے کریم ہیں شرما کے روئیں گے
 اکبر تو اس زمین کے پیوند ہوئیں گے

یہ سن کے روئے یوں حرم شاہ محترم ^{۵۸}
 خوت ورجا میں روز دہم تک رہے حرم
 گویا اسی گھڑی سر اکبر ہوا قلم
 عاشورے کو شہید ہوئے قطع یک قلم
 باغ رسول و باغ علی باغ فاطمہ
 ایسا ہوا کہ ہو گیا تا عصر فاطمہ

مطلع

جس دم کلید مہر سے قفل سحر کھلا ^{۵۹}
 اشک رواں کا تار بندھا اور سر کھلا
 اور روئے اہل بیت پہ ماتم کا دیکھنا
 قائم ہوئی زن ن سپاہِ عمر کھلا
 دربار حق کو خیمہ سے شاہ زمین چلا
 سر لیکے نذر ہاتھ میں ستر و دین چلا

روشن ہوا حسینیوں کے نور سے جو زن ^{۶۰}
 انجم کی انجمن تھی دیا فوج پنجستن
 چشم جہاں میں غار ہوئی مہر کی کرن
 پر دو پہر تک تھی یہ صحبت یہ انجمن
 نکلہ سہ کی طرح تو بہم یہ جواں ہوئے
 اور لڑنے کے واسطے باہن ہوئے

۶۱ فوج ستم بڑھی کہ خزاں کی ہوا چلی گلزارِ اہلیت کی توڑی کلی کلی
چلائی بال کھول کے زہرا کی لاڈلی فریاد یا رسول خدا داد یا علی
رخصت سفید یکے سرِ دست آئی صبح

۶۲ زندہ سالہ نذرِ بانوسے شپیر لائی صبح
تنہا تھا سروِ فاطمہ کوئی خمر نہ تھا بازو تھے دونوں قوت بازو مگر نہ تھا
باقی تھی آنکھ روئے کو نورِ نظر نہ تھا درد جگر تھا پر کوئی نکتِ جگر نہ تھا
سب فوج الوداع شہ دیں سے کہہ گئی

۶۳ مظلومی و غریبی و تنہائی رہ گئی
ناگاہ ابرگر درہ کوفہ سے اٹھا اور برچیوں کی بھلیاں چمکیں جدا جدا
پیدا ہوا سوارِ زرہ پوش بر ملا بھائے لئے جلو میں ملازم پیادہ پا
فیروسی کلاہ ترچھی نگہ نیچا لئے

۶۴ دیکھا اُسے یمنوں نے اور سر جھکائے
طوفاں تھا وہ سوارِ سمندر تھا ابوار کشتی کی چال خانہ ازیں سے تھی آشکار
پہنچا جو وہ قریب تو بڑے جفا شعار بھاگو ہوئی وہ مرگ مفاجات آشکار
چہرہ ہے یا بلا ہے نگہ ہے کہ نہ رہے
گر یہ محبِ حسین کا نکلا تو قہر ہے

۶۵ اس وقت در پہ خیمہ کے زینب تھی بیقرار بھائی سے نا اُمید لا کی امید وار
پایا جو یک بیکِ دشمن میں انتظار آواز دی کہ سید بیکیں ترے شمار
اعدائے دفعتاً جو سراپنا جھکایا ہے
کیا اس گھڑی یمن سے کوئی شیدہ آیا ہے

۶۶ تنہا ہے یا کہ ساتھ ہیں دو چار ہمسفر اللہ فوجِ شام پہ بختے اُسے ظفر
چوتھے برس نہ بالی سکیمہ ہو بے پدہ بھا بھی مری پھرے نہ ضعیفی میں سر

پر آہ خیریت نہیں معلوم ہوتی ہے
آنے سے اُس کے فاطمہ کی روح روتی ہے

۶۷

حضرت نے مسکرا کے کہا صبر کر بہن یہ کر بلا کجا و کجا شیعہ یمن
کوئی حسین کا نہیں جز رب ذوالمنن لڑنے کو ہم سے آیا ہے ایک مرد فیل تن
کیونکہ نہ روئے خبر النساء شور و شین سے
فاطمتی سے دیکھئے کیا ہو حسین سے

۶۸

زمینب زمیں پہ بوٹ کے چٹائی ہے ستم بیداد کرنے کے لئے یہ فوج کیا ہے کم
زن میں وہ پہلوان سید دل زبوں شیم آیا عمر کے سامنے باشوکت و حشم
بڑا کیا غرور سے نیزہ سنہماں کر
شفہ دیا عمامہ کو کمر سے نکال کر

۶۹

بولا کہ بندہ بصرہ سے کونہ میں پہنچا کل حاکم نے بھیجا یاں کے کہ عقدہ کروں میں قل
ٹائی ہے داں سے یاں مجھے شیر کی اجل ابن زیاد کے تو نوشتہ پہ کر عمل
یاں سب سے کہے کھولیں گمز بٹھیں صبح
اب پہلوان بصرہ لڑے گا حسین سے

۷۰

وہ میدرخ بولا کہ بسواٹا اے جواں بھائیوں کو لے کے وہ کافر ہوا عیاں
نیزہ رلاتا آیا حضور اشہ زماں رٹھنے لگا۔ جز کہ ہوں بصرہ کا پہلوان
القاب بولہبب ت میں آتش مزاج ہوں
میں فخر زال و رستم دہراب آج ہوں

سابق میں سر اٹھایا تھا دارا و سام نے آئے نہ خواب میں بھی مگر میرے سامنے
روقت یہ پہلوانی کو دی میرے نام نے بصرہ میں جگہ باج دیا خاص و عام نے
قارون کو جب میں چاہوں باؤں زمین کے
مثل سپر پہاڑ اٹھالوں زمین سے

وہ چہرہ جلالِ خدا مرقعی کا لال
فرمایا نعل لب سے کہ بس بسنِ بیاں منہاں
قہر و جلال سے ہوا یعقوب دار لال
یہ کبریہ غرور نہاں ہوئے تیری لال

یہ زخم باندھ لوں میں روئے بتوں سے

پھر کچھ کہوں زبانِ خدا و رسول سے

پھر جلد جلد باندھ لئے زخمِ دست و پا
مور چپکے چپکے خالقِ عالم سے یہ کہا
پر دل میں زخمِ مرگ پسر کا نہ بندھ سکا
لکنتِ زباں کو پیاس سے ہے جو تری رضا
آئی ندائے غیب کہ صہرتیرا دھیان ہے

اے افصح العرب تو خدا کی زبان ہے

یوں مصحفِ رجز شہِ دین نے کیا شروع
جب سے نجومِ شمس خدا نے کئے طلوع
ہاں پہلوانِ بصرہ سماعت میں ہو رجوع
جب سے بشر پہ فرض ہوا سجدہ در کوع

کیا کیا ہوا ہے اور ابھی کیا کیا نہ ہوئے گا

لیکن مسیحا اب کوئی پیدا نہ ہوئے گا

ردِ شہن ہے رتبہ نانا کا ماہی سے تا بہاہ
جرمِ قمر کے پنج میں یوں ہے خطِ سیاہ
قدرت پر اُن کی چاند کے دو ٹکڑے دو گواہ
کلمہ لکھا ہے حق نے کہ قدسی کریں نگاہ

کلمہ میں نامِ احمد و اسمِ علی لکھا

ان کو رسول اپنا اور اُن کو وحی لکھا

بشتِ نبی کی میں سپر استوار ہوں
میں شیرِ بیشہ شہِ دلدل سوار ہوں
تیغِ نیامِ قدرت پر در دگار ہوں
قبضہ میں کائنات ہے پرے دیار ہوں

تو شک ہے میں یقین تو گنہ میں ثواب ہوں

تو بواہب ہے میں منتِ بوتراب ہوں

ایمان ۵۰ گھر کو ہم نے پڑھایا ہے
مرد کے بن و رشتہ کو بھی بخشوایا ہے
دُعاں ہمارے واسطے دنیا میں آیا ہے
جھوٹا ملا کہنے سے بچا دیا ہے

نام و نشان ہے تا بہ قیامت حسین کا
گھر ہے نبوت اور امامت حسین کا

بولا وہ بد دماغ یہ تحریر ہے مگر شمشیر و تیر و نیزہ کا جوہر ہے مقبر
شہ نے کہا کہ سب ہیں ہر امتحان کر ہٹ کر شقی نے نیزہ کو گردش دی گردش

بھالا بھالا شہ نے تو غل بر محل اٹھا

جانوں کی خیر ہو کہ وہ دست اجل اٹھا

لینے ہی نیزہ لینے لگا باج را ہوارہ صرصر سے جست رعد سے غل برق سے شرار

جلنے لگے زمین پہ ذرے سپند وار دود سیاہ اٹھا عوض گردش بے شمار

پر زو الجناح صاوت دھوئیں سے نکل گیا

باروت تھا کہ اُرد کے کنوئیں سے نکل گیا

نیزہ کو اُس کے لے گیا یوں نیزہ جناب جنگل میں جیسے داب کے کنشک کو عتاب

نہ د اُس نے کی کمان کیا نے بھد شتاب لیکن کمان بھی کہ بچہ پر نہ ہو عتاب

جان اُس کی ساتھ تیر کے من سے نکل گئی

اک سانس تھی یہی کہ دہن سے نکل گئی

حمزہ صفت بڑھا پسہ ضمیمہ صمد کھینچا الیٰ خدنگ کا رے کرکمان کی مر

قد بان ہو کے بولی کمان یا علیٰ مرد اور تیر نے نشانہ کیا دیداد حسد

نیزہ نگہ کی طرح چلا تہ خشم میں

بڑائی کی ڈھال توڑ کے جا پہنچا چشم میں

چشمہ عد کی تیر سے نام آدری ہوئی انگشت تیر شہ کے دود آتش تری مرنی

پر تیر کے پردوں سے ہلک تھی بھری ہوئی مردم پکار سے بند نفس میں پرک ہوئی

باقی رکھنا نہ ابرو سے کج کے نشان کو

دیہ کے سب وہ تیر نے توڑا کمان کو

پھینکی زمین پہ اُس نے کہاں سوئے شرمسار کورانہ تیغ کھینچ کے بڑھ کر لگایا وار
نکلی شبِ نیام سے یاں صبحِ ذوالفقار بھری تو بھاگا کوئی و شامی ہوئے فرار

آئی ندا فلک سے اٹھا غلِ زمین سے

دیکھو وہ نکلا دستِ قضا آستین سے

اللہ سے علم اُس سے مخاطب ہوئے امام آخر تھا ایک طعنِ سناں ہی میں تیرا کام
پروقتہ اس لئے دیا اور نطفہ حرام تا حرب گاہ میں ترے حربے چلیں تمام

اب زندگی بخیر کہ یہ ذوالفقار ہے

اک وار میں تو قعرِ جہنم کے پار ہے

جلدی سے بولمب نے لیا گرزِ گاؤ سر خیر البشر کا لال ادھر وہ شقی ادھر
اور بیچ میں وہ گرزِ گراں بارِ محذر جس طرح واؤ عطف کا ماہین خیر و شر

ظالم ارادہ سرِ مولا کئے ہوئے

اک گرزِ دونوں ہاتھوں کے اندر لے ہوئے

سو سو طرح سے گرز وہ لایا قریب تر لیکن حسین کو نہ ذرا بھی ہوا ضرر
شہ نے دو انگلیوں پر سر گرزِ تھام کر جھٹکا دیا کہ بولمب آیا نہ مین پر

ہاتھ اُس کے دونوں ٹوٹ گئے رنگِ نق ہوا

تبت یدِ ابنِ لب کا سبق ہوا

دنیا کی حب ہوئی اُسے حمالۃ الحطب اور نارِ قہرِ رومی تیغِ شہِ عرب
جل کر یہ بولمب بھی گیا پیش بولمب ہمارے ہوں پہ اُس کے بڑھے شاہِ شہِ لب

پھر فردِ فرد کا سرِ امید پست تھا

تقویمِ سرِ نوشت میں خطِ شکست تھا

جنگلِ سپر کے پھولوں سے گلزار بن گیا سرکٹ کے یہ گرسے کہ وہ کھسار بن گیا
چارہ آئینوں سے شیشہ کا بازار بن گیا جب تیغِ چمکی وہ کرہ نار بن گیا

سب خون تیغ شہ سے پریشان پھرتے تھے
پاؤں تو پیچھے ہٹتے تھے سر آگے کرتے تھے

۹۰ حکم خدا سے ایک فرشتے نے دی ندا ان قانون میں یہ زور ہے سید ترے خدا
یہ بشر ہیں اور تو ہے قدرت خدا بس لڑ چکے نماز شہادت کرو ادا
یہ سن کے خون سے گہرا شک گر گئے
قبلہ کو مثل قبلہ نما جلد پھر گئے

۹۱ اس دم عمر نے جمع کیا سب کو ایک جا روح معاویہ کی قسم دے کے یہ کہا
یا گئیں اٹھاؤ اب نہ تامل کرو ذرا بے سوئے قبلہ صرت دعا شاہ کر بلا
حملہ کرو حسینؑ پہ نیزے سنبھال لو
تو کون سے برہمچیوں کی کلیجہ نکال لو

۹۲ تینیں پکڑ پکڑ کے جو بیرحم آتے تھے حضرت یہاں جوان پسر کو بلاتے تھے
اکبرؑ دباں گئے تھے کہ آنے نہ پاتے تھے عبتاس کو پکارنے دریا پہ جاتے تھے
امت کے واسطے نہ بدن کا ورغ تھا
سینہ حضورؐ نیزہ تھا سر پیش تیغ تھا

۹۳ کوئٹہ سے ایک نافر سوار آیا ناگہاں اک خطا عمر کو دے سے یہ اُس نے کیا بیان
ابن زیاد نے یہ کہا ہے کہ اے جواں سید کے سر کا کب سے ہوں میں منتظر یہاں
سر کاٹنے میں آج نہ تاخیر کیجیو
کیسی ہی وہ قسم دے تو مہلت نہ دیجیو

۹۴ یہی بہادری سے تعجب کا ہے مقام غرہ سے اب تک نہ مٹا فاطمہ کا نام
آراستہ ہیں کوچہ و بازار یاں تمام کیا عید ہو جو آئے تو لے کر میرا امام
جب تیرے ہاتھ سے سر شیریں گے ہم
سیدانیوں کی لوٹ کو پھر بخش دیں گے ہم

سنتے ہی یہ سپاہ کو ظالم نے دی ندا تم نے سنا کہ جو شتر اسوار نے کہا
 باگیں اٹھا لو اب نہ تامل کرو ذرا تاخیر میں عتاب ہے تعجیل میں شرا
 کونے سے حکم آیا ہے سلطان شام کا

سرکاٹ لو حسین علیہ السلام کا

۹۵

ناگاہ چار لاکھ نے مل کر برشش کیا چاروں طرف سے برچیوں میں آہ کر بسا
 قرآن کو رمل زین سے زمین پر گر ادا نوحہ کیا زمین نے کہ فریاد کب سبیا
 لاشے لرز لرز گئے سارے زمین پر

گر گر کے تڑپے سات ستارے زمین پر

۹۶

جلاد آستین چڑھاتا ہوا چلا خنجر کو انگلیوں پہ پھراتا ہوا چلا
 بلوے کو راس و چپ سے ہٹاتا ہوا چلا ارکان عرش حق کو ہلاتا ہوا چلا
 اب کیا کہوں کہ پاؤں رکھا کس مقام پر

پھٹتا ہے سینہ حال جناب امام پر

۹۷

چلائے مصطفیٰ ارے جلاد رحم کر یہ سینہ میرا سینہ ہے یہ سر ہے میرا سر
 یہ دل ہے میرا دل یہ گلہ ہے مرا گلہ زہرا ہے میری بیٹی یہ زہرا کا ہے پسر
 بیٹھا ہے تو حسین دلاور کے سینہ پر

جو لوٹتا تھا تیرے پیمبر کے سینہ پر

۹۸

زہرا پکاری عرش الہی ہلاؤں گی اے شمر تجھ پہ آہ کی بجلی گراؤں گی
 اس کو نہ مارے گا تو دعا دیتی جاؤں گی محشر میں خُڑ سے پہلے تجھے بخشواؤں گی
 اس نوحہ پر بھی عرش کو اُس نے ہلا دیا

خنجر کو بوسہ گاہ نبی سے ملا دیا

۹۹

غل پر گیا حسین نے سر کو فدا کیا اعدائے جشن فتح کا ساماں بپا کیا
 رُخ شمر نے سوئے حرم مصطفیٰ کیا اک نیزہ پر علم سر شاہ بپا کیا

پردہ اٹھائے دیکھتی تھی خواہر حسین
بر چھی یہ اُس کے آگے چڑھایا سر حسین

زینب نے ہائے بھائی کہا اور نکل پڑی بانو نے پھینکی سر سے ردا اور نکل پڑی
کبریٰ پکاری وا ابتدا اور نکل پڑی چٹائی فتنہ ہائے خدا اور نکل پڑی
آگے تو بے حواس حرم روتے جاتے تھے

پچھے پکارتے ہوئے سب بچے آتے تھے

سیدانیوں سے بڑھ کے یہ اک شخص نے کہا دیکھو تمہارے بچے تڑپتے ہیں جا بجا
کیوں ان سے بے خبر ہوا بھی انکا سن کیا بیویں پکاریں قہر ہوا وامہیبتا
دُنیا میں ہم نہیں ہیں جہاں سے گذر گئے
گھر کس کا بچے کس کے کہ شہید مر گئے

ناگاہ شہ کا لاشہ بے سر نظر پڑا سرتاج اہلبیت زین پر نظر پڑا
گویا گلو بریدہ پیمبر نظر پڑا زینب کو غرق خوں جو برادر نظر پڑا
رکھ کر کے ڈگے پہ گلا یوں پٹ گئی

جانا یہ اہلبیت نے دُنیا اُلٹ گئی

گہرے رو کے بین کرتی تھی گہرے اس کے بیان گہرے حسین کہتی تھی گاہے حسین جان
سگا ہے بلائیں لے کے یہ کرتی تھی وہ فغان بھیا مٹا گئے مرے ماں باپ کا نشان
زہرا کے سیدہ سندی تو نے کیا کیا
امت نے کس گنہ پہ ترا سر جدا کیا

اے مومنوں کی پشت و پناہ آہ اے حسین اے سیدوں کے تاج و کلاہ آہ اے حسین
اے خسرو قلیل سپاہ آہ اے حسین بیچارہ غریب و تباہ آہ اے حسین
ہے ہے اخئی تو جان سے اپنی گذر گیا
میں آج مر گئی مرا سب کنبہ مر گیا

پھر آپ کی سواری نہ سوئے وطن گئی کیوں ساتھ آپ کے نہ عدم کو بہن گئی
 اس کر بلا کے بن میں یہ کیا تجھ پہ بن گئی نیزوں سے دل تو چھن گیا چھاتی بھی چھن گئی
 مرجاؤں گی تڑپ کے دلا ساشتاب دو

بھیا کس آسے سے جیوں میں جواب دو
 بیمار تم نہیں کہ شفا کی رکھوں میں آس جاتے اگر سفر میں تو پھر آتے میرے پاس
 زخمی نہیں کہ زخم سیوں دھوکے سب باں قیدی نہیں کہ تم کو چھڑاؤں میں بے حواس
 لاؤں کہاں سے فاتح بدر و حنین کو

ہوتے علیؑ تو کہتی جلا دو حسینؑ کو
 سوا ب تو یہ بخیر کہ دنیا میں پھر تم آؤ زینب کی وارثی کرو اور پردے میں بھٹاؤ
 آخر کہاں رہوں میں ٹھکانا مرا بتاؤ آئی ندا کہ در بدری کے قلق اٹھاؤ
 زینب اُمید دار نزول بلا رہو

جب تک میں بے کفن رہوں تم بے روار ہو
 اب وقت ہے دعا کا کہ ہے شدت بکا آئین کہیں دبیر محبان مرتضیٰ
 یارب ہیں جتنے شیعوہ سلطان لافٹی مطلب ادا ہوں سب کے مع بانی عزا

یارب نہ کوئی غم ہوا انھیں جز غم حسینؑ
 یہ سب محب ہیں جلوہ وہ ماتم حسینؑ

URDU LITERATURE SERIES.

	Rs. nP.
ABEY-HAYAT by Maulana Mohammad Husain Azad.	7.00
ASHAR MEER. by A. Manan. M.A.	0.75
BAGHO BAHAR or CHAHAR DARWESH by Meer Amman.	1.00
BAKAMALON KE DARSHAN by Munshi Prem Chand.	1.25
DIWAN DAGH by Mirza Dagh.	1.00
DIWAN GHALIB by Mirza Ghalib <i>with critical Introduction.</i>	1.50
DIWAN-E-HALI by Maulana Hali.	2.50
FISANA-E-AJAIB by Mirza Rajab Ali Beg <i>with introduction and notes</i> by Saiyed Makhmoor Akbarabadi.	4.00
HUMAYUN NAMA by Molvi Riyaz Bari.	0.50
IBNUL WAQT by Dr. Nazeer Ahmad.	3.00
IQBAL by Akhtar Orinavi.	0.75
INTIKHAB MARASI-E-MEER ZAMIR <i>with critical introduction.</i>	1.25
INTIKHAB MARASI-E-MIRZA SAUDA <i>with critical introduction</i>	1.25
INTIKHAB MARASI-E-ANIS <i>with critical introduction.</i>	1.50
INTIKHAB MARASI-E-DABIR <i>with critical introduction.</i>	1.50
MAWAZNA ANIS WA DABIR by Maulana Shibli Nomani.	3.00
MASNAWI SAHERUL BAYAN WA MIR HASAN <i>with introduction and notes</i> by Dr. Rafiq Husain.	1.50
MASNAWI GULZAR NASEEM <i>with introduction and notes</i> by Dr. Rafiq Husain.	1.50
MUQADMAI-SHER-O-SHAIRI by Maulana Hall.	2.50
MUSADDAS HALI by Maulana Hali.	0.50
MURAQQAI LAILA MAJNOO Dr. Mirza Ruswa.	0.7
MIR KE NASHTAR by Masudur Rahman Khan Nadir	0.37
MAKTOOBAT MASHAHEER by Molvi Latif Ahmad.	1.55
NAYE ASHAR by Sultan Shaheeda Naqvi. M.A.	1.20
NAYE FASANE by Syed Akhtar Ahamad orinavi. M.A.	1.50
NAIRANG KHYAL PART I by Maulana Azad.	1.00
OOD-E-HINDI by Mirza Ghalib.	1.25
SHAREEF-ZADA by Dr. Mirza Ruswa.	1.25
SAU BARAS KI ZINDGI by Munshi Ram Prasad.	0.50
SIKWAI HIND by Maulana Hali.	0.12
TANWIR ADAB by Saghir Ahmad Jan	2.50
TARIKH ADAB Hindi by Syed Zahir Uddin Ahmad Alvi. M.A.	4.00
TAUBATUN NASUH by Dr. Nazeer Ahmad <i>with notes & Glossary.</i>	1.25
TAZKIRA NAIRAN SAUDA by M. Abdul Rafi.	0.75
URDU-E-MUALLA by Mirza Ghalib <i>with notes and glossary.</i>	2.50
URDU GHAZAL KI NASHO NUMA by Dr. Rafiq Husain M.A.	6.00

**RAM NARAIN LAL BENI MADHO
PUBLISHERS**

2, KATRA ROAD, A L L A H A B A D.